

ایک غریب سے غریب انسان اور معمولی درجہ کا مزدور بھی اپنے بچوں کو کھانا کھلاتا ہے ، اور انسان تو انسان چھوٹی چھوٹی چیزیاں اپنے بچوں کو داند دیتی ہیں ، تو پھر تمہارے اس اصول پر چاہئے کہ ان سب کو داند دیا جائے۔ غور فرمایا جاوے کہ کیا اس میں فیاض بادشاہ کی توہین ہے یا زید کی حماقت اور جہالت کا اظہار ہے۔ جو اپنے غلط اصول کی وجہ سے اس بادشاہ کو خواہ مخواہ رازق کہہ کر ایک شرک کا دروازہ کھول رہا تھا۔ اور کیا کوئی صاحب عقل انسان اس تقریر سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ اس میں ہر غریب مزدور بلکہ ہر چنچند پرند کو اس فیاض بادشاہ کے برابر کر دیا ہے ؟

چونکہ وقت ختم ہو گیا اس لئے میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ انشاء اللہ آئندہ بھی اس کے متعلق کچھ اور عرض کروں گا۔

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات ! آپ نے دیکھ لیا ، مولوی منظور صاحب ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گزارتے ہیں۔ اور میری بات کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ مولوی صاحب ! یاد رکھتے ہیں آپ کا بیچا نہیں چھوڑوں گا۔ آپ جدھر کو جائیں گے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ادھر ہی کو جاؤں گا۔ اور جب تک آپ سے جواب نہیں لے لوں گا یا تو بے نہیں گراؤں گا اس وقت تک۔ سامنے سے ٹٹے نہیں دوں گا۔ میں پنجابی ہوں پنجابی۔ آپ کا کسی پنجابی سے واسطہ نہیں پڑا ہے۔ پنجابی بڑا کڑا ہوتا ہے۔

مسلمانوں ! پھر سن لو حفظ الایمان کی وہ کفری عبارت یہ ہے۔ اس کے بعد حفظ الایمان کی وہی عبارت پڑھ دی۔ اس کے بعد اس طرح تقریر شروع کی دیکھئے اس عبارت کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ جیسا علم غیب ، حضور اقدس کو ہے ایسا ہر بچہ کو ہر پاگل کو اور ہر چوپائے کو حاصل ہے۔ اس سے بڑھ کر حضور کی اور کیا توہین ہو سکتی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ اس عبارت میں ”جیسا“ کا لفظ نہیں ہے۔ میں مانتا ہوں کہ ہاں نہیں ہے۔ مگر ”ایسا“ کا لفظ تو ہے۔ وہ بھی تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ دیکھئے اگر میں کہوں کہ مولوی منظور صاحب کا علم گدھے ایسا ہے، کہتے ایسا ہے تو کیا تشبیہ نہ ہوگی ؟ ضرور ہوگی۔ اور آپ لازمی طور پر اس سے ناراض ہوں گے حالانکہ اس

میں جیسا کہ لفظ نہیں ہے۔ بلکہ صرف ”ایسا“ ہے۔ پس حفظ الایمان کی عبارت میں چونکہ ”ایسا“ موجود ہے اس لئے اس میں ضرور حضورؐ کے علم کو جانوروں اور پانگوں کے علم سے تشبیہ دی گئی ہے اور آپ کے علم شریف کو ان کے برابر بتلایا گیا ہے۔

میں نے آپ کے سامنے مولوی اشرف علی صاحب کی ایک مثال پیش کی تھی کہ ان کو عالم کیوں کہا جاتا ہے۔ کل علم کی وجہ سے یا بعض علم کی وجہ سے۔ اگر بعض کی وجہ سے کہا جاتا ہے تو اس میں مولوی اشرف علی صاحب کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو کتے کو بھی ہے گدھے کو بھی سؤ اور بندر کو بھی ہے۔ اور میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ اس سے مولوی اشرف علی کی توہین ہوگی یا نہیں۔ آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ رازق کی مثال بیان کر دی۔ مولوی صاحب! میں نے رازق کو آپ سے تھوڑا ہی پوچھا تھا۔ آپ! ادھر ادھر کی باتوں میں وقت ضائع نہ کیجئے۔ جو میں پوچھوں اس کا جواب دیجئے۔

لیجئے اب میں ایک اور مثال پیش کرتا ہوں۔

اگر کوئی شخص آپ کے مولوی تھا تو صاحب سے سبق حاصل کر کے خدا کے متعلق یوں کہے کہ خدا کو ”قادر“ کیوں کہا جاتا ہے۔ آیا اس وجہ سے کہ وہ کل چیزوں پر قدرت رکھتا ہے یا اس لئے کہ اس کو بعض چیزوں پر قدرت ہے۔ کل کی وجہ سے کہنا تو اس لئے غلط ہے کہ خدا ممکنات پر قادر نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اپنے جیسا ایک اور خدا نہیں بنا سکتا۔ اور اگر بعض چیزوں پر قدرت رکھنے کی وجہ سے اس کو ”قادر“ کہا جاتا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ ہی کی کیا خصوصیت ہے ایسی قدرت تو ہر چوڑھے چار بلکہ کتے بٹے کو بھی حاصل ہے۔ بتلایئے کیا اس میں خدا کی توہین نہیں ہوتی؟ ہوئی اور ضرور ہوئی پس جب کہ حفظ الایمان میں بھی حضورؐ کے متعلق بالکل ایسی ہی عبارت لکھی گئی ہے تو اس سے بھی ضرور حضورؐ کی توہین ہوگی۔

مولوی صاحب! آپ دو رنگی چال کو چھوڑ دیجئے۔ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ مدینہ شریف کی مٹی کی توہین کرنے والا بھی کافر ہے۔ اور ایک طرف مولوی تھانوی صاحب کو آپ اپنا پیشوا اور بزرگ مانتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے حضورؐ کی شان میں عہدیت سخت گستاخیاں کی ہیں۔

مولوی صاحب! آپ کو جتنی محبت مولوی اشرف علی صاحب سے ہے اگر اتنی بھی حضورؐ سے ہوتی تو کبھی مولوی

اشرف علی کو آپ اپنا پیشوا نہ مانتے۔ جو شخص آپ کو یا آپ کے کسی بزرگ کے بھی ایک دفعہ بھی گالی دے گا آپ بھی اس سے بات کرنا بھی گوارا نہ کریں گے، مگر مولوی تھانوی صاحب نے حضور کو اتنی گالیاں دیں اور پھر بھی آپ ان کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں مجھے سخت ایذا پہنچائی۔ اور واللہ العظیم میری بہت زیادہ دل دکھا۔ میں آپ کی اور سب گالیاں برداشت کر سکتا ہوں، اور

مولانا محمد منظور صاحب

ماضین دیکھ رہے ہیں کہ کل سے برابر برداشت کر رہا ہوں۔ اور انتقام لینا تو درکنار میں ان پر نوٹس بھی نہیں لیتا۔ لیکن یہ گالی میری برداشت سے باہر ہے کہ میرے متعلق یہ کہا جاوے کہ آقائے کونین سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مجھے کسی اور شخص سے محبت ہے۔ میرے نزدیک ایک مسلمان کے لئے اس سے زیادہ تکلیف دہ بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ مجھے اگر حضرت مولانا اشرف علی صاحب سے کچھ محبت ہے تو وہ صرف اس لئے کہ میں ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمانبردار امتی اور قبیح سنت سمجھتا ہوں

خدا کی قسم اگر آج مجھے معلوم ہو جائے کہ مولانا اشرف علی صاحب بھی مولوی احمد رضا خان کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی ہیں، اور وہ میرے آقا کی سنتوں کی جگہ اپنی یا اپنے باپ دادا کی ایجاد کردہ بدعات دروسوم کو رواج دینا چاہتے ہیں تو میرا جو زبانی اور قلبی جہاد آپ لوگوں کے ساتھ جاری ہے، وہی بلکہ اس سے زیادہ سخت مولانا اشرف علی صاحب سے ہوگا۔ آپ تو اپنے گھر کی چار دیواری میں بیٹھ کر عورتوں کی طرح مولانا کو کوستے ہیں، مگر منظور جس طرح سنن نبویہ کو سر بلند اور بدعات کے جھنڈے کو سترنگوں کرنے کے لئے بریلی آگیا ہے اور بچہ اللہ اس کی گفتار اور اس کی قلم کی رفتار نے جس طرح بریلی کے حامیان باطل کا قافیہ تنگ کر رکھا ہے، اسی طرح وہ تھکانے بھونے بھی جائے گا اور وہ مولانا تھانوی سے بھی حق کی حمایت کے لئے بے دریغ جنگ کرے گا۔ منظور کا کوئی ٹیٹلٹا تھانوی سے نہیں ہے وہ صرف اس وجہ سے ان کی حمایت کرتا ہے کہ ان کو ایک خدا پرست مومن اور قبیح سنت بزرگ جانتا ہے۔ مجھ پر آپ کا یہ نہایت ناپاک بہتان اور ناقابل برداشت حملہ ہے کہ مجھ کو معاذ اللہ آقائے کائنات روحی و قلبی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مولانا اشرف علی صاحب سے محبت ہے۔

مالک عرش کی قسم! ایک مولانا اشرف علی صاحب نہیں بلکہ ایسے ایسے کروڑوں اشرف علی قربان ہوں ان

کی خاک پا پر۔ میرے آقا و مولا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس نافرمانی مبارکہ پر ایک دفعہ سوار ہوئے اس کی ٹھوکر سے جو گہراڑے والے اللہ العظیم اس کے ذرات کی جو محبت اور عظمت منظور کے قلب میں چھوہ نہ اپنے باپ کی ہے نہ ماں کی، نہ استاد کی، نہ پیر کی، نہ مولانا اشرف علی صاحب کی، اور نہ کسی دوسرے بزرگ کی۔ میرا ایمان ہے کہ جب تک ایک شخص کو اپنے ماں باپ سنی کہ اپنی جان سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو، اس وقت تک وہ مومن کہلائے گا مستحق نہیں۔ قرآن عزیز کا کھلا اعلان ہے۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِمَّنْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ - (التوبة: ۲۴)

بہر حال آپ براہ کرم اور جو چاہیں گالی دیں اور جی بھر کر دیں میں برداشت کروں گا۔ لیکن یہ الفاظ ہرگز زبان سے نہ نکالیں کہ تجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ فلاں شخص ہے۔ مجھ سے ہے۔ اس گزارش کے بعد میں آپ کی تقریر کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں کہ منظور میری کسی بات کا جواب نہیں دیتا۔ اس کے جواب میں میں اس کے سوا اور کیا عرض کروں کہ اللہ آپ کو وہ کان دے جس سے آپ میری بات سن سکیں۔

بجھد اللہ یہ ہزاروں کا مجمع ہے جس کی موجودگی میں متعدد بار جواب پا کر آپ کا یہ کہنا کچھ زیبا نہیں معلوم ہوتا۔ اور میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کا ضمیر انسانیت اور شرافت سے محروم نہیں ہے تو وہ بھی آپ کی اس بات پر نفرت کرتا

۱۔ ترجمہ :- (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کہہ دیجئے کہ (اے لوگو) اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی، اور بیویاں اور کنیت والے اور جو مال کہ تم نے جمع کیا ہے اور وہ تجارت کہ جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور اپنے پسندیدہ مکان (یہ سب چیزیں اگر) تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کے راستہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو وہ غذا الہی کے منتظر رہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (اس کی نسبت) اپنا حکم نافذ کرے۔ ۱۳

ہوگا۔ بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں تمہارا پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ میں نہ اس قسم کی باتیں کرنے کا عادی ہوں اور نہ ایسی باتوں کے جواب دینے کا۔ لیکن اب مجھے مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ آپ کو شرمنا چاہئے، پیچھے آپ پڑے ہیں یا آپ کے اور آپ کے بڑوں کے پیچھے میں پڑا ہوا ہوں۔ جو اپنا گھر بار چھوڑ کر خود آپ کے مرکز بریلی میں ایک سال سے ٹکڑی ہوں۔ اور برابر لٹکار رہا ہوں، مگر جواب میں زبانیں بند ہیں اور قلم شکستہ اور دواتیں خشک۔ اور آج الحمد للہ! اللہ کا نام لے کر میں نے آپ کے خاص قلعہ پر حملہ کیا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ جامعہ رضویہ میں کھڑا ہو کر دامن باطل کی دھجیاں اڑا رہا ہوں۔ پھر اس پر آپ کہتے ہیں کہ میں پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ شرم! شرم! شرم!

معاف کیجئے گا اس وقت آپ کی مثال بالکل اس بے غیرت شخص کی سی ہے جس کو کسی شیخ صاحب نے بازار میں پکڑ لیا تھا، شیخ صاحب کا ہنٹر اس پر چل رہا تھا اور وہ برابر یہی کہے جاتا تھا کہ سیک جی میں چھوڑوں گا نا ہی۔ سیک جی میں چھوڑوں گا نا ہی۔

ہاں اس مرتبہ آپ نے بڑے فخر سے یہ بھی فرمایا ہے کہ ”میں پنجابی ہوں پنجابی“ بے شک میں خوب جانتا ہوں کہ آپ پنجابی ہیں۔ اور اُسی ضلع گورداسپور کے رہنے والے ہیں جہاں کا غلام احمد قادیانی تھا۔ فرق اتنا ہے کہ وہ اپنے کو غلام احمد کہتا تھا اور اس کے باوجود بغاوت کر کے شریک نبوت ہونے کا مدعی بن بیٹھا۔ اور آپ اپنے کو سردار احمد کہتے ہیں۔ اللہ خیر کرے آپ نہ معلوم کہاں تک اڑیں گے۔

خیر یہ تو آپ کی لغویات کا جواب تھا۔ اب اصل بحث کے متعلق سنتے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں ”جیسا“ کا لفظ نہیں ہے لہذا اس میں تشبیہ نہیں ہے۔ اس کے جواب میں پہلے تو آپ نے یہ فرمایا کہ ”جیسا“ اگرچہ لفظوں میں موجود نہیں لیکن یہاں محذوف ہے لیکن جب میں نے آپ کی اس لغو اور نچر بات کا رد کیا اور آپ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے تو اس مرتبہ اُس حذوف

لے یہ مثال حقیقت میں کسی چار کی مشہور ہے۔ مولانا نے ازراہ شرافت کسی چار کا نام نہیں لیا، مگر مولوی

سردار احمد صاحب کا معذبانہ کلام تو اس سے زیادہ کو چاہتا تھا۔ ۱۲ مرتب

کے قصہ کو آپ نے بھی حذف کر دیا۔ اور اب آپ فرماتے ہیں کہ اگرچہ ”جیسا“ کا لفظ وہاں نہیں ہے مگر ”ایسا“ کا لفظ تو ہے۔ لہذا پھر بھی تشبیہ ضرور ہے۔

درحقیقت یہ بھی آپ کا مغالطہ ہے۔ سنتے ! لفظ ”ایسا“ اگر لفظ ”جیسا“ کے ساتھ ہو جب تو وہ تشبیہ ہی کے لئے ہوتا ہے۔ لیکن اگر ”ایسا“ بغیر ”جیسا“ کے ہو تو تشبیہ کے لئے ہونا ضروری نہیں۔ دیکھئے محاورات میں کہتے ہیں کہ ”خدا ایسا قادر مطلق ہے“ اب اس فقویں لفظ ”ایسا“ بغیر ”جیسا“ کے ہے۔ اور تشبیہ نہیں ہے۔ پس حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ”ایسا“ تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ وہ یہاں ”مطلق“ تشبیہ کے ”اتنا“ کے معنی میں ہے۔ اور اس سے مراد وہی مطلق بعض غیوب کا علم ہے۔ جس کو زید اطلاق عالم الغیب کی علت قرار دے رہا ہے۔

اس قدر سمجھ لینے کے بعد حفظ الایمان کی اس عبارت کا مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ میں اپنی پہلی تقریر میں حفظ الایمان کی عبارت کی پوری توضیح کر چکا ہوں۔ اب بار بار اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب دہلوی کے متعلق آپ نے جو مثال پیش کی تھی کہ ان کو کل علوم کی وجہ سے عالم کہا جاتا ہے یا بعض علوم کی وجہ سے۔ اس کا جواب میں پہلے عرض کر چکا ہوں اور اسی کو کچھ زیادہ تفصیل سے پھر عرض کرتا ہوں بغور سنتے۔

عرف عام میں ہر اس شخص کو عالم کہتے ہیں جس کو معتد بہ (یعنی کافی اور اچھی خاصی) مقدار میں دینی علوم حاصل ہوں۔ ہم اسی کا طے سے مولانا اشرف علی صاحب اور دوسرے علماء کو عالم کہتے ہیں۔ نہ کل علوم کی وجہ سے اور نہ مطلق بعض علوم کی وجہ سے۔ بخلاف عالم الغیب کے کہ اس کا اطلاق عرف شریعت یا عرف عام میں خدا کے سوا کسی دوسری ہستی پر کسی حیثیت سے بھی نہیں ہوتا۔ لہذا عبارت حفظ الایمان کا صحیح فوٹو وہ نہیں جو آپ نے پیش کیا بلکہ اس کی

لے واضح رہے کہ لفظ ”ایسا“ کی طرح لفظ ”اتنا“ بھی کبھی تشبیہ کے لئے آتا ہے اور کبھی بلا تشبیہ کے صرف مقدار کے لئے مثلاً کہتے ہیں کہ زید اتنا مالدار ہے جتنا عمرو۔ اس مثال میں ”اتنا“ تشبیہ کے لئے ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ زید اتنا مالدار ہے جس کی حد نہیں۔ یہاں لفظ ”اتنا“ تشبیہ کے لئے نہیں بلکہ مقدار کے لئے ہے۔ ناظرین ہمارے اس نوٹ کو یاد رکھیں۔ ۱۲ مرتب

صحیح مثال وہی (رازق والی) بن سکتی ہے جو میں عرض کر چکا ہوں۔

اپنی اس تقریر میں آپ نے ایک نئی مثال لفظ "قادر" کے اطلاق کی جس کی ہے وہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ عرف عام اور عرف شریعت میں اللہ تعالیٰ کو قادر کہتے ہیں۔ لہذا اس میں اگر اس قسم کی تشقیق کی جاوے گی تو اختلاف لازم آئے گا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب و عرف عام میں کہا جاتا ہے نہ عرف غریب میں۔ لہذا اگر اس کے متعلق یہ تشقیق کی جاوے تو مضائقہ نہیں۔ پس آپ کی یہ دوسری مثال بھی بے موقع ہے۔ علاوہ ازیں یہ لفظ "قادر" میں حفظ الایمان کی یہ تقریر جاری بھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حق تعالیٰ کو قادر اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ بلا احتیاج تمام ممکنات پر قدرت تامہ رکھتا ہے۔ اور جو احق قدرت عامہ کا یہ مطلب سمجھتا ہے کہ مستنعات اور محالات پر بھی قدرت ہو وہ اعلیٰ درجہ کا جاہل ہے۔ نیز خدا کی قدرت ذاتی ہے اور دوسروں کی عرضی اور عطائی سمجھنے والوں کے لئے یہ بھی بہت بڑا فرق ہے۔ افسوس کہ آپ خالق اور مخلوق کے معاملات میں کوئی فرق نہیں سمجھتے اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنے لگتے ہیں۔ درحقیقت یہی آپ کی بنیادی گمراہی ہے۔

یہاں تک تو میں نے آپ کی تقریر کا مختصر مگر کچھ اللہ کافی اور شافی جواب دے دیا۔ اس کے بعد نفسِ محبت کے متعلق ایک چیز اور عرض کرتا ہوں۔

یہ تو حضرات حاضرین کو اس وقت تک کی گفتگو سے معلوم ہو چکا ہو گا کہ میرے اور مولوی سردار احمد صاحب کے درمیان اصول اور مسئلہ کا اختلاف نہیں ہے کیونکہ اس پر ہم سب متفق ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور آپ کی شان میں ادنیٰ گستاخی کفر بلکہ اشد کفر ہے۔ بلکہ اس وقت اختلاف صرف یہ ہے کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کا مطلب کیا ہے۔ اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں۔ (اور جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین میں لکھا ہے) جب تو ہمارے نزدیک بھی وہ موجب کفر ہے۔ اور اگر اس کا مطلب وہ ہو جو میں عرض کر رہا ہوں تو مولوی سردار احمد صاحب کے نزدیک بھی اس سے کفر ثابت نہیں ہوتا بہر حال اختلاف صرف اس عبارت کے مطلب میں ہے۔ اور دنیا بھر کے عقل مندوں کا مسئلہ اصول ہے کہ مصنف ہی اپنی تصنیف کا مطلب سب سے زیادہ صحیح سمجھ سکتا ہے۔ غالب کے اشعار کا جو مطلب خود غالب نے سمجھا دوسرے لوگ یقیناً ایسا نہیں سمجھ سکتے

تصنیف را مصنف نیکو کند بیان

اسی اصول کے ماتحت مرے اور مولوی سردار احمد صاحب کے اختلاف کا فیصلہ بہت آسانی سے ہو سکتا

ہے۔ حفظ الایمان کے مصنف حضرت مولانا اشرف علی صاحب مظہر مجدد اللہ حیات میں ان سے دریافت کیا جاسکتا ہے۔ کہ اس عبارت کا مطلب ان کے نزدیک کیا ہے۔ اور کس مقصد کے لئے انہوں نے یہ عبارت لکھی ہے؟ اور اگر اتنی بھی تکلیف گوارا نہ کی جاسکے تو ان کا مطبوعہ رسالہ ”بسط البنان“ دیکھ لیا جائے۔ اس میں مولانا مدد ورج نے خود اپنی اس عبارت کا مطلب بیان کیا ہے۔ اور مجدد اللہ وہ وہی ہے جو میں عرض کر رہا ہوں۔ اگر دیکھا جائے اور خدا کا خوف ہو تو اس نزاع کا فیصلہ اس طرح بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد میں اسی بسط البنان کی ابتدائی چند سطریں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

یہ بسط البنان حضرت مولانا نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمائی ہے۔ سوال یہ تھا کہ۔

”مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی ”حسام الحرمین“ میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے ”حفظ الایمان“ میں اس کی تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر سچے کو اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چوپائے کو حاصل ہے۔

۱۔ کیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟

۲۔ اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے؟

۳۔ یا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے۔ اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارۃً مفاد عبارت

۴۔ تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا مراحۃً یا اشارۃً کہ اے آپ مسلمان کہتے ہیں یا کافر؟

مولانا کا جواب ملاحظہ ہو۔

۱۔ میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی کبھی اس مضمون کا خطرہ نہیں گزرا۔

۲۔ میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا۔

۱۳ جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا، تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے۔

۱۴ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارتاً یہ بات کہے میں اس شخص کی خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی (بسط البنان: ص ۲)

اس کے بعد حضرت مولانا نے کسی قدر تفصیل کے ساتھ حفظ الایمان کی عبادت کا مطلب بھی لکھا ہے اور وہ کچھ ایسا ہی ہے جو میں عرض کر چکا ہوں۔ آپ غور فرمائیں کہ حضرت مولانا مظلہ کی ان تصریحات کے بعد کیا گنجائش باقی رہتی ہے فَبَآئِ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ۔ پس اس کے بعد کس بات پر ایمان لاؤ گے۔

اس کے بعد بھی اگر کسی مریض قلب کی شفا نہ ہو اور وہ شفا کا طالب ہو تو میں اس سے انخیر یہ اور عرض کروں گا کہ وہ ایک دو دن کے لئے خود کھانا بھون چلا جائے اور سختی پرستی کی آنکھ سے حضرت مولانا کے حالات کا مطالعہ کرے اور دیکھے کہ آقائے کونین سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار غلام، اور اطاعت شعار امتی ایسے ہوتے ہیں۔ میں مجد اللہ یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر خدا نے دل پر مہر نہ لگا دی ہوگی تو انشاء اللہ ضرور بالضرور عارف حافی کی زبان میں یہی کہتا ہوا آئے گا۔

چنیں کہ دند د خلقے درتاشا ہمیں گفتند حاشا ثم حاشا

کزین روئے نیکو بدکاری آید وزین دل دار دل آزاری آید

حضرات! آپ نے دیکھ لیا، اس مرتبہ بھی مولوی منظور صاحب

مولوی سردار احمد صاحب نے دغظ میں اور ادھر ادھر کی باتوں میں دقت گزار دیا اور میری

باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مولوی صاحب! میں کہتا ہوں حضرت غوث پاک کا۔ میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑ

سکتا۔ آپ جدھر کو دوڑیں گے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ادھر ہی کو دوڑوں گا۔

آپ کہتے ہیں کہ ”ایسا“ اگر بغیر ”جیسا“ کے ہو تو تشبیہ کے لئے نہیں آتا۔ اچھا بتلاتے اگر ہم یوں کہیں کہ مولوی منظور

صاحب کا علم کتے ایسا ہے۔ یا مولوی اشرف علی صاحب کا علم گدھے ایسا ہے، تو اس میں تشبیہ ہوگی یا نہیں؟

آپ کے کہنے کے مطابق تو اس میں تشبیہ نہ ہوگی تو کیا آپ اس کو گوارا کریں گے؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ کبھی بھی گوارا نہیں کریں گے۔ اور ابھی شور مچا دیں گے کہ سردار احمد نے ہم کو گالی دے دی، اور ہمارے علم کو کتے اور گدھے کے برابر بتلادیا، پھر حجب حفظ الایمان میں بھی یہی ”ایسا“ کا لفظ موجود ہے تو آپ اس میں کیوں تاویلیں کرتے ہیں؟ اور صاف مولوی تھانوی صاحب کے کفر کا اقرار کیوں نہیں کر لیتے؟ کیا حضورؐ کی عزت اتنی بھی نہیں ہے جتنی کہ آپ کی؟ یا آپ کے تھانوی صاحب کی؟

اس تقریر میں آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ لفظ ”ایسا“، بلا تشبیہ کے ”اتنا“ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ آپ اس کو محاورات اور لغت سے ثابت کیجئے۔ مولوی صاحب! حفظ الایمان اردو زبان میں ہے وہ ایرانی یا تورانی میں نہیں ہے۔ اس میں آپ کی یہ تاویلیں نہیں چل سکتیں۔

میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ اگر کوئی شخص مولوی تھانوی صاحب کی نسبت یوں کہے کہ ان کو عالم کیوں کہا جاتا ہے؟ کل علوم کی وجہ سے یا بعض علوم کی وجہ سے؟ تھانوی صاحب کو کل علوم کا حاصل ہونا تو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے باطل ہے۔ اور اگر بعض کی وجہ سے کہا جاوے تو اس میں تھانوی صاحب کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا بعض علم تو گدھے کو بھی ہے، کتے کو بھی ہے، سور اور بندر کو بھی ہے۔ تو اس میں تھانوی صاحب کی توہین ہوگی یا نہیں؟ آپ نے ابھی تک اس کا کوئی صاف جواب نہیں دیا۔ جو کچھ آپ کے دل میں ہے آپ صاف کیوں نہیں کہہ دیتے، آپ چھپاتے کیوں ہیں؟

مولوی صاحب! یہاں آپ کی چالاکیوں سے کام نہیں چلے گا، میں بڑا میٹرھا پنجاہی ہوں۔ یاد رکھئے جب تک میں آپ سے تھانوی صاحب کے کفر کا اقرار نہیں کرالوں گا، اور تو بہ نہیں کرالوں گا، اس وقت تک آپ کا پیچھا چھوڑ نہیں سکتا۔

آپ نے اس مرتبہ تھانوی صاحب کی لبس البنان کی بھی عبات پڑھی ہے بس اسی سے ہمارا آپ کا فیصلہ ہو گیا۔ دیکھئے انہوں نے خود لکھ دیا کہ جو شخص حضورؐ کی شان میں ایسا کفر کہے کہ غیب کا علم جیسا حضورؐ کو ہے، ایسا ہر یک ہر پاگل اور ہر جانور کو حاصل ہے، تو وہ خارج از اسلام ہے۔ ہم بھی بس یہی کہتے ہیں۔ دیکھئے حق کی طاقت یہ ہے حضرت غوث پاکؒ کی کرامت یہ ہے۔ کہ خود تھانوی صاحب ہی کے منہ سے ان کا کفر قبول کر والیا۔ میں ثابت کر چکا ہوں

کہ حفظ الایمان میں ایسا لکھا گیا ہے۔ اور تھانوی صاحب اقرار کرتے ہیں کہ ایسا لکھنے والا خارج از اسلام ہے۔ تو نتیجہ صاف یہ نکلا کہ تھانوی صاحب خارج از اسلام ہیں۔ اور ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ خارج از اسلام کا لفظ بول رہے ہیں اور ہم ٹھیکٹ کا فرکہ رہے ہیں۔ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔

اچھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مولوی منظور صاحب نے اپنی اس تقریر میں تھانوی صاحب کی بڑی بڑی تعریفیں کی ہیں۔ یہ مولوی صاحب کی

دورنگی چال ہے۔ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ حضورؐ کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرنے والا کافر ہے، ملعون ہے، واجب القتل ہے

اور دوسری طرف تھانوی صاحب کو اپنا سرتاج مانتے ہیں اور لوگوں کو ان کے مرید بننے کی دعوت دیتے ہیں۔ حالانکہ انہوں

نے حضورؐ کی شان میں نہایت گندی گالیاں لکھی ہیں، جیسا کہ میں ثابت کر چکا ہوں۔ اور دربار رسالت میں ان کی گالی

ایک یہی نہیں ہے اس کے علاوہ بھی ان کے بہت سے کفریات ہیں۔ وہ تو اپنا کلمہ بھی پڑھواتے ہیں۔ دیکھئے ان کے رسالہ

در الامداد میں ایک واقعہ چھپا ہے۔ کہ ان کا ایک مرید دن بھر لا الہ الا اللہ اشرف علی

رسول اللہ رٹتا رہا۔ اور مولوی تھانوی صاحب نے اس کو کچھ بھی تنبیہ نہیں کی بلکہ اس کی خوش اعتقادگی کی اور داد

دی، اور صاف لکھ دیا کہ

”اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ قبیح سنت ہے“

اور سنئے خود تھانوی صاحب نے اپنا ایک واقعہ لکھا ہے کہ۔ خواب میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ان کے گھر میں تشریف لائیں۔ اور اس کی تعبیر انہوں نے یہ نکالی۔ کہ کسی کم سن لڑکی سے میرا نکاح ہوگا۔

مسلمان اپنے کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر سوچیں، اس سے بڑھ کر گستاخی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کوئی شریف آدمی بھی خواب

میں ماں کو دیکھ کر جو رو کی تعبیر نہیں نکالے گا۔

مولوی صاحب آپ کہاں تک جواب دیں گے۔ ابھی تو میں نے آپ کے تھانوی صاحب کے تین ہی کفر گناتے ہیں

اور ابھی سینکڑوں باقی ہیں۔

آپ سے ابھی تک حفظ الایمان کا کفر ہی نہیں اٹھ سکا۔ اب یہ دو کفر آپ پر اور سوار ہو گئے۔ مگر یاد رکھئے کہ

ان کا جواب بھی آپ قیامت تک نہیں دے سکیں گے۔

مخبر اسٹے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

مولانا محمد منظور صاحب

معلوم ہوتا ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب کے قلم کھانے ہیں

کہ اپنی ہر تقریر میں یہ ضرور فرمایا کریں گے کہ منظور نے میری کسی بات

کا جواب نہیں دیا۔ مسلمانان بریلی کو یاد ہوگا کہ اب سے کئی ماہ پیشتر پنڈت گوپی چند صاحب سے بریلی ہی میں میرا مذاکرہ ہوا تھا۔ وہ اعتراضات پیش کرتے تھے اور میں بخونہ تعالیٰ جواب دیتا تھا۔ لیکن اپنی ہر تقریر میں وہ یہ ضرور فرما دیتے تھے کہ مولوی صاحب نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بھی حق کے مقابلہ کے لئے آتا ہے وہ ایسا ہی سختی پر ہٹ دھرم ہوتا ہے۔ تشابہت قلوب ہم۔

اس تقریر میں آپ نے پھر فرمایا کہ میں پچھا نہیں چھوڑوں گا۔ اس کا صحیح گروندان شکن جواب پالینے کے بعد پھر اسی کو منہ پر لانا آپ ہی کی جرات اور غیرت ہے۔ آپ کے ساتھیوں کو چاہئے کہ اس دیدہ دلیری پر آپ کی خوب کڑھولیں۔ اس مرتبہ آپ نے پھر حضرت مولانا تھانوی کے متعلق وہی مثال پیش کی ہے۔ میں دو بار اس کا مفصل جواب دے چکا ہوں۔ اور اس میں، اور حفظ الایمان کی عبارت میں فرق بیان کر چکا ہوں۔ بار بار جواب پالینے کے بعد پھر اسی کو ذکر کرنا ترش چھاچھ کا بلونا ہے۔ اور اگر واقعی آپ کی سمجھ میں وہ فرق نہیں آیا، تو آپ کے مدرسہ کے شیخ الحدیث مولوی عبدالعزیز صاحب آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں، میں ان کو جانتا ہوں، اور میرا خیال ہے کہ انہوں نے ضرور اس فرق کو سمجھ لیا ہوگا۔ آپ ان سے دریافت کیجئے، اور اگر پھر بھی سمجھ میں نہ آوے تو اپنی عقل پر ماتم کیجئے۔

لفظ ”ایسا“ کے متعلق میرا یہ دعوے نہیں ہے کہ وہ بغیر ”جیسا“ کے تشبیہ کے لئے آتا ہی نہیں۔ بلکہ میرا دعوہ یہ ہے کہ اگر ”ایسا“ بغیر ”جیسا“ کے ہو تو تشبیہ کے لئے ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس صورت میں وہ تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

میرے متعلق جو مثال آپ نے پیش کی ہے اس میں لفظ ”ایسا“ بے شک تشبیہ ہی کے لئے ہے۔ اور میری یا مولانا تھانوی کی ہی خصوصیت نہیں، بلکہ آپ سے سیکھ کر اگر کوئی بدتمیز اور بدتمذیب مولوی احمد رضا خان صاحب کے متعلق یہ

کے کہ ان کا علم سَوْر ایسا تھا گدھے ایسا تھا تو بے شک اس نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کی سخت توہین کی۔ کیوں کہ از روئے محاورات ایسے موقع پر لفظ "ایسا" تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ لیکن اس سے لازم نہیں آتا کہ لفظ "ایسا" ہر جگہ تشبیہ ہی کے لئے ہو، بلکہ جس طرح کہ میں عرض کر چکا ہوں۔ وہ بعض اوقات بغیر تشبیہ کے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں بھی جیسا کہ میں بدلائل قاہرہ ثابت کر چکا ہوں، وہ بغیر تشبیہ کے "اتنا" کے معنی میں ہے۔ اور اس سے مطلق بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ آپ نے مجھ سے "ایسا" بمعنی اتنا مستعمل ہونے کا ثبوت لغت اور محاورات سے طلب کیا ہے۔ یہ مطالبہ آپ کا بے شک صحیح ہے۔ سنئے !

امیر مینائی مرحوم نے امیر اللغات جلد دوم صفحہ ۳۷۲ پر لفظ "ایسا" کی کابل تحقیق کی ہے اور اس کے چند معنی بیان کئے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک معنی یہ بھی بیان کئے ہیں جو میں نے عرض کئے۔ اس موقع پر ان کی عبارت یہ ہے۔

ایسا (معنی) اتنا۔ اس قدر۔ فقرہ ایسا مارا کہ ادھ مڑا کر دیا۔ شعر سے

اس بادہ کشش کا جسم ہے ایسا لطیف و صاف
(برق) زتار پر گمان ہے موج شراب کا

لیجئے اب تو میں نے لغت سے ثابت کر دیا کہ "ایسا" بلا تشبیہ کے اتنا کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور اردو کے نظم و

نثر کے محاورات میں ان معنی میں اس کا استعمال شائع ہوا ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ مصنف حفظ الایمان حضرت مولانا اشرف علی صاحب خود ایسے شخص کو کافر سمجھتے ہیں جو

مستورہ کے علم شریف کو جانور دل اور پاگلوں کے برابر بتلاتے۔ اور اس کے ثبوت میں میں نے بسط البنان کی عبارت پڑھی تھی

اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ مولوی اشرف علی صاحب نے خود اپنے کفر کا اقرار کر لیا۔ اَنَا لِلّٰہ وَاَنَا اِلَیْہِ

راجعون۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی شریر آدمی مولوی حامد رضا خان صاحب سے کہے کہ آپ سود لیتے

ہیں اور حرام کھاتے ہیں۔ وہ اس کے جواب میں فرمائیں کہ یہ بالکل غلط ہے میں نے آج تک کبھی ایک پانی بھی کسی سے سود

کی نہیں لی، میں تو سود کو حرام اور سود خوار کو جہنمی سمجھتا ہوں۔ اس پر وہ کہیں شریر اعلان کر دے کہ مولوی حامد رضا خان

نے خود اپنے حرام خور اور جہنمی ہونے کا اقرار کر لیا۔ تو کیا یہ اس کا پا جی پن نہ ہوگا۔ مہربان من! یہ مناظرہ کا پیٹ فلم

ہے۔ یہاں کچھ سوچ سمجھ کر بات کما کیجئے۔

اس مرتبہ آپ نے عاجز اگر حفظ الایمان کی بحث سے گریز کر کے دوسری دو غلطی چھیڑی ہیں۔ چونکہ میرا وقت قریب الختم ہے۔ اس لئے اس وقت نہایت مختصر جواب پر اکتفا کرتا ہوں۔

افسوس ہے کہ اس موقع پر بھی آپ نے نہایت شرمناک افتراء پردازی سے کام لیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ۔

مولوی اشرف علی صاحب کا ایک مرید دن بھر "لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ" رٹا رہا۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)
یہ محض آپ کا افتراء اور نہایت حیا سوز افتراء ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے جو آپ کے پنجاب ہی کا رہنے والا تھا

خواب دیکھا کہ وہ کل اس طرح پڑھ رہا ہے۔ اور یہ مسئلہ مسئلہ ہے کہ خواب کی بات پر کوئی حکم شرعی عائد نہیں ہوتا۔ اگر کوئی کافر خواب میں اسلام لے آئے تو اس کا اسلام معتبر نہیں۔ اور اسی طرح اگر کسی مسلمان سے خواب میں کلمات کفر

سرزد ہو جائیں تو وہ ان کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں ہے "لا تقرب فی النوم"

یعنی جرم جرم نہیں۔ آپ ہی بتلائیے کہ اگر کوئی شخص خواب میں زنا کرے کیا آپ اس پر حد جاری کریں گے؟

بہر حال یہ کلمات اس شخص سے صرف حالت خواب میں سرزد ہوئے تھے، لہذا اس پر کفر عائد نہیں ہوتا۔ نیز ان

کے علاوہ جو دوسرے کلمات خواب کے بعد اضطراری حالت میں اس شخص کی زبان سے نکلے مثلاً یمن کا ابھی آپ نے ذکر نہیں کیا، ان کی وجہ سے بھی اس کی تکفیر نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ بلا اختیاراً خطاً جو کلمات کفر کسی کی زبان سے سرزد ہو جائیں وہ بھی شریعت میں موجب کفر نہیں۔

لے فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتاب شامی میں امام ابن الہمام کی تحریر الاصول کے حوالہ سے منقول ہے کہ تبطل

عبارات من الاسلام والردة والطلاق ولم توصف بخبر ولا افتراء وصدق وكذب كالحان الطيور
سونے والے کا کلام (مثلاً) اسلام لانا یا مرتد ہو جانا، یا طلاق دینا، یہ سب لغو اور بیکار ہے۔ نہ اس کو خبر کہا جاسکتا ہے نہ افتراء اور نہ سچ نہ جھوٹ، مثل پرندوں کی آواز کے۔ مرتب

سے حدیث شریف میں ہے رفع عن امتی الخطأ والنسیان یعنی خطا اور نسیان پر میری امت سے مواخذہ نہ

ہوگا۔ اور شامی میں ہے ومن تکلم بلامخطأ او مکرهالا یکفر عند الكل جس سے کلمہ کفر خطاً (یعنی بلا قصد و

علی ہذا جو دوسرا خواب ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آپ نے ذکر کیا ہے۔ اس میں بھی نہایت شرمناک غلط بیانیوں سے کام لیا ہے۔ ایک جھوٹ تو آپ نے یہ بولا کہ مولانا اشرف علی صاحب نے خواب دیکھا، حالانکہ یہ آپ کا خالص جھوٹ ہے۔ وہ خواب کسی دوسرے شخص کا ہے۔ پھر آپ نے جو توہین آمیز اور بازاری الفاظ ادا کئے وہ بھی محض آپ کے تصنیف کردہ ہیں۔ حضرت مولانا تھانوی ان سے بری ہیں۔ رہا آپ کا اعتراض کہ خواب میں ام المؤمنین کی تشریف آوری سے جدید نکاح کی تعبیر کیوں اور کس طرح نکالی گئی، سو یہ فنِ تعبیر سے آپ کی جہالت اور ناواقفیت ہے جس کی کوئی شکایت نہیں۔

علامہ عبد الغنی نابلسیؒ اپنی کتاب ”تعلیل الانام بتعبیر المنام“ میں ارقام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خواب دیکھے کہ ازواجِ مطہرات اہمات المؤمنینؓ میں سے کوئی اس کے گھر میں تشریف لائی ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کسی نیک عورت سے اس کا نکاح ہوگا۔

اب فرمائیے کہ ان علامہ کے متعلق کیا فتوے ہے۔ جو صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ہی نہیں بلکہ تمام اہمات المؤمنین کی تشریف آوری کی سب سے تعبیر لکھ رہے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ وہی عبد الغنی نابلسی ہیں، جن کو آپ کے اعلیٰ حضرت اپنی تصانیف میں کمین ”امام“ علامہ ”عارف باللہ“ اور کسی جگہ ”علامہ جلیل القدر، عظیم الفخر امام ظاہر و باطن رحمہ اللہ وغیرہ وغیرہ اعلیٰ خطابات سے یاد فرماتے ہیں۔

پس اگر واقعی آپ کے نزدیک مولانا تھانوی مظلّم اس تعبیر کی وجہ سے کافر ہیں تو اب ان علامہ کو ڈبل کافر کہنے اور چونکہ آپ کے اعلیٰ حضرت ان کے مدّاح ہیں اور ان کو امام ظاہر و باطن تسلیم کر رہے لہذا ان کو بھی کافر کہنے۔

چہ خواہی گفت قربانت شوم تا من ہمال گویم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اختصار، سرزد ہو جائے یا کوئی زبردستی کہلوائے تو ایسی صورت میں کسی کے نزدیک بھی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ شامی صفحہ ۲۸۵: اس بحث کی مکمل اور لاجواب تحقیق جس کے بعد کسی معاند کو بھی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

”سیفِ میانی“ میں تقریباً ۳۰، ۳۵ صفحات پر کی گئی ہے ناظرین اس کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲ مرتب۔

۱۔ ملاحظہ ہو خان صاحب کا رسالہ ”بریق النار“ صفحہ ۶، ۷، ۸، ۱۲ مرتب

دوسرے دن کا مناظرہ ختم ہوا

واضح رہے کہ ہم نے ہر دو مناظروں کی بعض وہ تقریریں جن میں مضامین کی محض تکرار تھی ذکر کرنے سے چھوڑ دی ہیں

اور درحقیقت ان کو نقل کرنے میں بے کار طوالت کے سوا کوئی فائدہ بھی نہ تھا۔ نیز لفظ میں کو بھی یہ خیال ہوگا کہ مولوی سردار احمد صاحب کی تقریریں مولانا محمد منظور صاحب کے مقابلہ میں عموماً مختصر ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہوئی کہ مولوی سردار احمد صاحب بعض اوقات اپنے وقت سے بہت پہلے تقریر ختم فرما دیتے تھے۔ چنانچہ ان کے بعض تقریریں صرف تین منٹ اور چار منٹ کی بھی ہوتیں، بخلاف مولانا محمد منظور صاحب کے کہ آپ کی ہر تقریر کا وقت میں ہوتی تھی اور پھر بھی آپ کو وقت کی تنگی کی شکایت رہتی تھی۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب اکثر و بیشتر ایک ہی تقریر میں ایک بات کو تین تین اور چار چار دفعہ دوہراتے تھے جس کی شہادت خود ان کی جماعت بھی دے سکتی ہے۔ ہم نے ان کی اس بے کار تکرار کو، قلم بند کرنا غیر ضروری سمجھا۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ مولانا محمد منظور صاحب مولوی سردار احمد صاحب کے مقابلہ میں بولتے بھی بہت تیزی سے تھے۔ اس کی شہادت بھی موافق و مخالف پبلک سے لی جاسکتی ہے۔ بہر حال ہر دو صاحبان کی تقریروں کی مقدار میں جو تفاوت ہے وہ ان وجوہات سے ہے۔



مناظرہ

کا ————— قیصر — دن

۲۲ محرم الحرام ۱۳۵۴ یومِ شنبہ

(بعد خطبہ)

مولوی سردار احمد صاحب

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝

حضرات ! کل سے مولوی منظور احمد صاحب پر میرا مطالبہ قائم ہے اور وہ ابھی تک اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ میرا دعوئے ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب نے حفظ الایمان میں حضور سید عالم نور مجسم شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے اور آپ کے علم اقدس کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا ہے۔ میں کل سے برابر اس کو ثابت کر رہا ہوں۔ اور مولوی منظور صاحب نہ اس کو رد ہی کرتے ہیں اور نہ حفظ الایمان کے اس کفری مضمون سے توبہ ہی کرتے ہیں۔ لیجئے اب میں پھر اس عبارت کو پڑھ کر سناتا ہوں۔

(اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے حفظ الایمان کی عبارت پڑھ کر سنائی اور اس کے بعد فرمایا)
دیکھئے ! اس میں صاف ”ایسا“ کا لفظ موجود ہے لہذا ضرور اس میں تشبیہ ہے۔ اور بے شک حضور کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ مولوی منظور صاحب نے کل فرمایا تھا کہ یہاں لفظ ”ایسا“ اتنا“ کے معنی میں ہے۔ لیجئے اب تو میرا اعتراض اور زیادہ واضح ہو گیا۔ آپ کے اس قول پر تو حفظ الایمان کی عبارت کا صاف مطلب یہ ہو گا کہ۔

”غیب کی باتوں کا جتنا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اتنا ہر بچہ کو اور ہر جانور اور ہر

پاگل کو ہے“

لیجئے مولوی صاحب اب تو آپ نے خود میرے دعوے کو ثابت کر دیا۔

جادو وہ ہے جو سر پہ پڑھ کے ہو سکے

مولوی صاحب ! یہ آپ کی کمزوری نہیں ہے یہ حضرت غوث پاک کی کرامت ہے ، یہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برکت ہے۔ دیکھئے جو انہوں نے حسام اکھرین میں لکھا تھا۔ اب خود آپ نے اپنی زبان سے اس کا اقرار کر لیا۔ اعلیٰ حضرت کا دعوے بھی تو یہی تھا کہ حفظ الایمان میں حضور کے علم شریف کو جانوروں اور پانگوں کے برابر بتلایا ہے۔ کل آپ نے خود تسلیم کر لیا کہ حفظ الایمان میں ”ایسا“ کا لفظ ”اتنا“ اور اس قدر“ کے معنی میں ہے۔ تو اب حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب صاف ہو گیا کہ۔

”غیب کی باتوں کا جتنا علم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ”ایسا“ یعنی بقول آپ کے ”اتنا“ اور اس قدر“ ہر یکے اور ہر پاگل اور ہر جانور کو حاصل ہے“ اب تو آپ نے خود اقرار کر لیا ، اب تو توبہ کر کے مسلمان ہو جائیے۔

مولوی صاحب ! آپ اسی قابلیت پر اعلیٰ حضرت حجتہ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب سے مخاطب کرتے تھے ، آج ان کے ایک ادنیٰ غلام نے آپ کی زبان سے اقرار کر لیا ، کہ حفظ الایمان کی عبارت کا وہی مطلب ہے جو اعلیٰ حضرت نے حسام اکھرین میں لکھا ہے۔ اور جس کی وجہ سے تکفیر کی ہے۔ آپ نے کل مولوی اشرف علی بسط البنان کی عبارت پڑھی تھی جس میں صاف اقرار تھا کہ ”جو شخص حضور کے علم غیب کو جانوروں اور پانگوں کے برابر بتلائے وہ خارج از اسلام ہے“ اور آپ نے مان لیا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں لفظ ”ایسا“ ”اتنا“ اور ”اس قدر“ کے معنی میں ہے۔ جس سے یہ بات بالکل ثابت ہو گئی کہ حفظ الایمان میں حضور کے علم شریف کو ، جانوروں اور پانگوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ لہذا اب مولوی اشرف علی صاحب خود اپنے اور آپ کے اقرار سے کافر ٹھہرے۔ ایسے ہی کافروں کے حق میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ یکفرون با فواہرہم یعنی وہ خود اپنے منہ سے کافر بنتے ہیں۔

لے جو قرآن حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور جو مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اس میں کہیں یہ آیت موجود نہیں۔

اجبھا ہے پاؤں یار کا زلف درانی میں۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد بھینس گئے

مولوی منظور صاحب نے پہلے یہ بھی کہا تھا کہ چونکہ حفظ الایمان کی عبارت میں ”ایسا“ بغیر ”جیسا“

کے ہے لہذا تشبیہ کے لئے نہیں۔ مگر جب میں نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص آپ کے یا آپ کے مولوی

تھانوی صاحب کے متعلق کہے کہ ”ان کا علم گدھے ایسا ہے“ تو اس میں تشبیہ اور آپ کی توہین ہوگی یا نہیں؟

تو بہت دیر تک مولوی صاحب اس کے جواب میں ٹال مٹول کرتے رہے۔ لیکن جب مولوی صاحب نے سمجھا

کہ سردار احمد پنجابی ہے وہ جواب لئے بغیر پیچھا نہیں چھوڑے گا تو آپ نے کل آخر میں اس کا جواب دیا اور تسلیم

کر لیا کہ اس میں تشبیہ اور توہین ہے۔ آپ سب لوگوں کو مولوی صاحب کی یہ بات یاد ہوگی۔

بس مسلمانو! اب خود فیصلہ کر لو۔ وہی ”ایسا“ بغیر ”جیسا“ کے اگر مولوی منظور صاحب یا

مولوی تھانوی صاحب کی شان میں بولا جائے تو اس سے ان صاحبوں کی توہین ہو جائے۔ او وہی لفظ جب حضورؐ

کے متعلق مولوی تھانوی صاحب لکھ دیں تو اس میں حضورؐ کی کچھ توہین نہ ہو۔

اللہ اکبر۔ مولوی منظور صاحب اور تھانوی صاحب کی عزت حضورؐ سے بھی زیادہ ہوئی۔ کیوں مولوی

صاحب یہی ہے آپ کا دھرم۔

بعد خطبہ ماثورہ، اللهم رب جبرئیل و میکائیل

مولانا محمد منظور صاحب

منزل التوراة والانجیل والقرآن العجیل

فاطر السموات والارض انت تحكم بین عبادك فیما هم فیہ یختلفون

اهدنا لما اختلف فیہ من الحق باذنك اذک تهدی من تشاء الی صراط مستقیم

بسم الله الرحمن الرحیم

میرا خیال تھا کہ اس بتیں گھنٹے کی فرصت میں مولوی سردار احمد صاحب نے کوئی خاص تیاری کی ہوگی۔ او

وہ کچھ نئی نئی باتیں سوچ کر لائے ہوں گے، مگر

غلط بود آنچه ما پنداشتیم

مولوی صاحب کی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آپ آج بھی اسی منزل میں ہیں جس میں آپ کل تھے۔ بخدا مجھے حیرت ہوتی ہے کہ جن باتوں کا آپ بار بار جواب پانچکے پھر کس طرح حال کو زبان پر لاتے ہیں۔ اور غضب یہ ہے کہ ہر بار آپ یہ فرماتے ہیں کہ میری کسی بات کا جواب نہیں دیا گیا۔ صحیح بخاری شریف اور دوسری کتب حدیث میں ایک روایت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری مرض میں وفات شریف سے تین چار روز قبل ایک دن فرمایا کہ ایک کاغذ لاؤ میں تم کو ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ تم اس کے بعد کبھی گواہ نہ ہو گے اس کے بعد صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں ”قَالُوا هَجَرَ اسْتَفْهَمُوهُ“ یعنی حاضرین نے (یا حاضرین میں سے کسی نے) کہا ”آپ سے پوچھو تو سہی کیا آپ نے ہم کو چھوڑ دیا؟“

کنے والے کا مطلب یہ تھا کہ کیا حضور ہمیشہ کے لئے ہم سے مفارقت اختیار فرما رہے ہیں جو اس قسم کا وصیت نامہ لکھنا چاہتے ہیں ؟

اس روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ وہاں حاضرین میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ اب شیعہ صاحبان جو بزرگان دین کی تکفیر میں آپ کے بھی استاد ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ کافر ثابت کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ یہ قول ”هَجَرَ اسْتَفْهَمُوهُ“ اٹھی کا ہے اور اس میں جو ”هَجَرَ“ کا لفظ ہے وہ ”هَجَرَ“ سے مشتق ہے جس کے معنی ”سیودہ ہو اس“ کے ہیں۔ اور معاذ اللہ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ ”حضور نے ہڈیاں بکا“ (نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ مِثْلِ هَذِهِ الْكَلِمَةِ الْخَبِيثَةِ)۔

شیعہ صاحبان کو یہ اعتراض پیش کیے سینکڑوں برس ہو گئے اور اس وقت سے اب تک اہلسنت نے ہزار ہا مرتبہ تحریریں اور تقریریں میں ان کے اس ناپاک افتراء کے نہایت معقول اور دندان شکن جوابات دیئے جو آج تک لاجواب ہیں۔ مگر شیعہ صاحبان آج تک یہی گاتے جاتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے (معاذ اللہ) ضرور توہین کی۔ اور آپ کو ”ہڈیاں گو“ بتلایا۔ ان کو بار بار بتلایا گیا کہ یہ لفظ ”هَجَرَ“ ”هَجَرَ“ بمعنی ہڈیاں گوئی سے مشتق نہیں ہے بلکہ ”هَجَرَ“ بمعنی جہائی سے مشتق ہے۔ اور بعد میں ”اسْتَفْهَمُوهُ“ کا لفظ اس کا قرینہ بھی موجود ہے۔ کیونکہ ہڈیاں دلے سے استفہام ممکن نہیں۔ لہذا یہ ”هَجَرَ“ ”هَجَرَ“ اور ”هَجَرَ“ سے مشتق ہے۔ جو وصال کے مقابلہ میں آتا ہے۔ اور اس قول کا صحیح اور واقعی مطلب وہی ہے کہ کیا حضور کا ارادہ ہم کو داغ مفارقت دینے کا ہے یا

آپ سے دریافت تو کرو !

لیکن شیعہ صاحبان بقول شخصے ” مرغی کی ایک ٹانگ “ یہی کہے جاتے ہیں کہ نہیں صاحب ! ہجر کے معنی تو ” پیسودہ بکواس “ ہی کے ہیں اور اس میں ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے لہذا معاذ اللہ (حضرت عریضیا کافر اور خارج از اسلام ہیں۔

بہر حال شیعہ صاحبان بھی آپ کی طرح صد ما مرتبہ جواب پانے کے بعد یہی کہے جاتے ہیں۔ زبان ہم سے ان کی پکڑی گئی نہ آپ کی پکڑی جاسکتی ہے لیکن یہ خود آپ کا ضمیر جانتا ہوگا کہ آپ کی ہر بات کا کیسا لاجواب جواب دیا جا رہا ہے۔ میں کل لغت اور محاورات سے ثابت کر چکا کہ ” ایسا “ تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں بھی وہ تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔ لیکن آپ اپنے شیعہ بھائیوں کی طرح یہی کہے جاتے ہیں کہ نہیں ” ایسا “ تو تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں ضرور توہین ہے۔ اب اس ضد اور مہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ منظور نے اقرار کر لیا کہ حفظ الایمان میں حضور کے علم شریف کو جا توڑوں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس سے زیادہ سفید جھوٹ اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس چیز کو میں کل سے بار بار رد کر رہا ہوں۔ آج آپ اسی کو میرے ذمہ رکھ رہے ہیں۔

میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ حفظ الایمان میں ” جیسا “ کا لفظ نہیں ہے۔ اگر اس میں ” جیسا “ ہوتا تو ” ایسا “ کا تشبیہ کے لئے ہونا ضروری ہوتا۔ اس کے جواب میں پہلے تو آپ نے فرمایا کہ ” جیسا “ یہاں مخدوف ہے لیکن جب میں نے آپ کی اس لغو بات کو رد کیا تو آپ نے فرمایا کہ ” ایسا “ اگر بغیر ” جیسا “ کے ہو جب بھی تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ پھر جب میں نے آپ کی اس بات کی تردید کی اور ثابت کیا کہ ” ایسا “ تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں وہ بلا تشبیہ کے ” اتنا “ کے معنی میں مستعمل ہے تو آپ نے مجھ سے اس کا ثبوت طلب کیا کہ ” ایسا “ بلا تشبیہ کے ” اتنا “ کے معنی میں کہاں آتا ہے ؟ چنانچہ میں نے اس کو

لغت اور نظم و نثر کے محاورات سے ثابت کر دیا جس کا آپ کو کوئی جواب نہ دے سکے۔ اب اس تقریر میں آپ نے یہ جدت اختیار کی کہ ”ایسا“ کو ”اتنا“ کے معنی میں لینے کے بعد ہمارا دعوہ ثابت ہو جاتا ہے اور حفظ الایمان کی عبارت کا یہ مطلب ہو جاتا ہے کہ غیب کا جتنا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا اتنا ہر زید و عمرو اور جانوروں اور پانگلوں کو بھی حاصل ہے۔

مجھے حیرت ہے کہ کیا واقعی آپ ایسا ہی سمجھ رہے ہیں یا دیدہ و دانستہ دوسرے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے یہ باتیں کر رہے ہیں ؟

ان كنت لا تدري — نلك مصيبة

وان كنت تدري — فالمصيبة اعظم

بہر حال اگر آپ میری اس بات کو ابھی تک نہیں سمجھتے ہیں تو اب سمجھ لیجئے کہ ”حفظ الایمان“ میں ”ایسا“ ”اتنا“ کے معنی میں ہے۔ اور اس سے مراد مطلق بعض علوم غیبیہ ہیں۔ اور عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر حضور کو عالم الغیب کئے والے مطلق بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کتے ہیں۔ اور اگر ان کا یہی اصول ہے کہ جس کو بھی غیب کی کچھ باتیں معلوم ہوں گی اسی کو عالم الغیب کہا جاوے گا تو لازم آئے گا کہ ہر زید و عمرو بلکہ حیوانات و بہائم کو بھی عالم الغیب کہا جاوے۔ کیونکہ ایسا علم غیب، یعنی اتنا علم غیب جو ان لوگوں کے نزدیک کسی کو عالم الغیب کئے کے لئے کافی ہے۔ یعنی مطلق بعض غیب کا علم تو ہر ایک کو حاصل ہے۔ بہر حال اس عبارت میں لفظ ”ایسا“ ”اتنا“ کے معنی میں ہے۔ اور اس سے مطلق بعض علوم غیبیہ مراد ہیں نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف۔

اگر اب بھی اس عبارت کا مطلب آپ نہ سمجھتے ہوں تو دوسرے طور پر یوں سمجھئے کہ یہاں لفظ ”ایسا“ یہ ہے کہ معنی میں ہے۔ اور اس سے مطلق بعض علوم غیبیہ کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ اور ”ایسا“ کا استعمال ”یہ“ کے معنی میں اردو محاورات میں شائع و ذائع ہے۔ مثلاً کوئی شخص کہے کہ ”میں زید کو ماروں گا“ دوسرا کہے ”ایسا کام ہرگز نہ کرنا“ تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ ”یہ کام ہرگز نہ کرنا“۔ پس یوں سمجھئے کہ حفظ الایمان کی زیر بحث عبارت میں بھی یہ ”ایسا“ کا لفظ ”یہ“ کی جگہ مستعمل ہے اور اس صورت میں عبارت کی شرح یوں ہوگی۔

” پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا، یعنی حضور کو عالم الغیب کتنا، اگر قبول زید صحیح ہو تو دریافت طلب، اسی زید سے جو حضور کو عالم الغیب کتنا اس اطلاق کو جائز سمجھتا ہے، یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض غیب مراد ہیں تو اس میں (یعنی مطلق بعض غیب کے علم میں) حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب (یعنی علم غیب جو اوپر مذکور ہوا، یعنی مطلق بعض غیب کا علم، تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و نباتات کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔ تو اس زید کے اصول پر، چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔“

میں امید کرتا ہوں کہ اس شرح کے بعد ایک جاہل سے جاہل شخص کو بھی اس عبارت میں کوئی شبہ نہیں رہے گا۔ بہر حال حفظ الایمان کے لفظ ”ایسا“ کو ”اتنا“ کے معنی میں لیا جاوے جب بھی مطلب صاف ہے۔ اور ”یہ“ کے معنی میں لیا جاوے جب بھی مطلب صاف ہے۔ اور دونوں صورتوں میں اس سے مطلق بعض غیب کا علم مراد ہوگا۔ اور فرق صرف تعبیر اور عنوان کا ہوگا حاصل دونوں کا ایک ہی ہے۔ لیکن اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف کسی طرح بھی مراد نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد مزید توضیح کے لئے اس عبارت کی میں ایک مثال اور پیش کرتا ہوں۔

فرض کیجئے کہ کسی ملک کا بادشاہ بہت زیادہ رعیت نواز ہو اور رعایا کی بہت زیادہ خبر گیری کرتا ہو، ہزاروں غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا ہو۔ اب اگر کوئی احمق شخص جس کا نام ”زید“ فرض کر لیجئے۔ کہے کہ میں اس بادشاہ کو ”رب العالمین“ کہوں گا۔ اس پر کوئی دوسرا شخص مولوی اشرف علی صاحب کی طرح یوں الزام کرے کہ ”تم جو اس بادشاہ کو رب العالمین کہتے ہو تو بعض کی تربیت کی وجہ سے یا کل کی تربیت کی وجہ سے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ بادشاہ کل مخلوق

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) نے چنانچہ اس محاورہ کے مطابق شاعر کہتا ہے :-

وصل بہت خود سر کی تن نہ کرینگے

ہاں ہاں نہ کریں گے کبھی ”ایسا“ نہ کرینگے

کی تربیت نہیں رہا۔ اور اگر بعض کی وجہ سے کہتے ہو تو اس میں بادشاہ کی کیا تخصیص ایسی تربیت یعنی مطلق بعض کی تربیت کو ہی کہتے ہیں، ہر شخص کم از کم اپنی اولاد کو پالتا ہے، جانور بھی اپنے بچوں کا پیٹھ بھرتے ہیں۔ تو چاہئے کہ تمہارے اس اصول پر ہر شخص کو بلکہ ہر حیوان کو کرب العالمین کہا جاوے۔ ذرا غور فرمایا جائے کیا اس میں اس بادشاہ کی توہین ہوئی، اور کیا اس کا یہی مطلب ہوا کہ اس شخص نے اس بادشاہ کو ہر معمولی انسان بلکہ جانوروں کے برابر کر دیا، میں تو سمجھتا ہوں کہ کوئی معمولی سمجھ کا انسان بھی اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالے گا۔

اس وقت تک میں نے حفظ الایمان کی عبارت کی توضیح میں جو کچھ کہا ہے اگر میں کسی اعلیٰ درجہ کے جابل کے سامنے بھی جاؤں باقیں پیش کرتا تو وہ بھی مطمئن ہو جاتا اور صداقت کا اعتراف کرتا۔ مگر آپ ماشاء اللہ مولوی ہیں اور وہ بھی بقول خود بڑے کڑے پنجابی مولوی۔ اور اس پر طرہ یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی جیسے ہٹ دھرم کے ہم وطن۔ اس لئے آپ سے یہ توقع دہراؤ ملا آں باشد کہ چپ نہ شود

لیکن چونکہ میں آج آپ حضرات پر پورے طریقہ سے اتمام حجت کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے اس سلسلہ میں ایک بات اور عرض کرتا ہوں۔ بغور سنئے۔

حفظ الایمان کی جس عبارت میں بحث ہو رہی ہے اس میں مولانا عالم الغیب کئے والوں کو ان کے اصول پر الزام دے رہے ہیں کہ تمہارے اس لغو اور غلط اصول پر لازم آتا ہے کہ حضور کی طرح زید و عمرو بلکہ حیوانات و بہائم کو بھی عالم الغیب کہا جاوے۔ بہر حال یہاں مولانا کا کلام بطور الزام ہے۔ اس عبارت کے کسی فقرے میں مولانا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے متعلق اپنا عقیدہ نہیں بیان فرمایا ہے۔ البتہ اسی حفظ الایمان میں زیر بحث عبارت سے چند سطر کے بعد مولانا نے اس کے متعلق اپنا ذاتی عقیدہ بھی لکھا۔

ملاحظہ فرمائیے اس کی عبارت یہ ہے۔

”کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو بہت ما حاصل ہو گئے تھے“

غور فرمایا جاوے، جو شخص حضور کے لئے تمام علوم لازمہ نبوت حاصل مانے کیا وہ اس کا قائل ہو سکتا ہے۔ کہ حضور کا سا علم حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔ انصاف شرط ہے۔ خدا کا خوف کیجئے۔ اور اس کے سخت محاسبہ سے ڈریئے۔

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات! میرا بھی خیال تھا کہ مولوی منظور صاحب رات بھر کے محنت کے بعد حفظ الایمان کی عبارت کا کوئی ٹھیک جواب سوچ

کر لائے ہونگے، مگر مولوی صاحب کی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اب بھی ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ اور لا جواب بات کا جواب ہی کیا ہو سکتا ہے۔

میں نے کہا تھا کہ اگر کوئی شخص آپ کے متعلق یوں کہے کہ ”آپ کا علم گدھے ایسا ہے“ تو اس میں لفظ ”ایسا“ تشبیہ کے لئے ہوگا یا نہیں؟ اور اس سے آپ کی توہین ہوگی یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے تسلیم کر لیا کہ ہاں یہ ”ایسا“ تشبیہ کے لئے ہوگا اور اس میں توہین ہوگی۔ پھر جب میں کہتا ہوں کہ یہی ”ایسا“ کا لفظ حفظ الایمان کی عبارت میں بھی ہے لہذا اس میں بھی توہین ہوگی تو مولوی صاحب اس کا کچھ جواب نہیں دیتے۔

مولوی صاحب! میں نے تو آپ کی بڑی شہرت سنی تھی کہ آپ نے بڑے بڑے مناظرے کئے ہیں مگر مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ نے کوئی مناظرہ دیکھا بھی نہیں۔

آپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال پیش کرتے ہیں وہ تو اگر آج دنیا میں ہوتے تو سارے توہین کرنے والوں کا خاتمہ ہی کر دیتے۔ حضور کے زمانہ میں ایک منافق اور ایک یہودی میں جھگڑا اٹھا۔ جب معاملہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش ہوا تو آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔ اس کے بعد وہ منافق دوبارہ فیصلہ کرانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا جب آپ کو معلوم ہوا کہ حضور سید یوم النشور پہلے اس کا فیصلہ فرما چکے ہیں اور اس بد بخت منافق نے اس فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا ہے تو آپ گھر میں سے تلوار لائے اور فرمایا کہ جو شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اس کا فیصلہ یہ تلوار کرے گی۔

مولوی صاحب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان تو یہ تھی آپ ان کو تھانوی صاحب کی مثال میں پیش کرتے ہیں ۷ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں حفظ الایمان کی ایک اور عبارت بھی پڑھ کر سنائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور کو وہ تمام علوم حاصل تھے جو نبوت کے لئے لازم و ضروری ہیں۔ مولوی صاحب آپ نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں دیکھی

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ

لَرْسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ أَنَّ الْمُنَافِقِينَ كَذِبُونَ

ترجمہ ! اے ہمارے محبوب جب یہ منافق لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے پیچھے رسول ہیں، اور خدا جانتا ہے کہ بے شک آپ اس کے رسول ہیں اور خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں، صرف آپ کو خوش کرنے کے لئے زبان سے ایسے کہتے ہیں، درحقیقت ان کا عقیدہ یہ نہیں ہے۔“

پس اسی طرح محفانوی صاحب نے بھی صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے لکھ دیا کہ حضور کو تمام علوم لازم ہیں حاصل تھے۔ ورنہ درحقیقت ان کا عقیدہ یہ نہیں ہے۔ عقیدہ ان کا وہی ہے جو وہ حفظ الایمان میں پہلے لکھ چکے ہیں کہ حضور کا علم جانوروں اور پانگلوں کے برابر ہے۔ پھر سن لیجئے ان کی عبارت یہ ہے۔

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر الخ“ (مولوی سردار احمد صاحب نے حفظ الایمان کی وہی عبارت پھر پڑھی اور اس کے متعلق وہی تقریر اس مرتبہ بھی فرمائی جو اس سے پہلے بار بار فرما چکے تھے۔ پھر اخیر میں فرمایا کہ مولوی صاحب ! آپ بے کار باتوں میں وقت ضائع نہ کیجئے، میری باتوں کا جواب دیجئے یا بس توبہ کر لیجئے۔

میر نے عرض کیا تھا کہ مسلمانان بریلی اس مناظرہ کو نہ بھولے ہوں گے

مولانا محمد منظور صاحب

جو نومبر میں میرے اور پنڈت گوپی چند کے درمیان ہوا تھا۔ وہ

بھی اپنی ہر تقریر میں یہ ضرور کہہ دیا کرتے تھے کہ مولوی صاحب نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ حالانکہ ان کی ایک ایک بات کا جواب کئی کئی دفعہ دیا جاتا تھا۔ میں دیکھتا ہوں کہ مولوی سردار احمد صاحب کا بھی بالکل وہی ڈھنگ ہے۔ معلوم نہیں پنڈت جی کا اثر آپ پر پڑا ہے، یا پنڈت جی پر آپ کا۔

آپ کی ہر بات کا جواب مکرر سے کر دیا جا چکا گمہ بایں ہمہ آپ پنڈت گوپی چند کی طرح ہر مرتبہ یہ ضرور فرما دیتے ہیں کہ میری بات کا جواب نہیں دیا گیا۔ مجھے آپ کی اس بولچھی پر ہنسی بھی آتی ہے، اور افسوس بھی ہوتا ہے۔ کہ اللہ کی مخلوق میں ایسے محدودان عقل و حیا بھی موجود ہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ آپ بھی معذور ہیں۔ اس موضوع کے متعلق جو کچھ دوچار باتیں آپ کو یاد تھیں، آپ پہلی ہی دو تین تقریروں میں ان کو ختم کر چکے اب اگر ہر بار پھر آپ اُنہی کو نہ دہرائیں تو اور کیا کریں۔ طوطی بے چاری اتنا ہی بول سکتی ہے جتنا اس کو یاد کرا دیا جائے۔ مگر مجھے اس مناظرہ میں

بریلی والوں کو بہت کچھ سنا ہے۔ لہذا اب آئندہ سے میں آپ کی مکرر باتوں کے جواب میں صرف اپنی سابقہ تقریروں کا سوالہ دول گا۔ اور اپنے باقی وقت میں نئی چیزیں پیش کر دوں گا۔ میرے نزدیک اس مناظرہ کا وقت بہت قیمتی ہے جو بعد میں کسی قیمت پر نہیں خریدا جاسکے گا۔ اور یہ امید بھی نہیں کہ اس مناظرہ کے تلخ تجربہ کے بعد آپ کبھی پھر یکم طرح احتقانِ حق کا موقع دیں۔ اس لئے میرے دل کا مجھ سے تقاضا ہے کہ

میرے جمع میں احبابِ حال دل کہہ لے

پھر التفاتِ دل دوسراں رہے نہ رہے

میں کئی بار عرض کر چکا ہوں اور اب پھر عرض کرتا ہوں کہ لفظ ”ایسا“ تشبیہ کے لئے بھی آتا ہے اور تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ اور میں لغت اور محاورات سے اس کا ثبوت بھی پیش کر چکا۔ اور یہ بھی ثابت کر چکا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں وہ تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔ اور میرا یہ دعویٰ ایسا ہی ہے جیسا کہ شیعہ حضرات کے مقابلے میں علماء اہلسنت کا یہ دعوئے کہ ”ہجر“ بے ہودہ گوئی کے معنی میں بھی آتا ہے اور جدائی کے معنی میں بھی۔ لیکن حدیث قرطاس میں وہ جدائی ہی کے معنی میں مستعمل ہے نہ کہ بیہودہ گوئی کے معنی میں۔ لیکن جس طرح شیعہ صاحبان محض ازراہ ہٹ دھرمی یہی کہتے جاتے ہیں کہ ”ہجر“ کے معنی بیہودہ بگو اس ہی کے ہیں اور وہ اسی معنی میں صحیح بخاری کی اس حدیث میں مستعمل ہے، اور ضرور اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاذ اللہ اس کی وجہ سے ضرور کافر ہیں۔“

اسی طرح آپ بھی جی کے جلتے ہیں کہ لفظ ”ایسا“ تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ اور وہ حفظ الایمان کی عبارت میں تشبیہ ہی کے لئے ہے۔ اور ضرور اس میں معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین ہے لہذا مضغبن حفظ الایمان مولانا اشرف علی صاحب ضرور اس کی وجہ سے کافر ہیں۔ اب بتلایا جائے کہ شیعہ صاحبان کی اور آپ کی ہٹ دھرمی کا کیا علاج ہے؟

رہا آپ کا یہ فرمانا کہ مولانا تھانوی (مظلوم) کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا نسبت؟ سو یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔ میں تو آپ کی مثال شیعوں سے دے رہا ہوں نہ کہ حضرت تھانوی کی مثال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ اور اگر بعض میں یوں بھی کہوں کہ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر توہین حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹا

بتان رکھا گیا ہے، اسی طرح حضرت مولانا تھانوی پر بھی۔ جب بھی یہ مثال صحیح ہوگی۔ اور اس میں ایک خاص مناسبت یہ بھی ہے کہ حضرت مولانا تھانوی مدظلہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہی کی شکل سے ہیں۔ فہم الوفاق۔

آپ نے اس مرتبہ بالکل بے موقعہ اور بے جوڑ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس مناقب کو نقل کرنے کا واقعہ بھی ذکر فرمایا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر آج دنیا میں آپ ہوتے تو سب توہین کرنے والوں کا خاتمہ کر دیتے۔ بے شک میرا بھی یہی ایمان ہے۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تو بڑی شان ہے، یہ کیفیت تو ہر مومن کی ہونی چاہئے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر آج کوئی بد بخت میرے سامنے حضور کی شان پاک میں گستاخی کرے تو میں بھی اس کے ساتھ انشاء اللہ وہی معاملہ کر دوں گا جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس بد نصیب کے ساتھ کیا تھا۔ اور اگر کسی کو اس میں شک ہو تو تجربہ کر کے دیکھ لے یا دنیا میں وہ نہیں ہوگا یا میں نہیں ہوں گا، یا دونوں نہیں ہوں گے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے۔ ما بقاء امة بعد سب نبیہا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دیئے جانے کے بعد امت کی کیا زندگی ہے؟

میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت مولانا تھانوی مدظلہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے متعلق اپنا عقیدہ

اسی حفظ الایمان میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ۔

”نبوت کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ سب آپ کو ہما ہوا حاصل تھے۔“

اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ۔ یہ صرف مسلمانوں کے خوش کرنے کے لئے لکھ دیا گیا ہے، جیسا کہ منافقین

حضور کے سامنے زبانی اسلام کا دعوے کیا کرتے تھے۔ (استغفر اللہ العظیم)

آپ بھی عجیب آدمی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو وحی الہی نے بتلایا کہ منافقین جو کچھ آپ کے سامنے کہتے

ہیں اپنے ضمیر کے خلاف کہتے ہیں۔ لیکن آپ کو کس نے بتلایا۔ کہ مولانا تھانوی کا عقیدہ وہ نہیں جو انہوں نے لکھا ہے۔ کیا آپ

کے ہم وطن مرزا غلام احمد کی طرح آپ پر بھی وحی ہونے لگی۔ اللہ بخیر کرے۔ یہ عجیب الٹی منطق ہے کہ جو چیز مولانا کی عبارت

میں نہ صراحت پائی جائے نہ اشارۃً وہ تو ان کا عقیدہ ہے اور جو انہوں نے صاف صریح طور پر لکھا ہے وہ عقیدہ نہیں۔

اس سے بڑھ کر ہٹ دھرمی اور کیا ہو سکتی ہے۔

اس مرتبہ آپ نے پھر حفظ الایمان کی عبارت پڑھی ہے اور اس کے متعلق وہی دعویٰ کیا ہے جو کل سے آپ فرما

رہے ہیں۔ میں اس کا نہایت مفصل اور شافی جواب دے چکا آپ اس کو یاد کیجئے۔ اس وقت اس کے متعلق ایک مختصر بات اور عرض کرتا ہوں۔ بغور سنئے !

یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت میں حضور مہ کے علم غیب کی مقدار پر گفتگو نہیں ہے بلکہ اصل بحث یہاں حضور مہ کو عالم الغیب کہنے کی ہے اور اس میں دو فریق ہیں۔ ایک "زید" عرض کر لیجئے کہ وہ آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب ہیں۔ دوسرے مولانا اشرف علی صاحب - فریق اول (یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب مثلاً) حضور مہ کو عالم الغیب کہتے ہیں اور کہنا جانتے سمجھتے ہیں۔ فریق دوم مولانا اشرف علی صاحب اس کو نا جان سمجھتے ہیں۔ اور اس پر اس طرح دلیل قائم فرماتے ہیں کہ حضور مہ کو عالم الغیب کہنے والے (فریق اول) کل غیب کے علم کی وجہ سے حضور مہ کو عالم الغیب کہتے ہیں یا بعض غیب کے علم کی وجہ سے ؟

اگر کل کی وجہ سے کہتے ہیں تو اس لئے صحیح نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت ہے۔

اور اگر بعض غیب کے علم کی وجہ سے کہیں تو لازم آتا ہے کہ زید و عمرو بلکہ حیوانات و بہائم کو بھی عالم الغیب کہا جائے۔ کیوں کہ غیب کی کسی دیکسی بات کا علم سب کو ہے۔

اب غور فرمایا جائے کہ یہ برابری عالم الغیب کہنے میں فریق اول یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب کے اصول پر لازم آئی یا فریق دوم مولانا اشرف علی صاحب کے اصول پر ؟ ظاہر ہے کہ یہ اس کے اصول پر لازم آئے گی جو حضور مہ کو بعض علوم غیب کی وجہ سے عالم الغیب کہے گا۔ مولانا تھانوی تو آپ لوگوں کو اس پر متنبہ فرما رہے ہیں کہ آپ حضرات کے اس اصول پر ایسا لازم آتا ہے۔ نہ یہ کہ محاذ اللہ وہ خود اس کے قائل ہیں کہ حضور مہ کی طرح ہر زید و عمرو وغیرہ کو عالم الغیب کہا جائے۔ آپ ان کی عبارت کو بغور دیکھئے، وہ تو آپ لوگوں کو بھی اس گمراہی سے بچا دے ہیں خدا کرے کہ آپ میرے اس بات کو سمجھ گئے ہوں۔

آپ نے اس تقریر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ "تو نے کبھی مناظرہ دیکھا بھی نہیں ؟"

میں کبھی اللہ نہ خود ستانی کا عادی ہوں اور نہ اس کو اچھا سمجھتا ہوں۔ مگر آپ کی اس بات کے جواب میں مجھے عرض کرنا پڑتا ہے کہ بفضلہ تعالیٰ اس مٹھوری سی عمر میں جتنے مناظرے اس ناچیز نے کئے ہیں اتنے آپ کی جماعت کے کسی بڑے

بوڑھے نے بھی نہیں کئے۔ بلکہ اگر یوں عرض کر دوں تو انشاء اللہ مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ کی ساری جماعت کے مناظروں کے مجموعی تعداد بھی اتنی نہ ہوگی جتنی میرے مناظروں کی ہے اور مجھے اس پر فخر نہیں، حق تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ اپنے دین کی خدمت لیتا ہے۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہے کنی
منت شناس از دک بخدمت بداشت

حضرات! آپ کل سے دیکھ رہے ہیں کہ میں بار بار حضرت مولوی سردار احمد صاحب کی عبارت پڑھ پڑھ کر سنار ہا ہوں اور ثابت کر رہا ہوں کہ

اس میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے اور آپ کے علم شریف کو جانوروں اور پانگوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ مولوی منظور صاحب ادھر ادھر کی لمبی لمبی تقریریں کرتے ہیں۔ کبھی وعظ شروع کر دیتے ہیں۔ کبھی شیعوں کا قصہ چھیڑتے ہیں، کبھی اپنی تعریفیں کرتے ہیں اور اپنے مناظرے گناتے ہیں، اور میری اصل بات کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ اور جب میں شکایت کرتا ہوں کہ صاحب آپ! جواب کیوں نہیں دیتے۔ تو آپ ناراض ہوتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ سردار احمد پنڈت گوپی چند کی سی باتیں کرتا ہے۔ وہ بھی ہر تقریر میں کہا کرتے تھے کہ میری بات کا جواب نہیں دیا گیا۔ تو مولوی صاحب! بات یہ ہے کہ جو شخص بھی آپ سے مناظرہ کرے گا وہ ضرور یہ شکایت کرے گا۔ کیوں کہ آپ جواب دیتے ہی نہیں۔ اگر پنڈت گوپی چند یہ شکایت کرتے تھے تو بجا کرتے تھے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ نہایت معقول اعتراضات کرتے تھے۔ اور آپ ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گزارتے تھے۔ تو جناب قصور میرا یا پنڈت گوپی چند کا نہیں، قصور خود آپ کا ہے۔ اگر آپ ٹھیک ٹھیک جواب دیں تو کسی کو بھی جواب نہ دینے کی شکایت نہ ہو۔ خیر اب تک آپ نے جواب نہیں دیا تو اب دے دیجئے۔ میرا اعتراض یہ ہے (اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے،

۱۔ کیا اسلام کے دعوے کے ساتھ اسلام دشمنی کا اس سے بدترین کوئی مظاہرہ ہو سکتا ہے کہ اسلام پر آئینہ سما کے اعتراضات کو معقول بلکہ نہایت معقول بتلایا جا رہا ہے۔ افسوس صد افسوس! یہ ہیں چودہویں صدی کے مسلمانے بلکہ اسلام کے ٹھیکیدار۔ عار دار د کفر از اسلام تو۔ مرتب

حفظ الایمان کی اسی عبارت کو پڑھ کر پھر وہی تقریر فرمائی جو پہلے بار بار فرما چکے تھے۔ پھر اخیر تقریر میں فرمایا کہ اب میں ایک فیصلہ کی بات کہتا ہوں۔ ہمارا اور آپ کا جھگڑا صرف یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں تو ہیں ہے یا نہیں۔ اگر آپ کے نزدیک اس عبارت میں تو ہیں نہیں ہے۔ تو لیجئے آپ ایسی ہی عبارت مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دیجئے۔ اور ایسا کے معنی "اتنا" اور "اس قدر" جو آپ بتلا رہے ہیں وہ بھی اس میں لکھ دیجئے۔ بلکہ آپ کی سہولت کے لئے عبارت میں خود لکھے دیتا ہوں۔ آپ صرف دستخط کر دیجئے۔

دینا پچھ مولوی سردار احمد صاحب نے ایک پرچہ پر مندرجہ ذیل عبارت لکھ بھیجی ۴۴
 "مولوی اشرف علی صاحب کی ذات پر عالم ہونے کا حکم کیا جانا اگر بقول مولوی منظور صاحب ہو تو دریا
 طلب امر یہ ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کل علم۔ اگر بعض علم مراد ہے تو اس میں مولوی
 اشرف علی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا یعنی اس قدر اور اتنا علم تو ہر چار چوڑھے بلکہ ہر کچے اور ہر پاگل
 بلکہ ہر گدھے، سور، بندر، آٹو، بکھیا، بکھرے، کتیا، کڑے کو بھی حاصل ہے۔ اور اگر تمام علوم
 مراد ہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے۔"

یہ تحریر مولوی سردار احمد صاحب نے مولانا محمد منظور صاحب کے پاس اس فرمائش کے ساتھ بھیجی کہ اس پر دستخط کر
 کر دیجئے۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں ایک ایسی بات کہی ہے جو یقیناً کسی مسلمان
 کی زبان سے نہیں نکل سکتی اور چونکہ وہ میرے متعلق یا میرے کسی بزرگ

مولانا محمد منظور صاحب

کے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق براہ راست اسلام اور آقائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک سے ہے۔
 اس لئے اس کو معاف بھی نہیں کیا جاسکتا۔ آپ نے صاف الفاظ میں کہا ہے کہ۔

مے مولوی سردار احمد صاحب نے اسی طرح لکھا ہے۔ مگر کوئی شکایت نہیں۔ کیونکہ آپ پنجابی ہیں اور وہ بھی

مرزا غلام احمد کے ہم وطن۔ مرتب۔

» پنڈت گوپی چند کے اعتراضات نہایت معقول تھے، اور منظور اس کا جواب نہیں دے سکا «

استغفر اللہ ربی - اس بغض و عناد کی کوئی انتہا ہے - کہ آپ صلی علیہ وسلم کی عبادت کی وجہ سے پنڈت گوپی چند

کے ان اعتراضات کو معقول بلکہ نہایت معقول بتلا رہے ہیں - جو انہوں نے اسلام اور تعلیمات رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ

والسلام پر کئے تھے - پنڈت گوپی چند کے وہ اعتراضات منظور پر نہ تھے، مولانا اشرف علی صاحب کی ذات پر نہ تھے بلکہ

براہ راست اسلام اور قرآن کریم پر تھے - آقاؐ کے کائنات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپؐ کے لئے ہوئے دین

پر تھے - آپ ان نجس اور ناپاک اعتراضات کو نہایت معقول کہہ رہے ہیں - انا للہ وانا الیہ راجعون - یہ آپ کا نہایت

سنگین جرم ہے، بلکہ صریح کلمہ کفر ہے - آپ بہت جلد اس سے توبہ کیجئے -

رہا آپ کا یہ کہنا کہ منظور ان اعتراضات کے جواب نہ دے سکا - اس کے جواب میں میں آپ کو کھلا چیلنج کرتا ہوں

کہ اگر وہ اعتراضات آپ کو یاد ہوں تو ابھی اس مناظرہ کے ختم ہونے کے بعد اسی پلیٹ فارم پر ان کو بھی پیش کیجئے اور

جواب لیجئے - اور اگر یاد نہ ہوں تو پنڈت گوپی چند کو بلکہ ہندوستان بھر کے آریہ سماجی مناظروں کو بلا لیجئے - اور دہریے

اعتراضات جن کو آپ معقول کہہ رہے ہیں بلکہ ان کے علاوہ اور بھی جو اعتراضات اسلام پر ہوں، ان سب کو آریہ سماج

کے دیکل بن کر آپ پیش کیجئے - اور دیکھئے کہ بعون اللہ تعالیٰ منظور کیسے تشفی بخش جوابات دیتا ہے -

دسمبر ۱۹۳۲ء میں میرا جو مناظرہ اسی بریلی میں « صداقت قرآن » کے موضوع پر آریہ سماج سے ہوا تھا جو

چار دن تک جاری رہا تھا - اور جس میں آریہ سماج کی طرف سے قرآن پاک پر اعتراضات پیش کئے جاتے تھے اور میں جوابات

دیتا تھا - اس وقت مجھ سے بریلی ہی کے بعض لوگوں نے بیان کیا تھا کہ آریہ سماج نے آپ کو جو مناظرہ کا چیلنج دیا ہے

درحقیقت اس میں آپ کے دوسرے مخالفین کا ہاتھ ہے - نیز اسی وقت یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ آپ حضرات کی طرف سے

آریہ سماج کو میرے خلاف امداد بھی پہنچانی گئی - اور ان کو اعتراضات بھی لکھ لکھ کر دیے گئے تاکہ کسی طرح منظور بریلی میں

ذلیل ہو جائے - لیکن مجھے کبھی ان باتوں پر پورا یقین نہیں ہوا - اور میں ان کو صرف افواہ سمجھتا رہا - لیکن آج آپ کی اس بات

نے ان تمام چیزوں کی بڑی حد تک تصدیق کر دی - جب آپ میری عبادت کی وجہ سے ہزاروں کے مجمع میں کھلے طور پر پنڈت

گوپی چند کے ان ناپاک اعتراضات کو معقول بتلا رہے ہیں جو انہوں نے براہ راست اسلام اور تعلیمات حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کئے تھے تو کیا بعید ہے کہ میرے ذیل کرنے کے لئے آپ لوگوں نے کوئی سازش آریہ سماج سے کی ہو۔

بہر حال وہ پرانا قصہ تھا جو رفت و گزشت ہو گیا۔ اب آپ نے کھلے لفظوں میں جو کفر کی حمایت کی ہے اس سے کھلے طور پر توبہ کیجئے۔ اور یقین کیجئے کہ توبہ کرنے سے عزت جاتی نہیں بلکہ عزت ملتی ہے۔ گناہ کے بعد توبہ حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔ اور تہجد و سرکشی شیطان کی مخلصت۔

آپ نے حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے یاد کر لیجئے۔ آپ نے دریافت فرمایا ہے کہ اگر حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں ہے تو کیا وہی عبارت مولانا اشرف علی صاحبہ کے حق میں لکھی جاسکتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نہ صرف مولانا اشرف علی صاحبہ بلکہ میں اپنے تمام بزرگوں کے حق میں لکھ سکتا ہوں لیکن جو عبارت آپ نے لکھ کر بھیجی ہے وہ حفظ الایمان کی نہیں ہے بلکہ آپ کی تصنیف ہے اور ہمارا آپ کا نزاع حفظ الایمان کی عبارت میں ہے۔ اب لیجئے میں اتنا للہجہ حفظ الایمان کی عبارت لفظ بہ لفظ مولانا اشرف علی صاحبہ کے حق میں جاری کرتا ہوں۔ سنئے۔

» پھر یہ کہ آپ کی (یعنی مولوی اشرف علی صاحبہ کی) ذات پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد کل غیب ہے یا بعض غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہوں تو اس میں مولانا اشرف علی صاحبہ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر ایک کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسروں سے مخفی ہو۔ تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

دیکھئے یہ بعینہ حفظ الایمان کے الفاظ ہیں۔ انہیں کے متعلق یہ بحث ہو رہی ہے کہ ان میں توہین ہے یا نہیں؟ آپ نے آخری فیصلہ اسی پر رکھا تھا کہ اگر توہین نہیں ہے تو یہی عبارت مولانا اشرف علی صاحبہ کے حق میں بھی لکھ دی جاوے۔ میں نے بعینہ وہی الفاظ مولانا کے حق میں بھی کہہ دیئے۔ اور آپ فرمائیں تو لکھنے کو بھی

تیار ہوں۔ اب تو مان لیجئے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں تو یمن نہیں ہے۔ اس کے بعد میں اصل موضوع یعنی حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق اتنا اور عرض کرتا ہوں کہ اس کی بنیاد دو باتیں ہیں۔ اور اگر ان کا فیصلہ ہو جائے تو ہمارے آپ کے اس جھگڑے کا فیصلہ بھی آسانی سے ہو سکتا ہے اور وہ دو باتیں یہ ہیں۔

ایک یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت ہے۔

اور دوسرے یہ کہ مطلق بعض غیوب کا علم ہر انسان بلکہ حیوانات کو بھی ہے۔

پہلے مقدمہ پر ابھی تک آپ نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور اگر آپ اس کا بھی ثبوت طلب کریں تو میں ابھی اس کو بھی عرض کر دوں گا۔ اس وقت کی ساری بحث دوسرے مقدمہ پر ہے اب میں اس کو آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان کے کلام سے ثابت کرتا ہوں۔ سنئے۔

اس سے غالباً آپ کو انکار نہ ہو گا کہ حق تعالیٰ اور اس کی صفات مقدسہ غیب کی چیزیں ہیں۔ اور آپ کے اعلیٰ حضرت تصریح فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی وحدت بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا علم بھی کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ جمادات و حیوانات کو بھی حاصل ہے۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے۔

” ہر شے مکلف ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور خدا کی تسبیح کے ساتھ “

(ملفوظات، حصہ چہارم، صفحہ ۷۷)

چند سطر کے بعد اسی صفحہ پر فرماتے ہیں۔

در ایک ایک روحانیت تو ہر ہر نبات ہر ہر جمادے متعلق ہے۔ اسے خواہ اس کی روح کہا جائے

یا کچھ اور۔ اور وہی مکلف ہے ایمان و تسبیح کے ساتھ۔ حدیث میں ہے ما من شیء الا

و یعلم انی رسول اللہ الامرۃ الجن و الانس کوئی شے ایسی نہیں جو

مجھ کو خدا کا رسول نہ جانتی ہو سوا سرکش جن اور انسانوں کے “

خان صاحب کی ان دونوں عبارتوں میں تصریح ہے کہ کائنات کی ہر چیز خدا اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی

ہے، اور تسبیح و تقدیس کرتی ہے۔ اور بغیر علم کے نہ ایمان ہو سکتا ہے نہ تسبیح۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ ہر چیز حتیٰ کہ جمادات و نباتات

کو بھی کم از کم خدا کا علم ہے، اس کی وحدانیت کا علم ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا علم ہے اور یہ سب چیزیں

غیب کی ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز کو غیب کی کچھ نہ کچھ باتیں ضرور معلوم ہیں۔ اور یہی مولانا اشرف علی صاحب
کا دعویٰ ہے جس کو مولوی احمد رضا خان صاحب کی اس کھلی شہادت نے ثابت کر دیا ہے۔

ہو اسے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

زیلانی نے کیا خود پاک دامن ماہ کنساں کا

حضرات! آپ نے دیکھ لیا، میں نے ایک فیصلہ کی بات

مولوی سردار احمد صاحب

کبھی تھی کہ اگر حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں ہے تو

آپ مولوی تھانوی صاحب کے لئے ایسی ہی عبارت لکھ دیجئے۔ بلکہ میں نے عبارت خود لکھ کر دے دی۔ اور کہا تھا کہ،
آپ اس پر بس دستخط کر دیجئے۔ مولوی منظور صاحب اس پر دستخط کرنے کے لئے تیار نہیں اور انہوں نے ابھی تک اس
تحریر پر دستخط نہیں کئے۔ بس معلوم ہو گیا کہ دیوبندی دہرم میں مولوی اشرف علی صاحب کی توہین تو جائز نہیں اور
حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا بالکل جائز ہے۔ اور اس پر ایمان کا دعویٰ ہے۔ بس یہ ایمان کا دعویٰ
ایسا ہی ہے جیسا کہ منافق کیا کرتے تھے۔

مسلمانو! کیا اب بھی تم کو اس میں شبہ رہا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں حضور کی توہین ہے۔ مولوی اشرف علی
حضور کے علم شریف کو گدھے، کتے، سور، بندر، کے برابر بتلا دیں جب بھی حضور کی توہین نہ ہو اور ہم تھانوی
صاحب کے علم کو کتے، سور، بلی، بندر، بچھا، بچھا، کٹیا، کٹا، کے برابر کہیں تو مولوی اشرف علی کی توہین ہو
جائے۔ مسلمانو! یہ ہے دیوبندی دہرم۔

مولوی صاحب! اب یا تو آپ صاف اقرار کیجئے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین ہے اور حضور کے علم شریف
کو گدھے، کتے، سور، بندر کے برابر کہا گیا ہے۔ اور اگر اس میں توہین نہیں ہے تو پھر مولوی اشرف علی صاحب کے لئے
بھی ایسے ہی الفاظ لکھ دیجئے۔ اس کے بغیر میں آپ کا چھپا نہیں چھوڑوں گا۔ میں کتا ہوں حضرت غوث پاک کا آپ مجھ سے
بچ کر نہیں جا سکتے۔

آپ نے اس دفعہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام بھی پیش کیا ہے۔ بھلا اس سے اور حفظ الایمان کے کفری مضمون سے کیا تعلق۔ اُس میں یہ ملعون عبارت کہاں ہے کہ ”ایسا علم غیب“ تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ بلکہ اس میں تو سرے سے غیب کا لفظ ہی نہیں۔ آپ محض مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اعلیٰ حضرت کا نام مبارک لیتے ہیں، بھلا وہ ایسی کفری بات کہہ سکتے ہیں۔ اور وہ تو ایسے عاشقِ رسول تھے کہ حضور کے عشق میں کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ آپ تھانوی صاحب کی مثال ان سے دیتے ہیں۔

پھر نسبتِ خاک را با عالم پاک

آپ بتلائیے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات شریف میں یہ کہاں لکھا ہے کہ ”غیب کا جیسا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر چوڑھے چار، ہر گدھے اکتے، ہر بندر، سونہ، اور ہر کھیا، بچھا، کٹیا، کٹا کو حاصل ہے“ اور اگر آپ اتنا نہ دکھلا سکیں تو جائیے اس میں صرف ”ایسا“ کا لفظ ہی دکھلا دیجئے میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ اعلیٰ حضرت کے کلام میں ”ایسا“ کا لفظ نہیں دکھا سکتے۔

نہ بخیر اٹھے گا نہ تلواریں تم سے

یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

آپ اپنی باری میں اس کا جواب ضرور دیں کہ اعلیٰ حضرت کے ملفوظ شریف میں ”ایسا“ کا لفظ ہے یا نہیں؟

مناظرہ در حقیقت بہت مشکل کام ہے اور اس کے لئے علم اور قابلیت

مولانا محمد منظور صاحب

کی ضرورت ہے لیکن اگر کوئی شخص بے حیائی اور ڈھٹائی پر کمر باندھ

لے تو اس کے لئے نہایت آسان ہے۔ کسی بے حیاء عورت کا مقولہ مشہور ہے کہ۔

”اس نے مجھے بہت ہرایا میں باری ہی نا“

اگر آپ کا مناظرہ بھی اسی اصول پر ہے تو یقیناً آپ کو قیامت تک بھی نہیں ہرایا جاسکتا۔

بندہ خدا میں نے حفظ الایمان کی عبارت لفظ بہ لفظ مولانا تھانوی کے حق میں جاری کر دی اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر آپ تحریر چاہیں تو میں لکھ بھی دوں۔ بلکہ نہ صرف مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں بلکہ اپنے تمام بزرگوں کے حق میں۔ اس پر بھی آپ وہی کہہ جاتے ہیں کہ منظور تحریر دینے کے لئے تیار نہیں۔ بیچ ہے۔ بیچیا۔ باش و ہر چہ خواہی کن۔

رہی وہ عبارت جو آپ نے لکھ کر بھیجی ہے اس کے متعلق تو میں پہلے ہی عرض کر چکا کہ وہ حفظ الایمان کی عبارت نہیں ہے بلکہ آپ کی تصنیف ہے اور بحث حفظ الایمان کے الفاظ میں ہے نہ کہ آپ کے الفاظ میں۔ یہ عجیب منطوق ہے کہ گفتگو تو ہے حفظ الایمان کی عبارت میں اور دستخط کرنا چاہتے ہیں آپ اپنی عبارت پر جس کا حفظ الایمان میں پتہ نشان بھی نہیں۔ آپ کے اس مطالبہ کی معقولیت کی داد کچھ اہل بریلی ہی دے سکتے ہیں۔

بہر حال حفظ الایمان میں جو عبارت ہے اس کے متعلق میرا دعویٰ ہے کہ اس میں تو پین کا شاہد بھی نہیں اور آپ نے خود اس کا آخری فیصلہ یہ تجویز کیا ہے کہ میں وہی عبارت مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں بھی لکھ دوں چنانچہ اب آخری اتمام حجت کے لئے میں بعینہ وہی عبارت مولانا اشرف علی صاحب کے متعلق لکھتا ہوں۔

(اس کے بعد مولانا نے بعینہ حفظ الایمان کی عبارت مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھی اور دستخط کر کے مولوی سردار احمد صاحب کے حوالہ کی جس کی نقل یہ ہے)

در پھر یہ کہ آپ کی (یعنی مولوی اشرف علی صاحب کی) ذات پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر قبول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد کل غیب ہے یا بعض غیب اگر بعض علوم غیبیہ میں ہیں تو اس میں مولانا اشرف علی صاحب کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے مخفی ہے۔ تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے ؟

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ ۲۲۔ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ

یہ تحریر مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی سردار احمد صاحب کے پاس بھیج دی جس کا مجمع پر بہترین اثر ہوا اور اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب کو مخفی طبع کر کے مولانا نے فرمایا کہ آپ نے اس پر آخری فیصلہ رکھا تھا کہ جیسی عبارت حفظ الایمان کی ہے ویسی ہی مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دی جائے۔ میں نے کچھ اللہ ویسی ہی بلکہ بعینہ انہی الفاظ میں لکھ دی۔ اب اگر آپ کے اندر کچھ بھی صداقت اور شرافت ہے تو اپنے قول کے بموجب اسی پر فیصلہ کر لیجئے اور اب مجھ کو تحریر دے دیجئے کہ بے شک حفظ الایمان کی عبارت میں تو میں نہیں ہوں۔

میں نے عرض کیا تھا کہ وہ حفظ الایمان کی زیر بحث عبارت کی بنیاد مقدموں پر ہے۔ ایک یہ کہ دلائل نقلیہ

و عقلیہ حضور کو کل غیوب کا علم نہ ہونا ثابت ہے۔ دوسرے یہ کہ غیب کی کسی دیکھی بات کا علم ہر انسان بلکہ ہر انسانوں کو بھی ہو سکتا ہے۔ پھر میں نے اس آخری بات کے ثبوت میں مولوی احمد رضا خان صاحب کے ملفوظات کے دو عبارتیں پیش کی تھیں۔ اور عرض کیا تھا کہ خان صاحب کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز کو غیب کی کچھ نہ کچھ باتیں ضرور معلوم ہیں۔ اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ اس میں حفظ الایمان کے الفاظ کہاں ہیں، اور اس میں تو غیب کا لفظ بھی نہیں۔ اور اس میں ”ایسا“ کا لفظ نہیں۔

آپ تو مجھ سے فرما رہے تھے کہ تو نے کبھی کوئی مناظرہ نہیں دیکھا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید آپ کو کبھی اہل عقل کا۔ صحبت بھی نصیب نہیں ہوئی۔

میرا یہ دعوے ہی نہیں کہ ملفوظات میں حفظ الایمان کی عبارت لکھی ہوئی ہے نہ میں نے یہ کہا ہے کہ اس میں ”ایسا“ کا لفظ موجود ہے۔ میرا مدعا تو صرف یہ ہے کہ اس میں یہ بات ثابت ہے کہ مطلق بعض غیب کا علم کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ نباتات و جمادات تک کو حاصل ہے۔

کیونکہ اس میں یہ تصریح ہے کہ دنیا کی ہر چیز ایمان اور تسبیح خداوندی کے ساتھ مکلف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ، حق تعالیٰ اور اس کی صفات، غیب میں سے ہیں اور ایمان اور تسبیح بغیر علم کے ممکن نہیں، تو صاف نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا کی ہر چیز کو بعض غیب کا علم ہے۔ اور اگر آپ اس کے متعلق بھی خان صاحب کی تصریح چاہتے ہیں کہ حق تعالیٰ اور اس کی صفات غیب میں سے ہیں تو لیجئے وہ بھی حاضر ہے۔ خان صاحب موصوف ”الدولة المکیہ ص ۱۳“ پر حق تعالیٰ اور اس کی صفات اصلہ اور قیامت اور جنت و دوزخ کا ذکر فرما کر لکھتے ہیں۔

کل ذالک غیب وقد علمنا کلاً
بجبالہ ممتازا عن غیرہ فوجب
حصول مطلق العلم التفصیلی
بالغیوب لكل مومن
یہ سب کچھ غیب ہے اور ہم کو اس کا علم تفصیلی حاصل
ہے اس طور پر کہ ان میں سے ہر ایک ہمارے علم میں
ممتاز ہے پس غیب کے مطلق علم تفصیلی کا حصول ہر
مومن کے لئے واجب ہوا۔

لیجئے یہ خان صاحب ہی کی عبارت ہے۔ اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ حق تعالیٰ اور جنت و دوزخ وغیرہ یہ سب غیب کی چیزیں ہیں۔ اور یہ بھی تصریح ہے کہ ہم کو ان تمام چیزوں کا علم ہے۔ اور یہ بھی تصریح ہے کہ ہر مومن کو،

مطلق بعض غیب کا علم تفصیلی حاصل ہے بلکہ حاصل ہونا واجب ہے۔

اس کے بعد مجھے خان صاحب کی ایک اور عبارت یاد آگئی جس میں آپ نے گدھے کے لئے بھی بعض محفی باتوں کا علم تسلیم کیا ہے اور چونکہ آپ کو گدھے سے بہت شوق ہے کہ ہر بار آپ کی زبان پر اس کا نام آتا ہے۔ اس لئے میں اس عبارت کو ضرور پیش کر دوں گا۔ سنئے خان صاحب نے مصر کے ایک صاحب کشف گدھے کی حکایت اس طرح نقل کی ہے کہ۔

” ایک گدھا ہے اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے۔ اس گدھے سے پوچھا جاتا ہے، گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے، جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر مڑٹیک دیتا ہے “

خان صاحب نے اس قصہ کو نقل کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس گدھے کو کشف تھا۔

(ملاحظہ ہو۔ ملفوظات : حصہ چہارم ص ۱۱)

لیجئے اب تو خان صاحب کی تصریح سے گدھے کو بھی مطلق بعض غیب کا علم ثابت ہو گیا۔ یہ تو گدھے کے متعلق تھا اس کے بعد اگر آپ چاہیں گے تو خان صاحب ہی کے کلام سے سور اور بندر کے متعلق اور ثبوت دوں گا۔ کیوں کہ یہ دونوں چیزیں بھی شاید کسی وجہ سے آپ کو محبوب ہیں کہ آپ اپنی ہر تقریر میں ان کا بھی نام لیتے ہیں۔

آپ نے اس مرتبہ خان صاحب کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ تولیے عاشق رسول تھے کہ کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ (جل جلالہ) کاش یہ باتیں آپ کسی ناواقف کے سامنے کرتے۔ آپ اس سے یہ باتیں کر رہے ہیں جو خان صاحب کی ہسٹری سے آپ سے بھی زیادہ واقف ہے جس خوب جانتا ہوں کہ وہ کیسے عاشق رسول تھے۔ اور انہوں نے کیسا کھانا پینا چھوڑ دیا تھا ان سے زیادہ تارک الدنیا کون ہو گا کہ مرتے وقت بھی مرغن کھانے ہی یاد کرتے رہے۔ ذرا خان صاحب کا تحریری وصیت نامہ کا بارہواں نمبر ملاحظہ ہو لکھتے ہیں۔

” اعزاسے اگر لطیف خاطر ممکن ہو تو ہفتہ گودتین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا

برف خاند ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو۔ مرغ کی بریانی۔ مرغ پلاؤ۔ بکری کا شامی کباب۔

پراٹھے اور بالائی۔ فیرنی۔ اردکی پھریری دال مع ادک و لوازم۔ گوشت بھری کچوریاں

سیب کا پانی۔ انار کا پانی۔ سوڈے کی بوتل۔ دودھ کا برف “

(دہلیا شریف : ص ۹، ۱۰ - مطبوعہ حسنی پریس بریلی)

سنا آپ نے یہ ہیں وہ بزرگ دار عاشق رسول جنہوں نے عشق رسول میں کھانا پینا تک چھوڑ دیا تھا اور صرف یہی ایک درجن کھانے چکھ لیا کرتے تھے۔

اس کے بعد اب بچہ نہ تھے میں وہ طریقہ اختیار کرتا ہوں کہ آپ اپنی زبان سے اقرار کریں کہ بچہ شک حفظ الایمان کی عبارت میں تو یمن نہیں ہے۔ آپ پہلے صفائی کے ساتھ ان چند سوالوں کا جواب دیجئے۔

۱ : حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی باعث ایجاد عالم ہونے کی حیثیت سے ”خالق“ کہہ سکتے ہیں یا نہیں ؟

۲ : قاسم نعم النبیہ ہونے کی حیثیت سے ”رازق“ کہہ سکتے ہیں یا نہیں ؟

۳ : واسطی التربیت ہونے کی وجہ سے ”رب العالمین“ کہہ سکتے ہیں یا نہیں ؟

۴ : حضور کی شان میں اگر کوئی شخص یہ آیت کریمہ پڑھے ”عالم الغیب والشہادۃ بہ الرحمن الرحیم“ تو اس کا یہ فعل

جائز ہوگا یا نہیں ؟

۵ : اگر ناجائز ہوگا تو مکروہ یا حرام ؟

۶ : جو شخص مطلق بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کہتا ہے اگر اس پر اس طرح الزام قائم کیا جائے

”مطلق بعض غیب کا علم ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو ہے لہذا تمہارے اصول پر لازم

آئے گا کہ ان سب کو عالم الغیب کہا جاوے“

تو کیا اس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوگی اور یہ الزام قائم کرنے والا شخص کافر ہو جائے گا ؟

۷ : مطلق بعض غیب کا علم عام انسانوں بلکہ حیوانات بلکہ نباتات و جمادات کیلئے ہونا آپ کو تسلیم ہے یا نہیں ؟

۸ : حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کل غیوب غیر متناہیہ کا علم مانتے ہیں یا بعض کا ؟

۹ : قرآن و حدیث کے محاورات میں غیب کس کو کہتے ہیں ؟

۱۰ : حق تعالیٰ اور اس کی واحدانیت غیب میں ہے یا شہادت میں ؟

۱۱ : مولوی احمد رضا خان صاحب نے ”الدولۃ المکیہ“ میں تسلیم کیا ہے کہ ہر مومن کو بعض غیوب کا علم تفصیلی

حاصل ہے۔ اور ملفوظات سے یمن مصر کے اس گدھے کا قصہ نقل کرچکا جو مولوی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک

مخفی باتوں کا کشف ہوتا تھا۔ اب بتلایئے کہ مطلق بعض غیب کے علم کی وجہ سے ہر مومن کو اور مصر کے اسے صاحب کشف گدھے کو "عالم الغیب"، کہنا جائز ہے یا نہیں؟

۱۲ : کہیں قرآن پاک میں یا حدیث شریف میں حضورؐ کو "عالم الغیب" کہا گیا ہے یا نہیں؟ یا کسی صحابی یا کسی تابعی یا امت کے کسی مسلم امام نے کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر "عالم الغیب" کا اطلاق کیا ہے یا نہیں؟

سرپرست یہ صرف ایک درجن سوال ہیں اگر آپ نے ان کا صاف صاف جواب دے دیا تو انشاء اللہ بہت آسانی سے ہمارے آپ کے اس نزاع کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اور فیصلہ بھی آپ ہی کی زبان سے ہو گا۔ بس ضرورت اس کی ہے کہ آپ ان سوالوں کے صاف صاف جواب دے دیں اور تقیہ سے کام نہ لیں۔

اس کے بعد میں آپ کے اس سنگین جرم کی طرف آپ کو پھر توجہ دلاتا ہوں۔ جو آپ نے پنڈت گوپی چند کے اعتراضات کو معقول بتلا کر کیا ہے۔ آپ یا کھلے لفظوں میں اس سے توبہ کیجئے یا ان اعتراضات پر مستقل مناظرہ کرنے کے لئے ابھی وقت مقرر کیجئے۔ میں آپ کے اس جرم کو کبھی ہرگز معاف نہیں کر سکتا کیوں کہ آپ کا وہ حملہ مجھ پر نہیں تھا بلکہ براہ راست اسلام پر تھا۔ آقائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تھا۔ اس لئے کہ پنڈت گوپی چند کے اعتراضات نہ مجھ پر تھے نہ میرے کسی بزرگ پر تھے بلکہ اسلام اور تعلیمات جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تھے۔ آپ نے ان ناپاک اعتراضات کو معقول بتلا کر تمام مسلمانوں کا دل دکھایا ہے اس لئے مسلمان آپ کے اس جرم کو ہرگز معاف نہیں کر سکتے۔ آپ اگر میری ذات پر حملہ کریں تو میں برداشت کر سکتا ہوں، میرے ماں باپ، میرے اکابر یا اساتذہ پر حملے کیسے ان کو بھی ایک حد تک برداشت کر سکتا ہوں، آپ مجھ کو جسمانی تکلیف پہنچائیں میں اس پر بھی صبر کر سکتا ہوں۔ لیکن دین مقدس اور حضورؐ سرور عالمؐ کی ذات اقدس پر کوئی حملہ ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا بھر کے دشمنان اسلام کو ہمارا کھلا اعلان ہے

جو جان چاہو تو جان لے لو جو مال مانگو تو مال دیں گے

مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا کہ نبیؐ کا جہاد و جلال دیں گے

لہذا میں پھر مکرر آپ سے کہتا ہوں کہ آپ یا اپنے اس سنگین جرم سے توبہ کیجئے یا ابھی اس کے لئے مناظرہ کا وقت

مقرر کیجئے۔ اور جو اعتراضات مذہب مقدس پر پنڈت گوپی چند نے کئے تھے جن کو آپ نے "نہایت معقول" کہا ہے ان

۶۴۳
کی نامعقولیت بھی دیکھ لیجئے۔

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات ! پہلے زمانہ میں کافی بھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کی عزت اور آپ کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ کبھی کسی غیر مسلم کو یہ جرات

نہ ہوئی کہ وہ حضورؐ کی ذات پاک پر کوئی حملہ کرتا۔ مگر جب سے دیوبندی پیشواؤں نے حضورؐ کی شان میں گستاخیاں کیں

تو دوسروں کو بھی اس کی جرات ہو گئی۔ اگر پنڈت گوپی چند نے حضورؐ پر اعتراضات کئے تو اس کی ذمہ داری بھی دیوبندیوں

ہی پر ہے۔ راجپال اور نتھورام نے جو کچھ کیا وہ بھی دیوبندیوں ہی کی دیکھا دیکھی کیا۔ آپ ہی لوگوں نے اس سے حضورؐ

کو گالیاں دلائیں، وہ وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ حضور اقدسؐ کی شان میں گستاخیاں کرنے کا دروازہ،

ہندوستان میں سب سے پہلے آپ کے امام طائفہ اسماعیل دہلوی نے کھولا ہے۔ یہ راجپال، اور نتھورام، اور پنڈت گوپی

چند سب انہیں کے تقلید اور آپ کے بھائی بند ہیں۔ دیکھئے انہوں نے حضورؐ کی شان اقدس و رفیع میں کس قدر شنیع

گالیاں کہی ہیں۔

_____ تقویۃ الایمان کے صفحہ ۴۴ پر ہے۔ ”جن کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کے مختار نہیں“

_____ اسی تقویۃ الایمان کے صفحہ ۶۶ پر ہے۔ ”پر رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا“

_____ اسی کے صفحہ ۷۲ پر ہے۔ ”جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سوان معنی کو ہر سفیر اپنی امت کا

سرور ہے“

_____ اور اسی کے صفحہ ۶۳ پر ہے۔ ”سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں“

_____ اسی کے صفحہ ۱۶ پر لکھا ہے۔ ”ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چار سے زیادہ ذلیل ہے“

_____ اسی کے صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے۔ ”ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار“

_____ پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے۔ ”ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان“

_____ اسی کے صفحہ ۲۵ پر انبیاء کرام وغیرہ کے متعلق لکھا ہے۔ ”ان کی خواہش کچھ نہیں چلتی“

_____ اسی کے صفحہ ۶۸ پر ہے۔ ”انسان آپس میں سب بھائی ہیں، جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے۔ سواس

کی بڑے بھائی کی تعظیم کیجئے“

اور اسی صفحہ پر ہے ۔ اولیاء و انبیاء و امام زادہ پیر و شہید یعنی جیسے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب

انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ۴

اسی کے صفحہ ۹۶ پر لکھا ہے ۔ ” میں بھی ایک دن مرکز مٹی میں ملنے والا ہوں “

اسی کے صفحہ ۳۴ پر حضرات انبیائے کرام کی شان میں لکھا ہے ۔ ” اس کے دربار میں ان کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ

حکم فرماتا ہے وہ سب رعب میں آکر بے حواس ہو جاتے ہیں “

اسی کے صفحہ ۳۵ پر ہے ۔ ” اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک کلمہ کن سے چاہے تو کروڑوں بھی

اور ولی اور جن و فرشتے جبرائیل و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے “

حضرات ! یہ ہیں امام الوہاب بیہ کی گستاخیاں انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی جناب میں ۔ درحقیقت ان ہی

کی وجہ سے راجپال ، اور منصور رام اور دوسرے گستاخوں کو یہ جرات ہوئی ۔ اور میں تو کہوں گا کہ جو آریہ یا عیسائی بھی حضورؐ

کی ذات پاک پر حملہ کرتا ہے اس کی ذمہ داری دیوبندیوں پر ہی ہے ۔ لہذا آریوں سے اگر سادش ہو سکتی ہے تو آپ کی نہ کہ ہماری ۔

آپ الٹا ہم پر الزام رکھتے ہیں ۔

آپ نے اس تقریر میں بھی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کچھ باتیں پڑھی ہیں ۔ بتلائیے ان میں ” ایسا “ کا لفظ

کہاں ہے ؟ ان کی زبان مبارک سے کبھی ایسی ناپاک بات نہیں نکل سکتی ۔ وہ تو عشق رسول میں فنا تھے ۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں اعلیٰ حضرت کے وصیت نامہ شریف کا بھی ذکر کیا ہے وہ بالکل شریعت کے مطابق ہے اس

میں فاتحہ ہی کی تو وصیت ہے اس میں کیا حرج ہے ؟ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ وصیت اپنے سنی بھائیوں کو کی

ہے آپ کا تو معاملہ یہ ہے ” مرگئے مردود فاتحہ نہ درود “ اور اصل بات یہ ہے کہ آپ کو یہ نفس کھانے لے نہیں

اس لئے آپ ان کے ذکر سے بھی چڑتے ہیں ۔

آپ نے اس مرتبہ جو بارہ سوال کئے ہیں وہ بحث سے غیر متعلق ہیں لہذا ان کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا ۔

آپ نے یہ تحریر لکھ کر بھیجی ہے میں نے اس کا مطالبہ نہیں کیا تھا آپ کو وہ تحریر دینی ہوگی جس کا میں مطالبہ کیا ہے

آپ یا میری تحریر پر دستخط کیجئے یا اقرار کیجئے کہ حفظ الامیان کی عبارت میں تو ہیں ہے اور تو بہ کیجئے ۔ میں اس کے بغیر آپ

کا بیچا نہیں چھوڑوں گا ۔ آپ بہت ادھر ادھر بھاگتے ہیں مگر میں آپ کو آگے سے ہلنے نہیں دوں گا ۔ میں کُست ہوں

حضور پر نور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جن کے نام سے دینائے وہا بیت میں آگ لگتی ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب آپ یہ بیچیا چھوڑنے کا لفظ بھی دفعہ کہ چکے ہیں ، اور اس کا دندان شکن

دبان دوز جواب بھی پا چکے ہیں۔ اگر آپ کی جگہ کوئی غیرت مند انسان

ہوتا تو اس جواب کے لینے کے بعد کبھی زبان پر یہ لفظ نہ لاتا۔ آپ تو بقول خود کہتے ہیں مولوی احمد رضا خان صاحب کے۔

میں نے تو ان کے فرزند اکبر اور آپ کے آقائے نعمت (مولوی حامد رضا خان صاحب) کا ناطقہ بند کر رکھا ہے، میری

رجسٹریاں ان کے پاس جاتی ہیں وہ وصول کر لیتے ہیں مگر جواب دیتے ہوئے بخارجڑھتا ہے۔ آپ ذرا ان کے دل کو تو پوچھیے

کہ منظور کے مناظرانہ واروں نے کیا حال کر رکھا ہے ؟

آج بھگدائے منظور کے حقانی لغزوں سے بریلی کی فضا گونج رہی ہے ، حامیان باطل کے دل لرز رہے ہیں اور جو کفر و

تکبر کے علمبردار اس دنیا سے گزر گئے اگر دیدہ بصیرت ہو تو دیکھو کہ اس وقت جب کہ میں آپ کے مرکز جامعہ رضویہ میں

حق کا جھنڈا لے کھڑا ہوں اور رضا خانیت کی دھجیاں اڑا رہا ہوں ، ان کی قبروں میں کیسی داویلا چ رہی ہے ، اور اس

پر آپ کہتے ہیں کہ میں بیچیا نہیں چھوڑوں گا۔ درحقیقت یہ صرف آپ ہی کی غیرت ہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں حسنین کنند

میں نے مولوی احمد رضا خان صاحب کی کتاب ”الدولۃ المکیہ“ اور ان کے ملفوظات سے ان کی چند عبارتیں

پیش کی تھیں اور ثابت کیا تھا کہ خان صاحب کے عقیدہ میں ”ہر مومن بلکہ ہر انسان بلکہ گدھے جیسے حیوانات بعد تمام

نباتات اور جمادات کو بھی مطلق بعض غیب کا علم ہوتا ہے“ اس کے جواب میں آپ نے پھر فرمایا ہے کہ خان صاحب

کی ان عبارت میں ”ایسا“ کا لفظ نہیں ہے۔ حالانکہ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ ان

عبارات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے ، الفاظ کے متعلق میرا دعویٰ نہیں اور نہ صرف لفظوں سے بحث ہے۔ اصل چیز

تو مضمون ہے۔ ہاں اگر آپ اس کا اقرار کر لیں کہ حفظ الایمان کا مضمون صحیح ہے اور صرف اس کے الفاظ پر ہم کو اعتراض

ہے تو پھر انشاء اللہ خاص ان الفاظ کا ثبوت بھی دیا جائے گا۔

میں نے اپنی تقریر میں بارہ سوال پیش کئے تھے اور عرض کیا تھا کہ اگر آپ ان کا ٹھیک ٹھیک جواب دے دیں

تو انشاء اللہ بہت جلد میں خود آپ کی زبان سے اقرار کرالوں گا کہ حفظ الایمان کی عبارت صحیح اور بے غبار ہے مگر آپ نے یہ

کہہ کر ٹال دیا کہ یہ سوالات مجھ سے خارج ہیں۔ درحقیقت یہ نہایت آسان جواب ہے کہ جس بات کا جواب نہ آئے یا نہ دینا ہو اس کو یہ کہہ دیا کہ خارج از بحث ہے، بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ نے بلاوجہ اس بحث کو طول دیا اور خواہ مخواہ آپ تین دن سے الجھن میں پڑے ہوئے ہیں، میں نے اس وقت تک جتنی باتیں بھی کہی ہیں آپ ان سب کے جواب میں یہی فرما دیتے کہ یہ خارج از بحث ہیں۔ پھر تو بڑی آسانی سے اور بہت جلد آپ کی چھٹی ہوجاتی، فیصلہ حاضر کیا خود کرتے رہتے۔ خدا کے بندے کچھ تو سوچ سمجھ کر بات کہا کرو، یا یہ کچھ ضروری ہے کہ ہر بات بے تکی ہی کہی جائے گی یا نہ بارہ سوالوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہے جس کو مجھ سے بے تعلق کہا جاسکے؟

آپ نے اس تقریر میں پھر مجھ سے تحریر کا مطالبہ کیا ہے۔ مجھے رہ رہ کر آپ کی اس دیدہ دلیری پر حیرت ہوتی ہے میں ابھی ابھی اس مجھ کے سامنے بعینہ حفظ الایمان کے الفاظ میں تحریر پیش کر چکا۔ اور یہ بھی عرض کر چکا کہ آپ جس تحریر پر دستخط کرنا چاہتے ہیں اس کے الفاظ خود آپ کے تصنیف کردہ ہیں حفظ الایمان میں وہ الفاظ نہیں ہیں۔ مگر اس کے باوجود آپ پھر اسی کا مجھ سے مطالبہ کر رہے ہیں۔

اچھا اب میں کہتا ہوں کہ پہلے آپ یہ تسلیم کر لیجئے کہ حفظ الایمان کے الفاظ میں تو ہیں نہیں ہے۔ کیوں کہ وہی الفاظ بعینہ میں نے مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دیئے ہیں اور انہی پر اصل بحث ہے۔ اس کے بعد میں آپ کی پیش کردہ تحریر کے متعلق بھی عرض کر دوں گا۔

آپ نے اپنی پہلی تقریر میں مولانا احمد رضا خان صاحب کا حال بیان کیا تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں کھانا پسینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ میں نے لوگوں کو یہ بتلانے کے لئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے یا مرغن کھانوں کے؟ ان کے ”وصایا“ میں سے فاتحہ نامہ پڑھ کر سنایا۔ کہ وہ مرغن بریانی، مرغن پلاؤ، بکری کے شامی کباب، ارد کی پھریری دال، پراٹھے، بکری کا قورمہ، سوڈے کی بوتل، سیب اور انار کا پانی وغیرہ وغیرہ یاد کرتے ہوئے اس دنیا سے گئے۔ اس فاتحہ نامہ کا پڑھ دینا کوئی گالی نہیں تھی۔ لیکن نہ معلوم کہ آپ کے کیوں اس سے اگ لگ گئی اور آپ نے نہایت غصہ سے فرمایا کہ ”مرگئے مردود نہ فاتحہ نہ درود“ میں اس قسم کی لغو باتوں کا عادی نہیں ہوں۔ لیکن اگر آپ سننا چاہیں تو اس کے جواب میں عرض کر سکتا ہوں کہ۔

”مرگئے مردود از فاتحہ چہ سود“

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ چونکہ منظر کو یہ نفیس کھانے نہیں ملتے اس لئے وہ ان کے نام سے چڑھتا ہے۔ یہ چڑھنے کی بات تو غلط ہے لیکن یہ آپ نے بالکل صحیح فرمایا کہ منظور کو یہ کھانے نہیں ملتے "واقعی ان میں سے بعض کھانے تو شاید میں نے عمر بھر دیکھے بھی نہ ہوں گے۔ میں تو نہایت تنگی اور عسرت کے ساتھ روکھی بھیلی کھانے گزارا کرتا ہوں۔ اور اگر کسی وقت بالکل نلے جب بھی خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور اس فاقہ کشی پر نازاں ہوں، کہیں کہیں میرے آقام کی سنت ہے۔ حضور م خود ارشاد فرماتے ہیں۔

الفقر فخری " فقری میں میرے لئے فخر ہے "۔

جو چیز ہمارے آقام و مولام کے لئے باعث فخر ہو وہ ہمارے لئے صد ہزار بار مایہ فخر و ناز ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں۔

ما شیع ال محمد صلی اللہ علیہ وسلم من خبز الشعیر مذیو میں متابعین۔

(حضور کے اہلبیت کبھی جو کی روٹی سے بھی دو دن متواتر شکم سیر نہ ہوئے)

تو جناب! ہم تو ان آقا کے غلام ہیں جو کبھی عمر میں دو دن جو کی روٹی سے بھی شکم سیر نہ ہوئے، جو بھوک میں شکم مبارک پر دو دو پتھر باندھا کرتے تھے، جو ریشی قالینوں یا مٹھی گدہ پر نہیں بلکہ بطحا کی کنکریوں پر بیٹھا کرتے تھے۔ جو اونچی اونچی مسہریوں پر نہیں بلکہ ٹوٹی پھوٹی چٹائی پر رات گزارا کرتے تھے کہ بعض اوقات جبہ اطہر پر بورے کے نشان پڑ جاتے تھے۔ ہمارے آقام و مولام صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ فقیرانہ زندگی ہم کو مبارک، اور آپ کے اعلیٰ حضرت کے اندر پراسٹے، مرغ پلاؤ، بکری کا قورمہ، اور شامی کباب، آلس کریم اور فیرنی، ارد کی بھیری دال مع گرم مصالحہ و ادراک، اور گوشت بھری کچوریاں، اور پھران سب کے ہضم کرنے کے لئے سوڈے کی بوتل، یہ تمام چیزیں آپ کو مبارک!

آپ نے پنڈت گوپی چند کے اعتراضات کو معقول بتلا کر جو کفر کی حمایت کی تھی جس سے مسلمانوں کے دل دکھے، اور جس پر میں احتجاج کیا اور آپ کو توبہ کی طرف توجہ دلائی۔ بجائے اس کے کہ آپ اس سے توبہ کرتے آپ نے اس کے جواب میں راجپال اور ننھورام جیسے خبیث باطنوں کی حمایت شروع کر دی۔ آپ ان کی طرف سے صفائی پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ کیا دیوبندیوں کی دیکھا دیکھی اور ان ناپاک روضوں کو اس درجہ بے قصور ثابت کرتے ہیں کہ ان

ان کی ملعون گستاخوں کی ذمہ داری بھی ان پر نہیں بلکہ دیوبندیوں پر رکھنی ہے؟ آپ کو خدا کے غضب سے ڈرنا چاہئے۔
 اللہ ! اللہ ! ایک غازی علم الدین شہید اور غازی عبدالقیوم تھے جنہوں نے ان دریدہ دہن گستاخوں کو
 جہنم میں پہنچایا اور اپنے آقا و مولا پر قربان ہو گئے۔ اور ایک آپ ہیں کہ ان بدکرداروں کو بے قصور ثابت کر رہے ہیں
 اور اس پر دعویٰ ہے عشق رسول کا؟ پھر یہ کس قدر شرمناک بہتان ہے کہ دیوبندی حضرات نے حضور اقدس ص کی شان پاک
 میں یہ گستاخیاں کرائیں۔ آپ کا یہ افتراء ایسا ہی ہے جیسے کہ آج کوئی رافضی کہنے لگے کہ جس قدر عیسائی یا پنڈت حضور ص کی
 توہین کرتے ہیں ان سب کے ذمہ دار و معاذ اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے حضور ص کی شان میں
 گستاخی کی، اور آپ کو ہڈیاں گوتلایا۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں آپ عشق نبوی کے مدعی ہیں، بتلائیے کہ راجپال ایجنٹ میں آپ نے کیا حصہ لیا؟
 اور کیا قربانی پیش کی؟ کون اس سلسلہ میں جیل خانوں میں گیا؟ آپ گھر بیٹھے آرام سے گوشت بھری کچوریاں اور بکری
 کے شامی کباب کھاتے رہے، فریبنی اور سوڈا واٹر اڑاتے رہے، اور جیل خانوں کو آباد کیا دیوبندیوں نے۔ میں آپ
 کو بتلاتا ہوں کہ خاص راجپال ہی کے معاملہ میں ہماری جماعت کے محترم بزرگ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ
 شاہ صاحب بخاری کو تین سال کی قید ہوئی۔ لیکن کیا آپ حضرات میں سے بھی کوئی صاحب اسلام اور پیغمبر اسلام صلی
 اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت کی حفاظت کے لئے کبھی دو چار منٹ ہی کے واسطے جیل خانے گئے، یا آپ خلوت پر اٹھے
 کھانے کے لئے عاشق رسول ہیں؟

آپ نے تقویۃ الایمان کے حوالہ سے جو چند عبارتی پیش کی ہیں ان میں نہایت شرمناک خیانت سے کام لیا ہے
 تفصیلی اور تحقیقی جواب تو انشاء اللہ ان کا اس وقت عرض کروں گا جب ان کی بحث آئے گی۔ اور حسام اکھرین کی چار
 بحثوں کے بعد انشاء اللہ تقویۃ الایمان کی انہی عبارات پر بحث ہوگی اس وقت بعد از تعالیٰ ان عبارتوں کے متعلق میں

۱۹۵۳ء
 ملے یہ تو ماضی کا ذکر تھا دو حاضری تحریریں ختم نبوت میں ان کی عدم شرکت اور لا تعلقی کسی تعارف کی محتاج
 نہیں، جب کہ پوری کی پوری امت مسلمہ علمائے کرام و پیران عظام سے لے کر عوام الناس تک دوہا بتلائیں گزر رہی تھی لیکن
 مولوی صاحب موصوف راجپال ایجنٹ کی طرح ان دنوں بھی حسین و جمیل حجروں میں خلوت نشین رہے۔ (نامشر)

آپ کی چوری دکھاؤں گا اور ثابت کروں گا کہ تقویۃ الایمان کی وہ تمام عبارات جن میں قطع و برید کر کے آپ نے یہ حوالے دیئے ہیں وہ سب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہیں۔ اہل ان میں قرآن و حدیث کی ترجیح کی گئی ہے۔

سردست تو ان تمام عبارات کے متعلق صرف ایک مختصر بات عرض کرتا ہوں۔ لیکن ایسی فیصلہ کی کہ آپ بھی یاد ہی کریں۔ سنئے۔

آپ کا دعویٰ ہے کہ ان عبارتوں میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے۔ بلکہ آپ کے نزدیک انہی عبارات نے راجپال اور نقورام جیسے دریدہ دہنوں کو گستاخی کی جرات دلائی۔ اور یہ ایک سلسلہ مسئلہ ہے کہ جن طرح حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے اسی طرح جو اس بد بخت کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اگر ثبوت درکار ہو تو سنئے۔

آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب اپنی مشہور کتاب ”تہذیب ایمان“ میں لکھتے ہیں کہ۔
 ”تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے۔ اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔“

اور آپ کے یہ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو (ان کی تمام کتابیں بالخصوص تقویۃ الایمان کا لفظ بہ لفظ دیکھنے کے باوجود) کافر نہیں کہتے۔ شہید مرحوم کے متعلق اسی تہذیب ایمان صفحہ ۳۴ پر ان کا فیصلہ یہ ہے۔

۱۔ افسوس ہے کہ رضا خانیوں نے اپنی کشتی ڈوبتی دیکھ کر حفظ الایمان کی عبارت ہی پر مناظرہ کو ختم کر دیا اور عبارات تقویۃ الایمان پر بحث کی نوبت نہ آئی۔ اگر ناظرین روداد ان عبارتوں کا صحیح مطلب اور ان میں مولوی سردار احمد صاحب کی خیانت معلوم کرنا چاہیں تو وہ خود تقویۃ الایمان ملاحظہ فرمائیں وہیں ان کو وہ آیات و احادیث بھی مل جائیں گی جن کی ترجیح ان عبارات میں کی گئی ہے ۱۲۔ شاہ شہید کی تکفیر اور اعتراضات کے جواب کے لئے (۱) حضرت شاہ اسماعیل شہید اور معاندین اہل بدعت کے الزامات : از افادات حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ۔ (۲) شہید کی سچی بابتیں : از مولانا نور محمد کنترا العاظم ٹانڈہ۔ (۳) تذکار شہید : ماہنامہ الفرقان لکھنؤ کا شاہ اسماعیل شہید نمبر ملاحظہ ہو۔

” اور امام طائفہ (اسمعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے “

اور اسی تہذیب ایمان صفحہ ۴۲ پر حضرت شہید مرحوم ہی کے متعلق لکھتے ہیں۔

” علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی جواب ہے۔ وهو الجواب وبہ یفتی وعلیہ

الفتویٰ وهو المذہب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامة وفیہ السداد

یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتوے ہو اور اسی پر فتوے ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی

پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت “

پس جو عبارتیں آپ نے تقویۃ الایمان کے حوالے سے پیش کی ہیں اگر آپ کے نزدیک ان میں حضور سرور عالم صلی

اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے تو مولوی احمد رضا خان صاحب، شہید مرحوم کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے کافر ہوئے۔ اور اگر توہین

نہیں ہے تو آپ جھوٹے ہوئے۔ اب آپ کے لئے صرف دو راستے ہیں۔ ایک یہ کہ کھلے لفظوں میں آپ اقرار کریں کہ تقویۃ

الایمان کی ان عبارات میں درحقیقت توہین نہیں ہے۔ اور میں نے صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے ان میں خیانت

اور ناجائز قطع و برید کی تھی۔ اور اگر آپ یہ اقرار نہ کریں اور ان عبارات میں توہین ہی بتلائیں تو پھر آپ کو اپنے اٹھتے

کے کفر کا اقرار کرنا ہوگا۔

بہر حال جو شخص حضرت شہید مرحوم کو کافر کہے اس کو مولوی احمد رضا خان صاحب کے کفر کا بھی اقرار کرنا پڑے گا۔

نوحش نوا یان حسن کو غیب سے مراد ملا

صیاد اپنے دام میں خود مبتلا ہونے کو ہے

دیکھی آپ حضرات نے شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندہ کرامت، جیسے ہی آپ نے ان کی عبارات میں خیانت کی اور ان

کے متعلق لب کشائی کی، خدا نے آپ کے اعلیٰ حضرت کو صفائی کا گواہ بنا کر پیش کر دیا۔ وہ فرما رہے ہیں کہ ” میں ان

کو کافر نہیں کہتا، اور علمائے محتاطین کو چاہئے کہ وہ بھی ان کو کافر نہ کہیں اسی میں سلامتی ہے “ اب فرمائیے کہ ان

اعلیٰ حضرت کے متعلق کیا رائے ہے؟ اب یا ان کو بھی کافر کہئے یا حضرت شہید مرحوم کی عبارات کو بے غبار مان کر اپنی خیانت

اور فریب کاری کا اعتراف کیجئے۔ اس کے بغیر آپ کو چارہ نہیں ہے

عجب شکل میں آیا سینے والا جسے داماں کا

جو یہ ٹانگا تو وہ اُدھڑا جو وہ ٹانگا تو یہ اُدھڑا

مولوی سردار احمد صاحب

مولوی صاحب ! یہ آپ نے بالکل غلط کہا اعلیٰ حضرت رضی اللہ

تعالیٰ عنہ اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں کہتے۔ اعلیٰ حضرت نے اسماعیل

کے کفر پر مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ”الکوئۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوبابیہ“ ہے۔ اس میں دہلوی صاحب کے سینکڑوں کفریات لکھے ہیں، اور صاف لفظوں میں ان کو کافر لکھا ہے۔ آپ بالکل جھوٹ کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں لکھا۔

اور تمہید ایمان شریف کی جو عبارتیں آپ نے پڑھی ہیں ان کا مطلب آپ نے نہیں سمجھا۔ آپ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی وہ کتاب دیکھیے جس میں ان عبارتوں کا مطلب خود اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے۔ اس کتاب کا نام ”الموت الاخر“ ہے

جس کے معنی ہیں ”سرخ موت“ اور درحقیقت دیوبندیوں کے لئے وہ سرخ موت ہی ہے۔ اس کتاب نے دیوبندیت

کو زنج کر ڈالا ہے۔ اس میں آپ کی اس سب خرافات کا جواب موجود ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ تقویۃ الایمان کی ان عبارتوں میں ترجمانی ہے قرآن وحدیث کی۔ توبہ توبہ لاجمل ولا قوۃ الا باللہ !

بھلا قرآن وحدیث میں ایسی گستاخیاں ہو سکتی ہیں۔ قرآن تو بھرا پڑا ہے حضورؐ کی مدح سے۔ اس میں ہر ہر سورت بلکہ ہر

آیت میں تعریف سے حضورؐ سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ وہ جا بجا خطبہ پڑھتا ہے حضورؐ کی مدح کا۔ اس میں کس طرح حضورؐ

کی توبین ہو سکتی ہے ؟

خیر تقویۃ الایمان کی ان عبارتوں کی تو اس وقت بقول آپ کے بحث نہیں۔ آپ حفظ الایمان ہی کی عبارت کو

کسی ایک آیت سے ثابت کر دیجئے اور بتلایئے کہ وہ کس آیت کا ترجمہ ہے ؟ لیجئے میں پھر اس عبارت کو پڑھتا ہوں

اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے حفظ الایمان کی وہی عبارت پھر پڑھ دی اور اس کے متعلق پھر وہی تقریر کی جو

پہلے بار ہا کر چکے تھے اور مولانا محمد منظور صاحب سے مطالبہ کیا کہ اس عبارت کو آپ قرآن کریم سے ثابت کر کے دکھلایئے

اسکے بعد فرمایا کہ آپ نے پہلے دعویٰ کیا تھا کہ حفظ الایمان کا مضمون اعلیٰ حضرت کی کتابوں سے ثابت کروں گا مگر آپ

ابھی تک ثابت نہ کر سکے۔ بلکہ اس دفعہ تو آپ نے کھلے لفظوں میں اقرار کر لیا کہ اعلیٰ حضرت کی عبارات میں ”ایسا“ کا

لفظ نہیں ہے۔ خدا نے خود آپ کے منہ سے حق بات نکلوادی۔ ایسے ہی انشاء اللہ تعالیٰ و شاعر رسولہ آپ قرآن شریف کے متعلق بھی اقرار کریں گے اور میں آپ سے اقرار کر کے چھوڑوں گا۔ میں ادنیٰ غلام ہوں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ آپ کہتے ہیں کہ حضرت حجۃ الاسلام قبلہ (مولانا حامد رضا خان صاحب) آپ کو جواب نہیں دیتے، تو وہ آپ کو کیوں جواب دیں، آپ کو ان سے مخاطبہ کا کیا حق ہے وہ تو ہمارے آقا اور سردار ہیں، وہ ہماری جماعت میں سب سے بڑے بزرگ ہیں، آپ کے لئے ان کے خدام کافی ہیں۔ میں ان کا ایک ادنیٰ خادم بلکہ ادنیٰ غلام ہوں، میرے سامنے تو آپ کا یہ حال ہے، سب لوگ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کس طرح میرے پنجے میں پھنپے ہوئے ہیں۔ آپ بہت بھاگنا چاہتے ہیں مگر بھاگ نہیں سکتے اور نہ میں بھاگنے دوں گا۔ بڑی مشکل سے تو آپ پھنپے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں تمہارے گھر آیا ہوں آپ یہ غلط کہتے ہیں، ہم نے آپ کو زبردستی بلایا ہے۔ جس طرح آپ نے اپنے جلسہ میں پنڈت گوپی چند کو بلایا تھا تو اس میں فخر کیا بات ہے؟

آپ تو اپنے گھر سے بس یہاں تک آئے ہیں مگر مجھے دیکھئے کہ میں پنجاب سے چل کر آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے آیا ہوں اور اس طرح پیچھے پڑا ہوا ہوں کہ میں آپ کی فکر میں پنجاب سے چلا، راستہ میں مراد آباد پڑتا ہے اسی کے قریب کہیں سنبھل ہے میں وہاں آپ کی فکر میں پہنچا تو پتہ چلا کہ وہ یہاں سے بریلی بھاگ گئے ہیں تو میں وہاں سے آپ کے پیچھے چھپے یہاں آیا ہوں۔ اور میں نے یہاں آکر آپ کو پکڑ لیا ہے اب میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا اور یہاں سے جہاں بھی آپ جائیں گے وہیں میں جاؤں گا اب آپ میرے پنجے میں نہیں نکل سکتے۔

اس سے پہلے بھی بہت سے بے غیرتوں سے مناظرہ کا اتفاق ہوا مگر اس فن میں جو کمال آپ نے پیدا کیا ہے وہ کسی میں نہیں دیکھا گیا۔

مولانا محمد منظور صاحب

اورشید آپ کی اسی خصوصیت کی وجہ سے آپ کے آقا صاحب (یعنی مولوی حامد رضا خان صاحب) نے آپ کو اس ڈیوٹی کے لئے منتخب کیا ہے۔ یہاں کی تمام پبلک جانتی ہے کہ آپ مولوی حامد رضا خان صاحب کے مدرسہ میں نوکر ہیں اور ہمیں بہتے ہیں مگر اس کے باوجود آپ کس قدر دلیری سے فرما رہے ہیں کہ میں تم سے مناظرہ کرنے کے لئے پنجاب سے آیا ہوں اور اس پر تصریح اور سفید جھوٹ کہ میں سنبھل گیا تھا وہاں سے بریلی آیا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنے میں آپ اپنے ہموطن مرزا قادیانی سے بھی زیادہ بہادر ہیں۔ شاہ شاہ! پنجاب کے جوان شاہ شاہ!!

ایں کار از تو آید و مردان چہیں گفتند

آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے تجھ کو زبردستی بلایا ہے " دروغ گوئیم بردے تو " اسی کا نام ہے۔ میرے پاس آپ کی یہ تحریر موجود ہے، جس میں آپ نے لکھا ہے کہ " میں منظور کا چیلنج قبول کرتا ہوں " اب فرمائیے کہ کس نے مناظرہ کے لئے منظور کیا ؟

آپ فرماتے ہیں کہ تجھ کو مولوی حامد رضا خان صاحب سے مخاطبہ کا حق نہیں وہ ہماری جماعت میں سب سے بڑے بزرگ ہیں " یہ عذر چب کیا جاسکتا تھا جب کہ لاہور میں وہ مجھ کو اپنا مخاطب تسلیم کر چکے ہوتے۔ وہاں انہوں نے مجھ کو حضرت یحکم الامت کا وکیل ہونے کی حیثیت سے اپنا مخاطب تسلیم کر لیا۔ اور مجھ سے مناظرہ کرنے کے لئے مولوی حسرت علی صاحب کو اپنی طرف سے وکیل بھی نامزد کر دیا اور مجھ کو اس کی تحریر بھی دے دی جو میرے پاس بحمد اللہ محفوظ ہے۔ لہذا یہ عذر تو ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

رہا یہ کہ وہ آپ کی جماعت کے سب سے بڑے بزرگ ہیں تو ہوا کریں میں اپنی جماعت کا ایک ادنیٰ خادم ہوں اور سب سے چھوٹا ہوں مگر میری جماعت نے آپ کے سب سے بزرگ کے مقابلہ کے لئے میرا انتخاب کیا ہے اس لئے مجھ کو ان سے مخاطبہ کا جائز حق حاصل ہے۔ پھر بھی کچھ وہ بزرگ ہیں میں خوب جانتا ہوں۔ میں ان کی ہسٹری سے اچھی طرح واقف ہوں۔ مجھے بدایون کے رنگین واقعات بھی معلوم ہیں مگر ان خوب سے شناسم پیران پارا " مگر افسوس یہ ہے کہ مقابلہ میں وہ خود موجود نہیں ہیں ان کی عدم موجودگی میں ان کی رنگین زندگی کا تذکرہ میں کچھ اچھا نہیں سمجھتا۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بردن افتد لاز

ورنہ در مجلس زندان خبر نیست کہ غیت

آپ نے گوپی چند کے اعتراضات کو معقول بتلا کر جو کفر کی حمایت کی تھی اس کی وارد گیر سے بچنے اور خلط ممحٹ کرنے کے لئے تقویۃ الایمان کے حوالہ سے چند عبارتیں نہایت شرمناک خیانت اور ناجائز قطع دبرید کر کے آپ نے پیش

ہے کہ اعلیٰ حضرت نے "الکوبتہ الشہابیہ" میں مولانا شہید رحمہ اللہ کو کافر لکھا ہے ۔ اگر یہ بات آپ کسی ایسے شخص کے سامنے کہتے جس نے "کوکتہ شہابیہ" نہ دیکھی ہوتی تو وہ شاید آپ کے دھوکہ میں آجاتا۔ لیکن آپ اس کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں جس نے آپ سے زیادہ آپ کے اعلیٰ حضرت کی کتابوں کو کھنگالا ہے ۔

عناقش کار کس نشود دام باز چسپیں

کیں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

سنئے ! اسی کو کتبہ شہابیہ کے آخر میں مولوی احمد رضا خان صاحب لے صاف لکھ دیا ہے کہ مذہب مختار یہی

ہے کہ شہید مرحوم کو کافر نہ کہا جائے۔ اس کے آخری صفحہ پر خان صاحب کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔

"ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں الکفار سے کتب لسان (یعنی کافر کہنے سے زبان روکنا) مانع و

مختار و مرضی و مناسب " واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم "

انہی الفاظ پر "الکوکتہ الشہابیہ" ختم ہے ۔

دیکھی آپ نے حضرت شہید مرحوم کی زندہ کرامت ۔ کہ جس کتب کو آپ نے ان کے کفر کی دلائل سمجھا تھا اسی سے

ان کا اسلام ثابت ہو گیا۔ بہر حال حضرت شہید مرحوم تو فی الحقیقت اور آپ کے اعلیٰ حضرت کے بیانات سے مسلمان ہے

لیکن اب ذرا اپنے اعلیٰ حضرت کی خبر لیجئے وہ کہاں پہنچے ؟

یہ تو نہایت صفائی کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب "شہید مرحوم کو کافر نہیں کہتے"

اور یہ بھی میں خان صاحب ہی کی تصریحات سے ثابت کر چکا ہوں کہ جو شخص حضور کی توہین کرے اس کو کافر نہ کہنے والا بھی

باجہاں مسلمین کافر ہے ؟ اور آپ کے نزدیک مولانا شہید علیہ الرحمۃ نے معاذ اللہ حضور کی توہین کی بلکہ انہوں نے ہی

توہین نبوی کا دروازہ کھولا ، لہذا مولوی احمد رضا خان صاحب کسی دوسرے کے نزدیک کافر ہوں یا نہ ہوں لیکن آپ

کے نزدیک حضرت مرحوم شہید کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے ضرور بالضرور کافر ہوئے اور اگر آپ ان کو کافر نہ مانیں تو انہیں کے

سے بلکہ خود مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی کوکتہ ص ۳۱ و ۳۲ پر اس کی تصریح کی ہے۔ لہذا وہ خود اپنے اقرار سے

کافر ہوئے۔ اس بحث کی پوری تفصیل "آئینہ رضا خانیت" میں ملاحظہ ہو۔

اصول سے آپ بھی کافر ہوئے۔

دیکھی آپ نے حضرت شہید ملت اور حضرت حکیم الامت کی کرامت۔ آپ اللہ کو ثابت کرنا چاہتے تھے اور خود مع اپنے اعلیٰ حضرت کے اقراری کفر کی دل دل میں بھنس گئے۔ دیکھا آپ نے مجرم یوں اپنے اقوال سے کپڑے جاتے ہیں۔ اصلی کافروں کا کفر اس طرح ثابت ہوتا ہے۔ مناظرہ اس کو کہتے ہیں کہ ”جو دوا ہو سگر سے پار ہو“۔

کیا ہے کوئی بدعت کا فرزند کہ حضرت شہیدؒ کو کافر کرنے کے ساتھ مولوی احمد رضا خان صاحب کو ادنیٰ درجہ کا

مسلمان ثابت کر سکے ؟ ” اذن عام ہے آئے جس کا جی چاہے “

آپ نے اس مرتبہ مجھ سے حفظ الایمان کے مضمون کا ثبوت قرآن عزیز سے مانگا ہے۔ جزاک اللہ۔ اب ذرا حاضر

جو اس ہو کہ قرآن عزیز سے ثبوت سنئے۔ یہ میں پہلے بتلا چکا ہوں کہ حفظ الایمان کے اس مضمون کی بنیاد دو چیزوں پر ہے

اور دہی در حقیقت حضرت مولانا تھانوی کی اس دلیل کے دواہم جزو ہیں۔

۱ : ایک یہ کہ مطلق بعض غیوب کا علم عام انسانوں بلکہ حیوانوں کو بھی ہے۔

۲ : اور دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہیں تھا۔

پہلی بات کا ثبوت قرآن عزیز سے سنئے۔

وَأَنَّ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ

وَلَكِنْ لَا تَقْضُونَ تَسْبِيحَهُمْ - بنی اسرائیل ۷۷

تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کی تسبیح و تقدیس کرتی ہے۔ اور

یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس بغیر خدا کی معرفت کے ممکن نہیں۔ لہذا اس آیت سے منشاء یہ بھی

معلوم ہو گیا کہ کائنات کی ہر چیز کو خدا تعالیٰ اور اس کی صفات قدسیہ کا علم ہے۔ اور یہ میں آپ کے اعلیٰ حضرت کی تفسیر

سے ثابت کر چکا ہوں کہ حق تعالیٰ عز اسمہ اور اس کی صفات غیب سے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ تمام کائنات حتیٰ کہ

نباتات و جمادات کو بھی مطلق بعض غیوب کا علم حاصل ہے۔ اور یہی حفظ الایمان کی عبارت کا پہلا اہم جزو ہے۔

دوسرا جزو یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت

ہے۔ اس کا ثبوت بھی قرآن کریم سے سنئے۔

پہلی آیت -

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِيَ خَزَائِنُ اللَّهِ
وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي

مَلَكٌ (سورۃ النعام، کورع ۴)

دے دے ہمارے رسول، آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے
یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدائے تعالیٰ کے خزانے ہیں
اور نہ میں تمام غیبیوں کو جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے یہ
کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

دوسری آیت -

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا
مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبُ
لَا سَتَكُنَّ ثَرَاتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنِيَ
السُّورُ - (اعراف، ع ۲۲)

آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی ذات خاص کے لئے بھی کسی
نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا۔ لیکن یہ خدا
چاہے، اور اگر میں تمام غیبیوں کو جانتا تو میں بہت
سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی برائی مجھے نہ چھوٹی۔

تیسری آیت -

قُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانْتَظِرُوا إِنِّي
مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ (یونس ع ۲)

آپ فرما دیجئے کہ سب غیب (کا علم) خدا ہی کے لئے ہے
سو تم منتظر رہو، میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

چوتھی آیت -

وَاللَّهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ
يَرْجِعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ - (پ ۱۳ - ہود)

اور آسمان و زمین کے سب غیب کا علم بس خدا ہی کو
ہے، اور تمام امور اسی کی طرف لوٹیں گے۔

پانچویں آیت -

لَهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَبْصُرُ
بِهِ وَأَسْمِعُ - (کہف ع ۴)

صرف اسی کو ہے آسمان و زمین کے کل غیب کا علم، وہ کس
قدر بصیر اور کتنا سمیع ہے۔

چھٹی آیت -

وَاللَّهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

اور آسمان و زمین کی تمام پوشیدہ باتیں اللہ ہی کو

وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ
أَوْ هُوَ أَقْرَبُ - (سورہ نمل ع ۱۱)

معلوم ہیں اور قیامت کا معاملہ بس ایسا ہوگا جیسے
آنکھ جھپکنا، بلکہ اس سے بھی جلدی

یہ چھ آیتیں ہیں جو بیگانگہ دہل اعلان کر رہی ہیں کہ کل غیوب کا علم صرف حق تبارک و تعالیٰ کو ہے مخلوق
میں کسی کو حاصل نہیں۔

وقت کے ختم ہو جانے کی وجہ سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ بعد میں انشاء اللہ اور آیات بھی پیش کر دوں گا۔ آپ
نے قرآن کریم سے ثبوت طلب کر کے حق و صداقت کے سارے اس تار کو چھیڑ دیا ہے جو اب کم از کم ایک سو آیات پیش کر کے
دم لے گا۔ واللہ ولی التوفیق۔

مولوی سردار احمد صاحب

مولوی صاحب! آپ آیتیں پڑھ پڑھ کر لوگوں کو دھوکا،
دینا چاہتے ہیں۔ یہاں کوئی آپ کے دھوکے میں نہیں آئے گا۔

قادیانی بھی جب جواب سے عاجز آتے ہیں تو آیتیں ہی پڑھا کرتے ہیں۔ رام چندر آریہ بھی مناظرہ میں قرآن شریف
پڑھا کرتا ہے۔ ایسے ہی آپ بھی قرآن شریف پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ بتلانیے کہ ان آیتوں میں سے
کس آیت کا ترجمہ ہے حفظ الایمان کی عبارت۔ آپ کے پاس مولوی اشرف علی کے ترجمہ کا قرآن شریف ہوگا۔ آپ
اسی میں دکھلا دیجئے کہ انہوں نے کسی آیت کے ترجمہ میں حفظ الایمان والی عبارت لکھی ہو۔ بھلا قرآن مجید میں یہ
گستاخانہ مضمون ہو سکتا ہے؟ وہ تو بھرا پڑا ہے حضور م کی مدح سے۔ اس میں تو جا بجا حضور اقدس کی تشریفیں
ہیں۔ حضور کے علم غیب کے متعلق اس کا بیان یہ ہے۔

وَعَلَيْكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا -

اور اے محبوب ہم نے تم کو وہ تمام غیب کی باتیں سکھلائیں جو تم نہیں جانتے تھے

دیکھئے اس سے حضور م کا علم غیب کیسا صاف ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی ایک ایسی ایسی سینکڑوں ہزاروں

آیتیں حضور م کی مدح میں موجود ہیں، وہ تو حضور کے کمالات کا خطبہ دیتا ہے پھر آپ تھا تو ہی صاحب کی گالیوں کا ثبوت

بھلا قرآن پاک سے کس طرح دے سکتے ہیں۔ کیا دیوبندی دھرم میں قرآن بھی حضور کی توہین کرتا ہے۔

مولوی صاحب! آپ قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر میرے بچے سے چھوٹ نہیں سکتے، میں بڑا اگر اپنا جانی ہوں۔

آپ کو باز حفظ الایمان کے کفری مضمون سے توبہ کرنی ہوگی یا اس کا ثبوت دینا ہوگا۔ آپ ایسی بے محل بے موقع آیتیں پڑھئے۔ آپ سو نہیں ایک ہی آیت ایسی پیش کر دیجئے جس سے حفظ الایمان کا مضمون ثابت ہوتا ہو۔ اور بس غافلی صاحب ہی کے ترجمہ میں دکھلا دیجئے میں اسی کو مان لوں گا۔ آپ ادھر ادھر مت بھاگئے قاعدہ میں مناظرہ کیجئے، میں نے تو سنا تھا کہ آپ بہت بڑے مناظر ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اصول مناظرہ کی ایک کتاب بھی نہیں پڑھی ہے۔

مولوی صاحب ! میاں وعظ کہنے اور آیتیں پڑھنے سے کام نہیں چلے گا، آپ کچھ حفظ الایمان کے ملعون مضمون کا ثبوت قرآن سے دینا ہوگا یا توبہ کرنی ہوگی، اس کے بغیر آپ کو نہیں چھوڑا جائے گا۔ حاضرین حفظ الایمان کی اس ملعون کفری عبارت کو پھر سن لیں وہ یہ ہے۔

اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے پھر حفظ الایمان کی عبارت پڑھی اور اس کے متعلق تقریباً وہی تقریر کی جو اس سے پہلے بار بار کر چکے تھے۔ (مرتب)

معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت شرافت اور غیرت کا جو ہر تقسیم ہو رہا تھا اس وقت آپ کہیں سو رہے تھے۔ حاضرین دیکھ رہے، اور آپ کا دل جانتا ہے کہ اس وقت آپ کس مصیبت میں ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ بار بار مجھ سے فرماتے ہیں کہ ”میں آپ کو چھوڑوں گا نہیں، آپ میرے بچے سے نکل نہیں سکتے“

اس وقت آپ کی مثال بالکل اس مچھلی کی سی ہے جو کسی شکاری کے جال میں پھنس گئی تھی۔ پہلے بہت کچھ ترپنے پھرنے لڑھکیا، مانی سے مایوس ہو گئی تو نہایت شوخ پستی سے شکاری سے کہنے لگی کہ ”تو ہزار کوشش کر مگر میں تیرے جال کا چھوڑ نہیں سکتی، تو اب میرے قبضہ سے نکل نہیں سکتا، میں اب تیرے گھر تک جاؤں گی اور تیرا پیچھا نہیں سے چھوڑوں گی، شکاری اس کی ان باتوں پر ہنستا تھا۔ اسی طرح مجھے بھی آپ کی ان باتوں پر ہنسی آتی ہے۔

اس مرتبہ آپ نے پھر حفظ الایمان کی عبارت پڑھی ہے اور اس کے متعلق وہی گہرا فاشانی فرمائی ہے جس کا جواب میں بار بار دے چکا، میرے پاس اتنا بے کار وقت نہیں کہ میں ایک ہی بات کو بار بار دہرائے جاؤں۔ آپ کو اگر کچھ اور یاد نہیں ہے تو آپ مجبور ہیں۔

میں نے حفظ الایمان کے مضمون کی تائید میں اب تک سات آیتیں پیش کی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ بتلاؤ کہ حفظ الایمان کی عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے ؟ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کسی علمی حلقہ میں بیٹھنا بھی نصیب نہیں ہوا ہے۔ میرا یہ دعویٰ نہیں کہ حفظ الایمان کی عبارت کسی آیت کا بعینہ ترجمہ ہے۔ بلکہ میرا مدعا صرف یہ ہے کہ اس کا مضمون قرآن کریم سے ثابت ہے۔ میں ثابت کر رہا ہوں سات آیتیں پیش کر چکا اور اب اور پیش کر دوں گا۔ آپ سے ہو سکے تو رد کیجئے۔ اور ثابت کیجئے کہ ان سے حفظ الایمان کا مضمون ثابت نہیں ہوتا۔

میں نے عرض کیا تھا کہ حفظ الایمان کے زیر بحث مضمون کے دو اہم عنصر ہیں۔ ایک یہ کہ مطلق بعض غیوب کا علم (یعنی کسی دکنی غیب کی چیز کا علم) عام انسانوں بلکہ حیوانات بلکہ نباتات اور جمادات کو بھی ہے۔ اور دوسرا یہ کہ، جمیع غیوب کا علم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں تھا۔ پہلے جُز کے ثبوت میں ایک آیت اور دوسرے کے ثبوت میں چھ صاف صریح آیتیں میں پیش کر چکا ہوں۔ اب اس سلسلہ کی دوسری آیتیں سنئے۔

ساتویں آیت -

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ - (سورۃ النعام ۶، ۵۹) اسی کے علم میں ہیں مفاتح الغیب، نہیں جانتا ان کو اس کے سوا کوئی :-

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مفاتح الغیب“ جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ پانچ چیزیں ہیں جو سورۃ لقمان کی آخری آیت میں مذکور ہیں۔ یعنی (۱) قیامت کا وقت مخصوص - (۲) بارش کا ٹھیک وقت کہ کب نازل ہوگی۔ (۳) مافی الارحام - (۴) مستقبل کے واقعات - (۵) موت کا صحیح مقام۔ اس کے بعد سورۃ لقمان کی وہ آیت بھی سنئے۔

آٹھویں آیت -

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ

ہر تحقیق اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم، اور وہی نازل کرتا ہے بارش کو، یعنی یہ بھی اسی کے علم میں ہوتا ہے کہ بارش کب ہوگی، اور وہی جانتا ہے جو کچھ مادہ کے رحم میں ہوتا ہے، اور کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ کیا

عَلَيْهِمْ خَيْرٌ - (لقمان رکوع آخر)

کیا کرے گا، اور کسی کو خبر نہیں کہ وہ کہاں مرے گا۔

بحقیق اللہ تعالیٰ ہی جانتے والا اور خبردار ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

خمس من الغیب استأثر بهنَّ اللہ

یہ پانچ چیزیں غیب کی وہ ہیں کہ ان کو ہی تعالیٰ علام

فلم یطلع علیہن ملکاً مقرباً ولا نبیاً

الغیوب نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ ان کی اطلاع نہ

مرسلہ - (تفسیر ابن کثیر)

کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی نبی و رسول کو۔

نہیں آیت -

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

(اے ہمارے رسول) آپ فرما دیجئے کہ جتنی مخلوقات بھی

الْغَيْبِ إِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ

زمین و آسمان میں موجود ہے (یعنی جن دانس اور فرشتے)

يُبْعَثُونَ - (نمل - ع ۵)

کوئی بھی تمام غیب کو نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ جانتا

ہے اور اس زمین و آسمان کی مخلوقات کو خبر نہیں کہ

وہ کب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے یعنی کسی مخلوق کو قیامت

کا وقت معلوم نہیں۔

دسویں آیت -

وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَالْيَوْمِ تَرْجَعُونَ

بس اللہ ہی کو ہے قیامت کا علم اور تم سب اسی کی

(زخرف ۶۴)

طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

”قُلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ“ یہ دس آیتیں ہیں جن سے نہایت صفائی کے ساتھ معلوم ہو رہا ہے کہ کل غیوب

کا علم ہی تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ نہ حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ کسی دوسری مخلوق کو۔ اور یہی حفظ الایمان

کے مضمون کا دوسرا عنصر تھا۔

رہا آپ کا یہ فرمانا کہ قرآن عزیز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ہے یہ بالکل ٹھیک ہے بے شک قرآن

عزیز نے بہت سے مقامات پر کمالات بیان فرمائے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی بتاتا

ہے کہ نہ آپ خدا ہیں نہ صفات خداوندی میں شریک، نہ خزان قدرت کے مالک و مختار، نہ آپ کو تمام غیوب کا علم ہے۔ لیکن چونکہ ایسا کہنا آپ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تمسخر ہے اس لئے آپ کے اصول پر قرآن پاک میں (معاذ اللہ) ضرور حضور کی توہین ہے۔

آپ نے اس تقریر میں ایک آیت بھی پیش کی ہے اس آیت بلکہ قرآن پاک کی ہر ہر آیت پر ہمارا ایمان ہے لیکن کل غیب کے علم کا ثبوت اس سے قیامت تک نہیں نکل سکتا، اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ”ہم نے آپ کو وہ علوم دیے جو آپ نہیں جانتے تھے“۔

سو بے شک حق تعالیٰ نے لاکھوں بلکہ کروڑوں علوم عالیہ کا لیے حضور کو ایسے عطا فرمائے جو آپ کو پہلے سے معلوم نہ تھے بلکہ حضور کے تمام علوم شرفیہ ایسے ہی تھے۔ آپ کے متعلق قرآن عزیز کا بیان ہے۔

مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ
وَلَا الْإِيمَانُ (النشور، ۵۲)

اور ایمان کیا چیز ہے۔

بہر حال حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمارے آقا و مولا کو بے حد و شمار علوم عطا فرمائے لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ اب خدا کے خزانہ غیب میں کچھ بھی باقی نہیں رہا، نہ اس آیت میں یہ مذکور ہے۔ بہر حال اس آیت اور ایسی تمام آیتوں پر ہمارا ایمان ہے لیکن ان سے کل غیب کا علم قیامت تک بھی ثابت نہیں ہو سکتا اور حفظ الایمان میں کل غیب کے علم کو ہی دلائل لقلیہ و عقلیہ سے باطل کہا گیا ہے۔

آپ نے ایک آیت پیش کی تھی اس کا جواب میں عرض کر چکا۔ میں نے اس وقت تک گیارہ آیتیں پیش کی ہیں ان کا جواب دیجئے۔ صرف یہ کہہ دینے سے کام نہیں چلتا کہ قرآن قادیانی بھی پڑھا کرتے ہیں اور آریہ بھی۔

اور جناب آپ نے اپنے اعلیٰ حضرت کے کفر کو تو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ ذرا سنئے! خان صاحب کی روح اپنی قبر میں سے آواز دے رہی ہے کہ مجھے اس کفر کی دلیل سے نکالو! خدا را اس کی کچھ تو سنو، کچھ تو ان کے منک کا حق ادا کرو۔ اور غضب یہ ہے کہ میں ان کو کافر نہیں کہہ رہا وہ خود آپ کے اصول پر کافر ٹھہرتے ہیں۔

مسلمانان بریلی ذرا اس پہلو پر بھی غور فرمائیں کہ اس مناظرہ میں حضرت حکیم الامت پر کفر کا دعویٰ کیا گیا مگر اچھڑتہ ان کے دکیل نے ان کو بری کر کے دکھلایا۔ اور ثابت کر دیا کہ ان کی عبارت بے داغ ہے۔ اور اس کی تائید

قرآن کریم کر رہا ہے۔ مگر اسی سلسلہ میں جب مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے ہی تیار کئے ہوئے کفر کے جال میں پھنس گئے تو اب کوئی ان کا روحانی یا صلبی فرزند ان کے نکالنے کے لئے آیا نہیں۔ "کردنی خویش آمدنی پیش" اسی کو کہتے ہیں۔

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات! آپ دیکھ رہے ہیں کہ مولوی منظور صاحب میری

باتوں کا جواب نہیں دیتے۔ بس مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے

آیتیں پڑھ جاتے ہیں۔ مولوی صاحب! یہاں کوئی مسلمان آپ کی ان چالوں میں نہیں آسکتا۔ آپ تھانوی صاحب کی گستاخیوں اور سڑی گالیوں کا ثبوت قرآن سے دینا چاہتے ہیں ہم سب مسلمانوں کا ایمان ہے کہ قرآن میں کہیں حضور اقدس کی توہین نہیں۔ قرآن تو ہر صفحہ میں خطبہ پڑھ رہا ہے حضور سر پائے نور کے مدارج کو میر کا۔ قادیانیوں کی طرح آیتیں پڑھنے سے آپ کا بیچھا نہیں چھوٹ سکتا۔ آپ تھانوی صاحب کے کفر کا جواب دیجئے یا کھلے لفظوں میں توہین کا اقرار کر کے توہین کیجئے یا آپ اپنے آگے سے ہٹنے نہیں دوں گا۔ آپ بڑے چالاک ہیں لیکن کسی پنجابی سے آپ کا واسطہ نہیں پڑا۔ آپ بتلائیے کہ تھانوی صاحب کی کفری عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے، آپ تھانوی صاحب ہی کے ترجمہ سے ثابت کر دیجئے مگر میں دعویٰ کرتا ہوں کہ آپ قیامت ثابت نہیں کر سکیں گے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو ہرے آزمائے ہوئے ہیں

مولوی صاحب! آپ کو بتلانا پڑے گا کہ تھانوی صاحب کی یہ کفری عبارت کہ

"اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر بھبی

و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے"

کس آیت کا ترجمہ ہے؟ آپ بتلائیے کہ قرآن شریف کی کس آیت میں کہا گیا ہے کہ حضور کا سا علم،

ہر گدھے، کتے، ہر سورا، بندر، ہر چوہے، بلی، ہر مچھر، پتو ہر کیرے، مکوڑے اور ہر کٹیا کٹا اور ہر بچھیا،

بچھا کو حاصل ہے۔ آپ ذرا ایک آیت سے تو اس کو ثابت کر دیجئے؟

اس کے بعد میں حضور کے علم غیب کے ثبوت میں ایک آیت کریمہ اور پڑھ کر سناتا ہوں۔ قرآن شریف میں

ارشاد ہوتا ہے۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اور اے محبوب ہم نے تم پر

ایک ایسی کتاب میں نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا کھلا بیان ہے "

دیکھئے اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں غیب و شہادت کی ہر چیز کا بیان ہے اور جب حضور پر وہ نازل ہوا تو اس کے ذریعے حضور کو بھی تمام باتوں کا علم ہو گیا۔ دیکھا آپ نے قرآن شریف کس طرح حضور کے علم غیب کا ثبوت دے رہا ہے۔ مگر دیکھنے کے لئے ایمان کی آنکھ چاہئے اور وہ دیوبندیوں و مایوں کو کہاں نصیب ہے۔



مولوی سردار احمد صاحب کی اس تقریر پر مجلس مناظرہ ختم ہو گئی۔ آج کے مناظرہ کی کیفیت خصوصیت کیساتھ قابل دیدہ تھی جو احاطہ تحریر میں نہیں آ سکتی، سنی کا غلبہ بہت نمایاں تھا اور پہلک اس کو محسوس کر رہی تھی کہ فریقین میں شیر و بکری کا بھی تناسب نہیں ہے۔ سنی کہ مولوی سردار احمد صاحب اور ان کے ساتھ کے تمام مقامی و بیرونی علماء کے چہرہ لبشروں سے بھی یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ ان کے دل کس قدر پژمردہ ہیں۔ پھر اسی بیہوش زدہ اور افسردہ منہ سے مولوی سردار صاحب کی تعلیم اور بھی زیادہ لطف پیدا کر رہی تھیں اور درحقیقت اسی چیز نے ان کو اس پر مجبور کیا کہ کسی حیلہ بہانے سے مناظرہ درہم برہم کیا جائے چنانچہ اگلے دن انہوں نے کرہی دیا۔



مناظرہ ، کاچوٹھا دن

مولانا محمد منظور صاحب
بعد خطبہ مسنونہ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي
أَمْرِي رَاحِلُ عُقْدَةٍ مِنْ لَسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي

حضرات گرامی ! حفظ الایمان کی عبارت پر اس مناظرہ کا آغاز ہوا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس وقت تک جو کاروائی ہوئی ہے آپ حضرات اس پر ایک سرسری نظر ڈال لیں۔

مولوی سردار احمد صاحب کا اعتراض یہ تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے اور حضور کے علم شریف کو جانوروں اور پالگوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ اور اس اعتراض کی بنیاد ”ایسا“ کے لفظ پر تھی۔

میں نے آپ کے اس اعتراض کا کجھ اللہ کافی شافی جواب دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں، اور اس میں زید و عمرو اور صبیان و مجاہدین اور حیوانات و بہائم کے لئے مطلق بعض غیب کا علم تسلیم کیا گیا ہے نہ کہ وہ علم جو واقع میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

۱۔ مولوی سردار احمد صاحب بار بار حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب بیان کرتے ہوئے ”جیسا“ کا لفظ بولتے تھے کہ ”جیسا“ علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو وغیرہ کو حاصل ہے۔

میں نے ان سے مطالبہ کیا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں یہ ”جیسا“ کا لفظ کہاں ہے؟ تو اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ لفظوں میں مذکور تو نہیں مگر مخدوف اور مقدر ہے۔ مگر جب میں نے ان کی اس لغو بات کا زبردست رد کیا تو وہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔

۲ : اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ "ایسا" اگر بغیر جیسا کے ہو جب بھی وہ تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے میں نے ان کی اس بات کا بھی مدلل رد کیا۔ اور بحمد اللہ محاورات اور لغت سے ثابت کر دکھایا کہ "ایسا" بغیر جیسا کے تشبیہ کے علاوہ دوسرے معانی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ پھر اس کا وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔

۳ : میں نے ثابت کیا کہ حفظ الایمان میں لفظ "ایسا" سے مطلق بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ اور اس کی دو صورتیں بیان کیں۔ ایک یہ کہ "ایسا" کو بلا تشبیہ کے "اتنا" کے معنی میں لیا جاوے، جیسا کہ شاعر کے اس شعر میں ہے۔

اُس بادہ کش کا جسم ہے ایسا لطیف و صاف

نثار پر گمان ہے موج شراب کا

یا اُس کو "یہ" کے معنی میں لیا جاوے۔ اور ثابت کیا کہ "ایسا" یہ کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ مگر مولوی سردار احمد صاحب ان میں سے کسی بات کو رد نہ کر سکے۔ واللہ اللہ علی ذالک۔

۴ : مولوی سردار احمد صاحب نے مولانا تھانوی کے متعلق ایک مثال پیش کی کہ "ان کو عالم کیوں کہا جاتا ہے، کل علم کی وجہ سے یا بعض علم کی وجہ سے الخ میں نے اُس میں اور حفظ الایمان کی عبارت میں کھلافق دکھلایا کہ کسی ذی علم شخص کو عرفاً اور شرعاً عالم کہنا درست ہے۔ اور "عالم الغیب" کہنا نا درست۔ لہذا عالم الغیب کی مثال عالم سے نہیں دی جاسکتی۔ مولوی سردار صاحب اس کو بھی رد نہ کر سکے۔

۵ : پھر میں بتلایا کہ اس کی صحیح مثال رازق، اور رب العالمین کا لفظ ہے، ان کا اطلاق بھی مخلوق پر نہیں ہوتا اور اگر ان الفاظ میں حفظ الایمان کی تقریر کی جائے تو توہین نہیں لازم آتی۔ اسی طرح "عالم الغیب" کے متعلق جب "ایسا" کلام کیا جاوے گا تو توہین نہیں ہوگی۔

۶ : اس کے بعد آپ نے "قادر" کی مثال پیش کی، اس کا جواب بھی نہایت شافی دے دیا گیا اور بتلادیا گیا۔

لے چنانچہ شاعر کہتا ہے

وصل بہت خود سر کی تمنا نہ کریں گے ہاں نہ کریں گے کبھی ایسا نہ کریں گے

کہ چونکہ حق تعالیٰ کو قادیٰ کہا جاتا ہے۔ اس لئے اگر اس میں یہ تقریر جاری کی جائے تو استخفاف لازم آئے گا۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں کہا جاتا، اس لئے اگر اس میں یہ تقریر کی جائے تو کوئی قباحت نہیں۔ آپ اس کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے۔

۸۱۴ : پھر آپ نے خلطِ مبحث کرنے کے لئے حضرت مولانا محمد انوری مدظلہ کے متعلق دو خوابوں کا ذکر چھیڑا۔ لیکن جب میں نے اس میں آپ کی خیانت پرکڑی اور آپ کے لفظاء کا پر زور رد کیا تو آپ اس کو بالکل ہی بھول گئے۔ اور اس کے بعد آپ نے ان خوابوں کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

۹ : لغایت۔

۱۷۰ : پھر میں نے حفظ الایمان کی اس عبارت کے متعلق آپ سے بارہ سوال کئے، آپ نے قسم کھانے کو بھی ان کا جواب نہیں دیا۔

۲۱ : پھر میں نے بتلایا کہ حفظ الایمان کی عبارت کے جس حصہ پر آپ کو اعتراض ہے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ مطلقاً بعض غیوب کا علم عام انسانوں بلکہ حیوانوں کو بھی حاصل ہے اور اس کا اعتراف خود آپ کے اعلیٰ حضرت کو بھی ہے۔ پھر میں نے اس کے ثبوت میں ان کی مشہور کتاب "الدولۃ المکیہ" اور "ملفوظات" سے کئی عبارتیں پیش کیں ان کا بھی آپ کوئی جواب نہ دے سکے۔

۲۲ : پھر آپ نے خلطِ مبحث کر لے کے لئے حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کچھ عبارتوں کے حوالے دیئے۔ لیکن جب میں نے بتلایا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت، شہید مرحوم کو کافر نہیں کہتے، اور اس کے ثبوت میں "تمہید ایمان" کی عبارات پیش کیں تو آپ اس کے سوا کچھ نہ کہہ سکے کہ "اعلیٰ حضرت نے "الکوکبۃ الشہابیہ" میں مولانا شہید کو کافر لکھا ہے۔ اور "تمہید ایمان" کی عبارتوں کا مطلب اعلیٰ حضرت نے "الموت الاحمر" میں لکھ دیا۔ لیکن جب میں نے ثابت کیا کہ۔

رد کو کبہ شہابیہ "ہی میں آپ کے اعلیٰ حضرت نے آخری فیصلہ شہید مرحوم کے متعلق یہ لکھا ہے کہ "ان کو کافر نہ کہنا ہی سبب مختار اور مرضی و مناسب ہے" اور بتلایا کہ تمہید ایمان کی عبارتوں کا مطلب صاف ہے وہ کسی شرح کا محتاج نہیں کہ الموت الاحمر میں ان کا مطلب دیکھا جائے، اور نہ مناظرہ کا یہ اصول ہے کہ فریقِ مقابل کی کسی بات کے جواب میں کہا جائے کہ اس کا جواب فلاں کتاب میں لکھا ہوا ہے تم اس کو دیکھ لینا۔ تو آپ ان باتوں کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے۔

— ۲۳ : آپ نے پندت گوپی چند کے کافرانہ اعتراضات کو معقول بتلا کر اسلام پر سخت ترین حملہ کیا۔ اور جب میں نے آپ کو توبہ کی طرف توجہ دلائی تو اس کے جواب میں آپ نے راجپال اور مختور رام جیسے دریدہ دہن اور ننگ انسانیت گستاخوں کو بے قصور بتلایا اور ان کی گستاخیوں کا ذمہ دار ان کو نہیں بلکہ دیوبندیوں کو ٹھہرایا، گویا اس پہلے جرم سے توبہ کرنے کی بجائے آپ نے یہ دوسرا سنگین جرم کیا اور ان دشمنان اسلام کی حمایت کر کے مسلمانوں کے دل دکھائے لیکن میرے بار بار توجہ دلانے کے باوجود نہ ابھی تک آپ نے ان سنگین جرموں سے توبہ کی، نہ گوپی چند کے اعتراضات پر غور کرنے کے لئے کوئی وقت ہی مقرر کیا۔ لہذا میرا یہ مطالبہ بھی ابھی تک علیٰ حالہ قائم ہے۔

— ۲۴ : لغایت۔

— ۲۴ : آپ نے کل حفظ الایمان کے مضمون کا ثبوت قرآن عزیز سے طلب کیا۔ چنانچہ میں نے اس کے مضمون کی تائید میں گیارہ آیتیں پیش کیں جن میں سے آپ نے کسی ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔

— ۲۵ : پھر آپ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کل غیوب کا علم ثابت کرنے کے واسطے آیت کریمہ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ پیش کی۔ میں نے اس کا صحیح مطلب بیان کیا اور ثابت کر دیا کہ اس سے کل غیب کا علم قیامت تک بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ آپ اس کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے، گویا کل تک میرے پتیس مطالبے آپ کے ذمہ قرض رہے۔

— ۲۶ : آپ نے کل اپنی آخری تقریر میں علم غیب کے ثبوت میں آیت کریمہ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ بھی تلاوت فرمائی تھی۔ اس سے بھی آپ کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ یہاں ”کل شئی“ سے صرف وہی چیزیں مراد ہیں جو دین سے متعلق ہوں اور انسان کو نجات بخود ہی کے لئے جن کی ضرورت ہو۔ اور اس آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ دین کی تمام ضروری باتیں قرآن کریم میں بیان کر دی گئی ہیں، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ قرآن عزیز میں ہر کھچی، مچھر اور پھلی مسینڈک کی سوانح عمری بھی درج ہے۔ (معاذ اللہ قلئے)۔ اور میں یہ اپنی طرف سے نہیں کہتا، بلکہ عام مفسرین نے یہی لکھا ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے متعلق مفسرین کی وہ عبارات بھی پیش کروں گا۔

۳۴ : اس کے پیروی طرف سے ایک نئی دلیل اور سنئے۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۚ

اور خدا کے لشکر کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا ۚ

مع اس آیت کے اب آپ کے ذمہ میرے سینتیس مطالبے ہیں۔ اگر آپ ان سب کا جواب نہ دے سکیں۔ تو میں اوپر کے سات معاف کرتا ہوں آپ صرف تیس کا جواب دے دیجئے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم اپنے اہل حضرت کے کفر کو ضرور اٹھائیں۔ آپ ان کے مدرسہ میں نوکر ہیں، ان کا نمک کھاتے ہیں، کچھ تو ان کے نمک کا حق ادا کیجئے۔ آپ نے مشید مرحوم اور حضرت حکیم الامت کیلئے جو کفر کا جال بچھایا تھا وہ بے چارے اُس میں پھنس گئے اُن کو کسی طرح نکالنے میں بھی اس معاملہ میں آپ کی مدد کر دوں گا۔

اور ہاں گوپی چند کے اعتراضات کے معاملہ کو بھی ضرور صاف کیجئے۔ یا اپنے کلمات سے توبہ کیجئے، یا ان اعتراضات پر مناظرہ کرنے کے لئے وقت مقرر کیجئے۔

حضرات! آپ پرسوں سے برابر دیکھ رہے ہیں کہ مولوی منظور

مولوی سردار احمد صاحب

صاحب میرے اصل اعتراض کا کوئی جواب نہیں دیتے، بے کار

ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گزارتے ہیں، کبھی اپنے بارہ سوالوں کا ذکر کرتے ہیں جن کو اصل بحث سے کوئی تعلق نہیں کبھی مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے قادیانیوں کی طرح آیتیں پڑھتے ہیں۔ میں بھی اگر چاہوں تو ادھر سے کسی حافظ کو کھڑا کر دوں وہ مولوی منظور صاحب سے بھی زیادہ آیتیں پڑھ دے گا، مگر میں بے کار باتوں میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ آپ نے آیتیں تو بہت سی پڑھ دیں مگر یہ آپ ابھی تک نہیں بتلا سکے کہ حفظ الالبان کی عبارت ان میں سے کس آیت کا ترجمہ ہے ؟

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۱۔ چنانچہ علامہ نسفی حنفی کی مشہور و مستند تفسیر مدارک التنزیل میں ہے: "تبیانا لكل شیء من امور الدین"

یعنی قرآن عزیز میں دین کی ساری باتوں کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ تفسیر جلالین ص ۲۲۲، تفسیر معالم التنزیل ص ۱۷۷،

تفسیر ابو اسعود ص ۲۶، تفسیر خازن ص ۱۲۹، تفسیر جامع البیان ص ۲۲۲، تفسیر سبناوی ص ۲۲۲، تفسیر کبیر ص ۲۲۲

میں بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ اصل عبارات "صاحفہ آسمانی حصہ دوم میں درج ہیں۔ مرتب

میں پھر آپ کو چیلنج دیتا ہوں آپ بتلائیے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں جو یہ الفاظ ہیں کہ ”اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر جسی و عیون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔“ آپ بتلائیے کہ یہ گستاخانہ الفاظ کس آیت کریمہ کا ترجمہ ہیں۔ میں آپ سے کل کہ چکا ہوں کہ آپ تھانوی صاحب ہی کے ترجمہ قرآن میں دکھلا دیجئے۔

مولوی صاحب ! قرآن شریف پڑھنے کے لئے کوئی موقع محل ہوتا ہے ، دیکھئے فقہ کی کتابوں میں ”سببہ میں“ قرآن شریف پڑھنے سے منع لکھا ہے ۔

آپ اپنے مطالبات گناتے ہیں پتیس ہو گئے ، چھتیس ہو گئے ، آپ کو معلوم نہیں کہ حفظ الایمان کی اس کفری عبارت کے متعلق اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین سو سوالات کتابوں میں چھپے ہوئے ہیں تین سو۔ آپ پہلے ان کا جواب دے دیجئے ۔

آپ بار بار گوپی چند کا ذکر کرتے ہیں ، میں کہہ چکا ہوں کہ گوپی چند نے یا دوسرے پنڈتوں ، پادریوں نے جو جلسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے ہیں ان کے ذمہ دار آپ ہی لوگ ہیں ، آپ ہی لوگوں نے ان کو یہ جبرائے دلائل ۔ میں نے کل آپ کے امام الطائفہ دہلوی صاحب کی بہت سی عبارتیں نمونہ کے طور پر پیش کی تھیں ۔ آپ سے ان کا تو کوئی جواب نہیں دیا گیا ، اور اس کے بجائے آپ نے اعلیٰ حضرت کے متعلق بحث شروع کر دی ۔ میں کل ہی جواب دے چکا ہوں کہ حضرت نے خاص اسی موضوع میں ”الموت الاحمر“ تصنیف فرمادیا ہے ۔ آپ ان سب باتوں کا جواب اس میں دیکھ لیجئے ۔ آج میں آپ کے مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کی ایک توہین اور پیش کرتا ہوں ۔

تذکرۃ الرشید صفحہ ۶۴ پر حاجی امداد اللہ صاحب کے متعلق لکھا ہے ۔

”اعلیٰ حضرت نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھادوچ آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھادوچ سے فرمایا کہ اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمان کا کھانا پکائے ، اس کے مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا “

اور یہ سب کو معلوم ہے کہ حاجی امداد اللہ کے مرید بھی دیوبندی مولوی تھے ، تو گویا معاذ اللہ حضور دیوبندیوں کے باورچی اور بھٹیاری ہو گئے ۔ تو بے قوربہ لاجمل ولاقوۃ ۔ بھلا اس سے زیادہ حضور م کی اور کیا توہین ہو سکتی ہے کہ حضور (ﷺ) حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کو بھٹیادہ بنا دیا گیا۔ مولوی صاحب ! آپ کے پیشواؤں کی ان ہی کستاخیوں نے آریہ پنڈتوں اور مسیانیوں کو توہین کی جرات دلائی ہے۔ مولوی صاحب میں آپ سے پھر کتنا ہوں کہ آپ نے کار باتوں کو چھوڑیے میری اصل بات کا جواب دیجئے۔ میں آپ کو سامنے سے ہٹنے نہیں دوں گا۔ اور آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔

خدا کا شکر ہے اس نے مجھے اعلا کلمۃ الحق کی ایسی توفیق بخشی ہے کہ

مولانا محمد منظور صاحب

آپ کے ہم وطن مرزا غلام احمد قادیانی۔ بانی مرزاویت کی کفریات کا

رد میں نے خاص قادیان میں پہنچ کر کیا۔ اور مولوی احمد رضا خان صاحب موجد رضا خانیت کی کفریات کا رد ان کے وطن بلکہ اس وقت خاص ان کے گھر (جامعہ رضویہ) میں گھس کے کر رہا ہوں۔ مگر اس قدر حیرت کا مقام ہے کہ آپ پھر بھی یہ کہتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے کہ میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ سامنے سے ہٹنے نہیں دوں گا۔ درحقیقت بے حیائی بھی بڑی کراہت ہے۔

آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ تو نے اعلیٰ حضرت کے متعلق بحث شروع کر دی۔ حالانکہ واقعہ صرف یہ ہے کہ آپ نے غلط بحث کرنے کے لئے حضرت شہید مرحوم کی کچھ عبارتیں پڑھیں اور دعوے کیا کہ ان میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے لہذا اسماعیل دہلوی کا فر۔ میں نے حضرت شہید رحمہ کی طرف سے بطور گواہ صفائی آپ کے اعلیٰ حضرت کو پیش کر دیا اور یہ بھی ثابت کر دیا جو شخص حضرت شہید مرحوم کو کافر کے اسکو آپ کے اعلیٰ حضرت کے کفر کا پہلا اقرار کرنا پڑے گا۔ آپ خود ہی انصاف کیجئے کہ یہ بحث میں نے شروع کی یا آپ نے شروع کرائی؟ نہ آپ شہید مرحوم کے متعلق بحث چھیڑتے نہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا کفر ثابت ہوتا ہے

گل و گلچیں کا گلہ بلبل ناشد نہ کر

تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

بہر حال مولوی احمد رضا خان صاحب کو اس کفر کی دلیل میں خود آپ نے پھنسا یا ہے اور پھر یہ کہتے بڑے افسوس

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) اے حضرت قطب العالم حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ مہاجر کی کو طائفہ بریلی کے مشہور مولوی عبد السمیع صاحب رامپوری اور بریلوی مکتب فکر کے اکثر لوگ بھی اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں جس کی تائید انکی تصانیف سے ہو سکتی ہے۔ تاثر

کی بات ہے کہ اب آپ ان کو نکالنے کی فکر بھی نہیں کرتے۔ پس یہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے ”الموت الاحمر“ میں اس کا جواب دے دیا ہے۔

جناب ! اگر سچی جواب کافی ہے تو پھر اس تکلیف فرمائی اور مناظرہ کی درد نرسی کی کیا ضرورت تھی۔ گھر ہی سے ایک پرچہ پر لکھ کر بھیج دیا ہوتا کہ آپ کی تمام باتوں کے جواب اعلیٰ حضرت نے فلاں فلاں کتابوں میں لکھ دیئے ہیں اور اگر درحقیقت آپ کے نزدیک اعلیٰ حضرت کے وہ جوابات صحیح ہیں تو پھر میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ اس کتاب کو ہاتھ میں لے کر ایک طرف سے پڑھنا شروع کر دیجئے۔ اور جواب سنئے جائیے۔ تاکہ لوگ آپ کے اعلیٰ حضرت کی قابلیت بھی دیکھ لیں۔ بہر حال صرف یہ کہہ دینے سے کام نہیں چل سکتا کہ اس کا جواب فلاں کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ آپ نے اس مرتبہ تذکرۃ الرشید کے حوالہ سے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کا ایک خواب بھی نقل کیا ہے، اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ معاذ اللہ اس میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بادرچی اور بھٹیاریہ کہا گیا ہے، استغفر اللہ العلیٰ العظیم،

گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت، اس خواب سے یہ ناپاک نتیجہ تو قیامت تک بھی نہیں نکل سکتا۔ اس کی کھلی ہوئی تعبیر یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین علمائے کرام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم ہے اور ان پر حضور کی بارگاہ سے فیوض و برکات اور علوم و معارف کا فیضان ہوتا ہے۔ اور درحقیقت سارے علماء صالحین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دسترخوان کرم کے خوشہ چین ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دودھ نوش فرمایا۔ اور بچا ہوا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پلا دیا۔ اور پھر خود ہی اس کی تعبیر علم سے دی۔ پس جس طرح اس خواب میں دودھ پلانے کی تعبیر علم سے دی گئی، اسی طرح حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خواب میں بھی کھانے سے روحانی غذا یعنی علوم و معارف کی تعبیر نکالی جائے گی۔ اور اشارہ اس طرف ہو گا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جو طالبان معرفت آتے ہیں ان کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے روحانی فیض پہنچتا ہے۔ مادہ ازہیں یہ کہ کسی کو کھانا تیار کرنے کی وجہ سے ”بادرچی“ یا ”بھٹیاریہ“ کہہ دینا آپ ہی کی گندی ذہنیت ہے۔

آپ نے اگر حدیث کی سب سے پہلی کتاب "مشکوٰۃ شریف" (بڑھی ہوئی تو اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ روایت بھی دیکھی ہوگی جس میں انہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ و بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کان یخسف فعلہ ویحلب شاتلہ یعنی میرے اقام خود ہی اپنی پاؤں مبارک کو ٹانگ لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دودھ لیا کرتے تھے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کی یہی ذہنیت ہے تو اس حدیث کی وجہ سے آپ حضور کو نہ معلوم کیا کیا کہیں گے؟ کیوں کہ آپ کے اس گندے اصول پر ہر جوتے سینے والے کو مچھی (یا چمار) اور ہر دودھ دہنے والے کو گھوسی کہا جائے گا، ایسی گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت۔ مولوی صاحب! اعتراض کرنے کے لئے بھی سلیقہ چاہئے، یہ مجلس مناظرہ ہے خالہ جی کا گھر نہیں۔

ہزار نکستہ بار یک تہ تر ز مو اینجاست

نہ ہر کہ سر بستہ راشد قلندر می داند

یہاں تک تو آپ کی خارجی باتوں کا جواب تھا۔ اس کے بعد میں اصلی بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آپ کا مطالبہ تھا کہ "حفظ الایمان" کے مضمون کو قرآن کریم سے ثابت کیا جائے۔ میں اس سلسلہ میں گیارہ آیتیں پیش کر چکا ہوں، اب دو آیتیں اور پیش کرتا ہوں۔

سورۃ احزاب کے آخری رکوع میں ہے۔

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ
قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ

لے ہمارے رسول۔ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق

سوال کرتے ہیں یعنی یہ کہ کب آئے گی، آپ فرمادیجئے کہ

اس کا علم بس اللہ کو ہے۔

(الحزاب ۳، ۶۳)

پچیسویں پارہ کی سب سے پہلی آیت ہے۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) سہ رضا خانی مولوی صاحبان کے گھروں میں جوان کی عورتیں کھانا پکانے کا کام کرتی ہیں شاید یہ حضرات اپنی

ان ہوسٹیلوں کو جھٹیلارکھتی ہوں گے۔ ایسی گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت۔ ۱۴ مرتب۔

إِلَيْهِ يَرْدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ - اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے قیامت کا علم۔

ان دونوں آیتوں سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت کے وقت خاص کا علم صرف حق تعالیٰ کو ہے۔ اس کے سوا کسی کو نہیں، اور وہ بھی غیب میں سے ہے۔ تو ثابت ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام خواب کا علم حاصل نہ تھا اور یہی حفظ الایمان کے مضمون کا دوسرا اہم جزو ہے۔ اور پہلے جز کے متعلق بھی ایک آیت میں پیش کر چکا ہوں۔ اور ساتھ ہی خود آپ کے اعلیٰ حضرت کے اقوال سے بھی اس کو ثابت کر چکا ہوں۔

آپ نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خواب پیش کر کے اور اس سے ایک گندہ نتیجہ نکال کر اپنی مخصوص ذہنیت کا ثبوت دیا تھا۔ اس کا تحقیقی جواب تو آپ سن چکے۔ اب ذرا اپنے گھر کا بھی ایک خواب ملاحظہ فرمائیے اور اس پر بھی فتوے لگائیے۔

آپ کے قبلہ و کعبہ اعلیٰ حضرت اپنے پیر بھائی ”مولوی برکات احمد صاحب“ کے انتقال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جلتے ہیں۔ عرض کی، یا رسول اللہ! کہاں تشریف لئے جلتے ہیں، فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے“۔ اس خواب کو نقل فرمانے کے بعد آپ کے اعلیٰ حضرت بڑے فخر کے ساتھ فرماتے ہیں۔ ”الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا“ (ملفوظات حصہ دوم ص ۲۵)

اس خواب میں دو باتوں کی تصریح ہے۔ ایک یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بقول خان صاحب مولوی برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے تشریف لائے۔ اور دوسری یہ کہ اس نماز کی امامت خود بدولت اعلیٰ حضرت نے فرمائی۔ نتیجہ صاف یہ نکلا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے بقول خود امامت کی۔ امام المسلمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

اللہ رے خان صاحب کا دل گردہ، حالانکہ بہترین امت اور افضل البشر بعد الانبیاء۔ بالتحقیق سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

”ماکان لابن ابی قحافۃ ان یومئذ الناس ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہم“

یعنی البوقیادہ کے بیٹے ابو بکر سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں کی امامت کرے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں موجود ہوں“

لیکن آپ کے اعلیٰ حضرت بڑے فخر سے فرماتے ہیں کہ مد اللہ یہ بخازۃ مبارکہ میں نے پڑھا ہے اب ذرا اپنے ان بزرگوار کے متعلق بھی فتویٰ ارشاد ہو۔

سینتیس^{۳۷} مطالبے میرے آپ کے ذمہ پہلے ہیں اور دو آیتیں اس تقریر میں اور پیش کی گئی ہیں۔ اور ایک آپ کے اعلیٰ حضرت کا یہ دعویٰ امامت ہوا۔ اس کا جواب بھی آپ کو دینا ہے۔ اب یہ کل چالیں ہو گئے۔ اگر آپ ان سب کا جواب نہ دے سکیں تو صرف ان میں سے بیس کا جواب دے دیں، بیس میں معاف کرتا ہوں۔ دیکھئے! آپ کے اعلیٰ حضرت نے تو بہت سے حیلوں سے سود بھی جائز کر دیا ہے کہیں نوٹ اور روپیہ کے تبادلہ کی صورت میں کہیں دوسرے حیلوں سے، لیکن مجھ کو دیکھئے میں اپنے اصل مطالبہ میں سے بھی نصف چھوڑ رہا ہوں۔ اس زمانہ میں الیسا قرض خواہ بھی آپ کو دے گا۔

مولوی سر دار احمد صاحب

مولوی صاحب! آپ نے بالکل جھوٹ کہا کہ اعلیٰ حضرت نے

امامت کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ کو مسئلہ معلوم نہیں کہ جس نماز میں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوں اس میں حضور ہی امام اول ہوتے ہیں اور جماعت کا امام حضور کا مقتدی ہوتا ہے، اور باقی جماعت اس امام کی مقتدی ہوتی ہے۔ تو اعلیٰ حضرت کا مطلب بھی یہی ہے کہ اس جنازے کی نماز کے امام اول حضور تھے اور میں حضور کا مقتدی تھا اور میں نے باقی جماعت کو نماز پڑھائی۔ مولوی صاحب! اعلیٰ حضرت سے کبھی بھول کر بھی حضور کی شان میں ایسی گستاخی نہیں ہو سکتی، وہ تو فنا ہو گئے تھے عشق رسول میں۔

آپ نے اس تقریر میں دو آیتیں اور پڑھ دیں۔ مولوی صاحب! قادیانی بھی آپ ہی کی طرح آیتیں پڑھا کرتے ہیں۔ اس طرح بے محل آیتیں پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ قرآن شریف پڑھنے کا بھی ایک موقع ہوتا ہے

میں نے عرض کیا تھا کہ فقہائے کرام سجدہ میں قرآن شریف پڑھنے کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ کیا صحیح نہیں ہے؟ آپ یہ بتلایئے کہ حفظ الایمان کی وہ ملعون عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے، میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ آپ تھانوی صاحب ہی کے ترجمہ قرآن میں دکھلا دیجئے، میں انہی کے ترجمہ کو مان لوں گا، اور اگر آپ یہ نہ دیکھ سکیں اور کبھی نہ دکھلا سکیں گے، تو پھر آپ آیتیں پڑھ کر مسلمانوں کو دھوکہ نہ دیں۔

حاضرین خیال رکھیں میرا یہ اہل مطالبہ ہے۔ مولوی صاحب! اب جب تک آپ قرآن شریف کے ترجمہ میں کہیں حفظ الایمان کی عبارت نہ دکھلا دیں گے میں آپ کو چیلنج نہیں دوں گا، لیجئے اب میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے ثبوت میں آیتیں پڑھتا ہوں۔

۱ : عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ۔
یعنی خدا غیب کا جاننے والا ہے وہ نہیں مطلع کرتا اپنے غیب پر کسی کو سوا برگزیدہ رسول کے۔

دیکھئے اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا اپنے برگزیدہ رسولوں کو علم غیب دیتا ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ برگزیدہ تھے تو آپ کو بھی ضرور خدا نے علم غیب دیا۔

۲ : يَلِكُ مِنَ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ (سورہ ہود ۵۱)۔
یہ غیب کی خبریں میں سے ہے لے محبوب ہم اس کو تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔

دیکھئے اس آیت کریمہ سے بھی حضور کو علم غیب ثابت ہوتا ہے۔

۳ : خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ۔
اللہ تعالیٰ نے انسان کو یعنی حضور اقدس کو پیدا کیا اور ان کو تمام چیزوں کا بیان سکھایا۔

۴ : فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ۔
خدا نے اپنے محبوب پر وحی بھیجی جس قدر کہ بھیجی۔

۵ : مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ۔
حضور اقدس غیب پر بخیل نہیں ہیں۔

یہ پانچ آیتیں ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور کو علم غیب تھا۔

خیر یہ تو میں نے آپ کی آیتوں کے جواب میں آیتیں پڑھ دیں۔ اصل بحث تو حفظ الایمان کی گستاخی کے آپ اس کو قرآن شریف سے ثابت کیجئے۔ لیجئے میں اس کا ایک نوٹ اور پیش کرتا ہوں۔ اگر کوئی شخص آپ کے

مولوی تھانوی صاحب کے متعلق کہے کہ ان کے چہرے کو حسین کیوں کہا جاتا ہے۔ کل حسن کی وجہ سے یا بعض حسن کی وجہ سے۔ کل حسن تو ان کو یقیناً نہیں ملا۔ اور اگر بعض کی وجہ سے کہا جائے تو اس میں ان کے چہرے کی کیا تخصیص ہے جیسا ان کا چہرہ ہے ایسا تو گدھے کا بھی ہے، سور کا بھی ہے، بندر کا بھی ہے۔ تو بتلائیے کہ اس میں مولوی تھانوی صاحب کی توہین ہوگی یا نہیں؟ آپ اس کا جواب ضرور دیجئے۔

آپ نے اپنی تقریر میں قادیان جانے کا بھی ذکر کیا تھا۔ آپ گئے ہوں گے مگر قادیانیوں کی تردید کے لئے نہیں بلکہ ان کی تصدیق کے لئے۔ کیوں کہ ان کی طرح آپ بھی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ آپ کے مولوی قاسم صاحب نانوتوی دیوبندی نے ”تخذیر الناس“ میں صاف لکھا ہے کہ ”حضور ص کے بعد اور نبیوں کے آنے میں کوئی حرج نہیں“ حضور کو آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے۔ جب خود آپ کا عقیدہ یہ ہے تو آپ قادیانیوں کی کیا تردید کریں گے۔

قادیانیت کے فنا کرنے کے لئے جو کام اس وقت تک ہماری جماعت نے کیا ہے اور کر رہی ہے اس سے ہندوستان کا ہر واقف

مولانا محمد منظور صاحب

حال باخبر ہے۔ بہاولپور کا تاریخی مقدمہ، احرار کی یلغار، اور رد قادیانیت ہی کے سلسلے میں ہمارے محترم بزرگ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی سزایابی جس کی اپیل اس وقت زیر سماعت ہے۔ یہ وہ واقعات ہیں جس سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ ان حالات میں آپ کا یہ فرمانا کہ تم مرزا کی تصدیق کے لئے قادیان گئے تھے، ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی بد بخت کہنے لگے کہ صحابہ کرامؓ کا جو شکر روم یا ایران جہاد کرنے کے لئے گیا تھا وہ درحقیقت اسلام کے خلاف قیصر و کسریٰ سے سازش کرنے کے لئے گیا تھا۔

تخذیر الناس کی بحث چھپرے آپ نے اپنے لئے ایک نئی مصیبت خریدی ہے۔ اب میں بتلاؤں گا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے اُس کی عبارات میں کیسی شرمناک خیانت کی ہے کہ مختلف صفحات کے متفرق فقرہ کو جوڑ کر ایک

۱۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو علمائے ربانی کے بیانات ”حصہ اول، دوم، سوم، چہارم“ (مقدمہ فیصلہ بہاولپور)

۲۔ ”سید عطاء اللہ شاہ بخاری“ از جناب شورش کشمیری مدیر چٹان لاہور۔ (ناشر)

مسئل مضمون بنایا، اور اس کو تحذیر الناس کی طرف منسوب کر دیا۔ اور اس سے نتیجہ یہ نکالا کہ تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار کیا گیا ہے۔ لہذا اس کا مصنف کافر۔ درحقیقت جیسی کھلی بددیانتی انہوں نے تحذیر الناس کے معاملہ میں کی ہے ایسی کوئی کھلا کافر بھی مشکل سے کرے گا۔ اب حفظ الایمان کی بحث عنقریب ختم ہوا چلا آ رہی ہے۔ اس کے بعد میں انشاء اللہ تحذیر الناس کے مضمون پر مفصل روشنی ڈالوں گا۔ اور آپ کی اور آپ کے اعلیٰ حضرت کی دیانت اور انت دیکھاؤں گا۔

میں نے آپ کے اعلیٰ حضرت کا ایک ملفوظ پیش کیا تھا اور ثابت کیا تھا کہ اس میں انہوں نے حضورؐ کی اکالت کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ”نماز حضورؐ نے پڑھائی اور میں نے حضورؐ کے پیچھے پڑھی اور میرے پیچھے باقی جماعت نے پڑھی“ اگر عبارت کا مطلب اسی طرح نکالا جاتا ہے، تو پھر جس عبارت کا جو چاہا مطلب بیان کر دیا۔ جناب من! اس ملفوظ کو غور سے دیکھئے آپ کے اعلیٰ حضرت نے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نماز پڑھنے کا لفظ استعمال کیا ہے اور اپنے متعلق پڑھانے کا۔ لہذا اس میں آپ کی یہ تاویل نہیں چل سکتی

ولن يصلح العطار ما افسد الدهر

آپ کئی دفعہ فرما چکے ہیں کہ تم بے موقع آیتیں پڑھتے ہو۔ اور دلیل یہ ہے کہ سجدہ میں قرآن شریف پڑھنا ناجائز ہے۔ اگر آج دنیا میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تو آپ کے اس اجتہاد کی داد دیتے۔ معلوم نہیں مناظرہ اور سجدہ میں آپ نے کیا مشابہت سمجھی ہے۔ اور پھر غضب یہ ہے کہ آپ خود بھی کبھی کبھی آیتیں پڑھ دیتے ہیں۔ چنانچہ اس دفعہ بھی آپ نے پانچ آیتیں پڑھی ہیں، جن کو آپ کے مدعا سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا آپ کو فن مناظرہ سے۔ کیونکہ بحث کل علم غیب کی ہے اور اسی کو حفظ الایمان میں دلائل نقلیہ و عقلیہ سے باطل کہا گیا ہے اور اسی کی تائید میں میں نے اس وقت تک بارہ آیتیں پیش کی ہیں۔ لیکن آپ کی پیش کردہ پانچ آیتوں میں سے کسی ایک میں بھی کل غیب کا ذکر نہیں۔

۱۔ افسوس کہ اس وقت کے آنے سے پہلے ہی رضا خانیوں نے مناظرہ ختم کر دیا۔ شائقین ”تحذیر الناس“ کے متعلق مفصل

بحث ”معرکہ القلم“ اور صاعقہ آسمانی حصہ اول میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ ۱۱۔ مرتب

کیونکہ پہلی آیت کا حاصل صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ عالم الغیب ہے اور اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب کی اطلاع دیتا ہے۔ اس سے کل غیب کا علم ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ مطلق غیب کی اطلاع ثابت ہوتی ہے۔ جس سے کسی کو انکار نہیں۔

اور دوسری آیت میں ایک خاص واقعہ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جن کی اطلاع ہم بذریعہ وحی آپ کو دیتے ہیں۔

اس آیت سے بھی غیب کے بعض واقعات ہی کی اطلاع ثابت ہوتی ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ حضور کو غیب کی لاکھوں، کروڑوں باتوں کی اطلاع تھی لیکن کل کی نہیں، وہ صرف حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ بہر حال یہ آیت بھی ہمارے مخالف نہیں

تیسری آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو گویائی سکھائی، اس کو تو آپ کے دعوے سے کوئی دور کا بھی لگاؤ نہیں۔

چوتھی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔ اس کو کل غیب کے دعوے سے کیا واسطہ؟

پانچویں آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو غیب کی جن باتوں کی اطلاع دی گئی ہے آپ ان کے بتلانے میں بخل نہیں۔ اس سے بھی کل غیب کا علم ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے تو میری تائید ہوتی ہے، کیوں کہ میں اب تک کئی ایسی آیتیں پیش کر چکا ہوں کہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے تھے اور حضور فرما دیتے تھے کہ اس کا علم بس اللہ کو ہے۔ اور کبھی ایک دفعہ بھی حضور نے قیامت کا وقت نہیں بتلایا، تو ماننا پڑے گا کہ حضور کو اس کی اطلاع نہ تھی، اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو اطلاع تو تھی لیکن اوروں کو نہیں بتلاتے تھے تو بخل لازم آئے گا۔ اور آپ کی پیش کردہ یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آپ غیب پر بخل نہیں۔

مولوی صاحب! دیکھا مناظرہ اس کا نام ہے کہ مخالف کی دلیل سے اپنا دعوے ثابت کر دیا جائے۔ ابھی کسی مناظرے کچھ دنوں مناظرہ سیکھئے۔

بہستانِ روکہ از بلبلِ طریقہٴ عشقِ گیری یاد ۴ بہ محفل آ کہ از نا صبح سخن گفتن بیا موزی

آپ کی پانچوں دلیلوں کا جواب میں دے چکا۔ میری طرف سے سارا حجاب کے باقی ہے۔ حفظ الایمان کے دوسرے دوسرے جز کی تائید میں بارہ آیتیں میں پہلے پیش کر چکا اب دو آیتیں اور سنئے، سورۃ النبیاء کے تیسرے رکوع میں ارشاد ہے۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۚ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ
عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ
(الملك ۲۵، ۲۶، ۲۷)

سورۃ اعراف کے تیسویں رکوع میں ارشاد ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا
قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا
لِيُوقْتَهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
لَا تَأْتِيكُمُ إِلَّا بَعْتُهُ يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ
خَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ
وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۚ

(اے ہمارے رسول!) یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب آنے لگی؟ فرمادیجئے اس کا علم بس میرے رب ہی کو ہے، نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر مگر اللہ تعالیٰ بھاری ہے وہ آسمانوں اور زمینوں میں وہ اچانک بے خبری ہی میں آنے لگی وہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ اس کو جانتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ اس کا علم میرے اللہ ہی کو ہے لیکن بہت سے لوگ اس راز سے ناواقف ہیں“

ان دونوں آیتوں سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت کے وقت خاص کا علم صرف حق تعالیٰ ہی کو ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت نہیں فرمایا گیا، حالانکہ وہ بھی غیب میں سے ہے تو ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیب کا علم حاصل نہیں تھا۔ اور یہی حفظ الایمان کے مضمون کا دوسرا جزو ہے۔ اور میرا دعوے صرف یہی ہے کہ حفظ الایمان کے دونوں جزو قرآن کریم سے ثابت ہیں۔

آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ ”حفظ الایمان“ کی عبارت بعینہ کسی ترجمہ قرآن میں لکھی ہوئی دکھلا دو، کیا

کسی عبارت کے صحیح اور موافق قرآن و حدیث ثابت کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بعینہ ترجمہ ہو قرآن و حدیث کا۔ اگر آپ کا یہی اصول ہے تو پہلے اپنے اعلیٰ حضرت کے فاتحہ نامہ کا اسی معیار پر قرآن و حدیث کے موافق ثابت کر دیجئے۔

بتلایئے ”دودھ کا برف خاد ساز“ قرآن و حدیث کے کس لفظ کا ترجمہ ہے ؟ ”مورغ پلاؤ“ اور ”مورغ کی بریانی“ بکری کا شامی کباب“ اور ”قورمہ“ کس لفظ کا ترجمہ ہے ؟ ”پراسٹھ“ ارد کی پھریری دال مع ادوک و گرم مصالحہ“ یہ کس آیت میں ہے ؟ اور ہاں ”گوشت بھری چٹائے دار کچوریاں“ اور سوڈا واٹر کی بوتل“ کس آیت کا ترجمہ ہے ؟ اور خان صاحب کی قبر پر جو تر حلو اچڑھتا ہے اور جو گاگر چڑھائی جاتی ہے“ وہ کس آیت کا ترجمہ ہے ؟

آپ پہلے ان چیزوں کو قرآن و حدیث کے ترجموں میں دکھلا دیجئے اس کے بعد مجھ سے حفظ الایمان کی عبارت کا مطالبہ کیجئے۔

اس مرتبہ آپ نے حسین کی ایک مثال اور پیش کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مولانا انشرف علی صاحب مدظلہ، تو ایک عالم باعمل اور اللہ تعالیٰ کے صلح بندے ہیں۔ اگر کوئی بے تمیز اور بدتمذیب آپ سے سیکھ کر مولوی احمد رضا خان صاحب کے متعلق بھی یہ کہے کہ جیسا چہرہ ان کا تھا ایسا ہر بندر کا ہے، اور جیسی آنکھیں ان کی تھیں ایسی ہر آنکھ کی ہیں، اور جیسے کان ان کے تھے ایسے ہر گدھے کے ہیں۔ اور جیسے دانت ان کے تھے ایسے ہر کتے کے ہیں اور جیسی ناک ان کی تھی ایسی ہر سونر کی ہے۔ تو میرے نزدیک تو اس میں مولوی احمد رضا خان صاحب کی بھی سخت توہین ہوگی۔ اور یہ بدتمذیب شخص جو آپ سے سیکھ کر ایسے یہودہ کلمات بکتا ہے، میری رائے میں اس قابل ہے کہ اس کو بریلی کے پاگل خانہ میں داخل کر دیا جائے۔ میرے نزدیک یہ بد نصیب شخص انسان کہلانے کا بھی مستحق نہیں، بلکہ وہ اپنی بد اخلاقی کی وجہ سے حیوانوں سے بدتر ہے، لیکن حقیقت سے جس قدر دوری اس شخص کی اس کو اس کو ہے اس سے کہیں زیادہ آپ کی گندی مثال کو حفظ الایمان کی عبارت سے ہے۔ اگر آپ کو میرا یہ تلخ جواب ناگوار ہوا ہو تو معذرت کے طور پر میں صرف اتنا عرض کر دوں گا کہ

بدنہ بولے زیر گم دوں گم کوئی میری سنے ۛ یہ صد اگسبہ کی سے جیسی کے ویسی سنے

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات ! آپ نے دیکھ لیا مولوی منظور صاحب کسی آیت

کے ترجمہ میں حفظ الایمان کی عبارت نہیں دکھلا سکے۔ حتیٰ کہ

خود تھانوی صاحب کے ترجمہ میں بھی نہیں دکھلا سکے۔ اور بھلا وہ گستاخانہ عبارت کس طرح قرآن شریف میں

نکل سکتی ہے۔ وہ قنائل ہوا ہے حضورؐ کی شان بڑھانے کے لئے، وہ جا بجا خطبے دیتا ہے حضورؐ کی مدح و ثنا کے۔

مولوی صاحب آپ حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی میں آیتیں پڑھتے ہیں اور قرآن شریف تو حضورؐ

کے علم غیب کے منکروں کو کافر کہتا ہے۔ کسی منافق نے حضورؐ کی شان کدہ دیا تھا کہ ”ان کو غیب کی کیا خبر“

تو اس پر قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی۔

قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ ”تم ایمان کے بعد کافر ہو گئے“

بھلا جس قرآن میں منکرین علم غیب کو صاف صاف کافر کہا گیا ہو اس میں حضورؐ کے علم غیب کی نفی کس

طرح ہو سکتی ہے ؟

آپ نے مجھ سے اعلیٰ حضرت کی فاتحہ اور حلوے کا ثبوت بھی طلب کیا ہے۔ اور اپنے مخصوص انداز میں اس پر

تسخیر بھی کیا ہے۔ آپ تو تسخیر کریں گے ہی، فاتحہ تو ایمان والوں کے لئے ہے، بے ایمانوں کے لئے کچھ نہیں۔ ”مرگئے مردود“

نہ فاتحہ نہ درود“ اور اصل بات یہ بھی ہے کہ آپ کو حلوہ النصیب ہی نہیں ہوتا، اس لئے ہمارے حلوے دیکھ کر آپ

کے پیٹ میں اگ لگتی ہے۔ اچھا لیجئے اب فاتحہ اور حلوے کا ثبوت سنئے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تو وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! ام سعدہؓ کا انتقال ہو گیا اور میں کوئی ایسا کام کرنا چاہتا ہوں جس سے انکو

ثواب پہنچے۔ تو حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کے لئے کنواں بنوادو۔ ”چنانچہ حضرت سعدؓ

نے اپنی والدہ کی طرف سے کنواں بنوا دیا۔“ اس سے ثابت ہو گیا کہ ہم کوئی نیک کام کر کے اس کا ثواب اموات کو پہنچا سکتے

ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت کی وصیت کا مطلب یہی ہے کہ ان نفیس اور عمدہ کھانوں کا ثواب مجھ کو پہنچایا جائے۔ اور بزرگوں کی

قبروں پر جو حلوہ وغیرہ جاتا ہے وہ بھی اسی غرض سے۔ دیکھئے کیسا صاف ثبوت نکل آیا۔ اب آپ بھی ایسے ہی حفظ الایمان

کی عبارت قرآن شریف کے ترجمہ میں دکھلا دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب

آپ نے مجھ سے مطالبہ کیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت بعینہ

کس آیت کا ترجمہ ہے اور میں نے اس کا جواب دیتے ہوئے

آپ سے دریافت کیا کہ "خان صاحب کے چٹ پٹے مصالحو دار وصیت نامہ میں گوشت بھری کچوریاں اور ارد

کی بھیری دال، اور سوڈا واٹر کی بوتل وغیرہ یہ چیزیں کس آیت یا حدیث کا ترجمہ ہیں؟

اس کے جواب میں آپ نے حضرت سعد رضی کے کنوئیں کی روایت نقل کر دی۔ جس میں خان صاحب کے تحریر

کردہ ایک درجن کھانوں میں سے کسی ایک کا بھی ذکر نہیں بلکہ اس میں دوسرے سے فاتحہ کا بھی ذکر نہیں آیا۔

نے کسی روایت میں دیکھا ہے کہ کنواں بنوانے کے بعد حضرت سعد رضی نے اس پر بیٹھ کر دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ بھی پڑھی

تھی جس طرح آپ لوگ حلوے اور مالیدے پڑھتے ہیں۔ بہر حال اس روایت سے تو صرف مطلق ایصال ثواب ثابت

ہوتا ہے نہ کہ فاتحہ مردیجہ، اور بالخصوص آپ کے اعلیٰ حضرت کا پٹا خے دار فاتحہ۔ لیکن اس وقت مجھے اس سے

بحث نہیں، مجھے تو یہ عرض کرنا ہے کہ خان صاحب کے فاتحہ نامہ کے ثبوت میں حضرت سعد رضی کی روایت پیش کر کے

آپ نے خود ثابت کر دیا کہ کسی عبارت کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ بعینہ

ترجمہ ہو کسی آیت یا حدیث کا پس اسی طرح حفظ الایمان کی عبارت کے صحیح اور موافق قرآن و حدیث ہونے کے

لئے بھی اس کی ضرورت نہیں۔ بلکہ صرف اس کا مضمون آیات و احادیث سے کسی طرح ثابت ہونا چاہئے۔ چنانچہ

میں بحمد اللہ اس وقت تک پندرہ آیتیں اس سلسلہ میں پیش کر چکا ہوں۔ جن میں سے ایک آیت سے حفظ الایمان

کے مضمون کا پہلا جزو ثابت ہوتا ہے۔ اور چودہ آیتوں سے اس کا دوسرا جزو۔

اب ایک آیت اور سنئے۔ "سورہ طہ" میں قیامت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا۔ بحقیق قیامت آنے والی ہے میں ارادہ کرتا ہوں کہ

اس کو چھپا دوں "۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

يقول لا اظهر عليها احدا غیری :-
یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے سوا اس قیامت
پر کسی دوسرے کو مطلع نہیں کروں گا۔
(رداء ابن ابی حاتم در مشور)

اور اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہؓ سے ابن منذر اور ابن ابی حاتم نقل کرتے ہیں :-
بجدا قیامت کو چھپا لیا ہے اللہ تعالیٰ نے مقرب فرشتوں
المقربین ومن الانبیاء المرسلین -
اور نبیوں اور رسولوں سے :-

اس کے بعد ایک حدیث اور پیش کرتا ہوں۔ مسند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں حضرت علیؓ نے
مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لَقِيتْ لَيْلَةً اسرى الى ابراهيم
وموسى وعيسى فتذاكروا امر الساعة
فردوا امرهم الى ابراهيم فقال لا علم
لى بها فردوا امرهم الى موسى فقال
لا علم لى بها فردوا امرهم الى عيسى
فقال اما وجبتما فلا يعلمها احدا الا
الله -
شب معراج میں (حضرت) ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ
(علیہم السلام) سے میری ملاقات ہوئی۔ پس انہوں نے
آپس میں قیامت کے وقت کا ذکر کیا۔ پس پہلے حضرت
ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔ انہوں نے
فرمایا مجھے اس کا علم نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ سے سوال
کیا گیا، انہوں نے بھی فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔ پھر
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا، انہوں
نے فرمایا کہ اس کے وقوع کے وقت کا علم خدا کے سوا کسی
کو بھی نہیں :-

یہ خدا کے چار اولو العزم پیغمبر ہیں۔ اور اس پر متفق ہیں کہ قیامت کے وقت کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ اور
یہ اصول ہے کہ امت کے چاروں امام اگر کسی مسئلہ پر اتفاق کر لیں تو پھر کسی کو اس سے اختلاف کرنے کی گنجائش نہیں

لے مولانا محمد منظور صاحب نے اس حدیث کا محض مطلب بیان کیا تھا ہم نے تکمیل فائدہ کے لئے اس کے اصل الفاظ

مجھے مولانا ہی سے حاصل کر کے لکھ دیئے ہیں۔ ۱۲ مرتب -

رہتی اور یہاں خدا کے چار عظیم المرتبہ پیغمبر اتفاق کر رہے ہیں اور آپ لوگ پھر بھی اس سے اختلاف کرتے ہیں ؟
 آپ نے اپنی اس تقریر میں یہ بھی فرمایا ہے کہ ”قرآن عزیز منکرین علم غیب کو کافر کہتا ہے“ استغفر اللہ آپ
 بھی کس قدر تمکین سے کام لیتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ منافقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہی کے منکر تھے اور وہ کہتے
 تھے کہ حضور کو غیب کی ایک بات کی بھی اطلاع نہیں اور آپ کا وحی کا دعوے (معاذ اللہ) غلط ہے۔ اس وجہ
 سے قرآن نے ان کو کافر قرار دیا، اور ایسے شخص کو ہم بھی کافر سمجھتے ہیں جو یہ کہے کہ معاذ اللہ حضور کو وحی کے ذریعے
 بھی غیب کی کسی بات کی اطلاع نہیں ہوتی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیب کا علم نہ ہونا یہ تو خود قرآن
 کریم سے ثابت ہے۔ جس کا ثبوت کافی دیا جا چکا ہے اور ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ اگر آپ نے ہمت کی اور یہ مناظرہ
 جاری رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ ایک سو آیتیں اور ایک سو حدیثیں اس موضوع پر پیش کر دیں گی۔ میں عرض کر چکا ہوں
 کہ اس مناظرہ میں مجھے پورے طور پر حجت سچی تمام کر دینی ہے۔

اس مرتبہ آپ نے پھر مجھ کو طعنہ دیا ہے کہ تجھ کو حلوا نصیب نہیں ہوتا۔ درحقیقت میں ایسا ہی کم بخت ہوں
 ہوں، آپ حلوے کو کہتے ہیں مجھ کو تو اگر جو کی روٹی بھی مل جائے تو وہ محض اللہ کا کرم ہے۔ ہاں اگر میں بھی خدا نخواستہ
 کسی قبر کا مجاور بن کر بیٹھ جاتا تو شاید مجھ کو بھی روز حلوا مل جایا کرتا۔ مگر کیا کروں کہ میرا فہمب ان چیزوں کے
 اجازت نہیں دیتا، یہ پیشہ اور یہ حلوا آپ لوگوں کو مبارک۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ ! آپ حضرات نے دیکھ لیا کہ مولوی منظور
 صاحب نے اقرار کر لیا کہ چونکہ مجھ کو فاتحہ کا حلوا نہیں ملتا اس

لئے میں کم بخت ہوں۔ معلوم ہوا کہ جس کو فاتحہ کا حلوا نہ ملے وہ کم بخت ہوتا ہے۔ اب تو مولوی منظور صاحب
 نے خود اپنے کم بخت ہونے کا اقرار کر لیا۔ درحقیقت جو فاتحہ کے حلوے سے محروم ہیں وہ سب کم بخت ہیں۔

آپ نے اس مرتبہ پھر آیتیں پڑھی ہیں۔ میں پھر آپ سے کہتا ہوں کہ قادیانیوں کی طرح آیتیں پڑھ پڑھ
 کر مسلمانوں کو دھوکا مت دیجئے۔ آپ یہ بتلائیے کہ ”حفظ الایمان“ کی وہ ملعون عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے ؟
 لیجئے سنئے ! میں حفظ الایمان کی عبارت پھر پڑھتا ہوں (اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے پھر حفظ الایمان
 کی عبارت پڑھی اور اس کے متعلق وہی تقریر کی جو اس سے پہلے بارہا کہ چکے تھے۔ مرتب)

مولانا محمد منظور صاحب

حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب میں کئی بار بیان کر چکا ہوں اور آپ کے اعتراض کا نہایت شافی جواب بجا اللہ دے چکا ہوں

اسی کو یاد کر لیجئے۔ حفظ الایمان کی عبارت کسی آیت کا ترجمہ ہے یا نہیں، اس کا جواب بھی میں کئی بار دے چکا ہوں چونکہ آپ کو اس کے سوا کچھ یاد ہی نہیں اس لئے آپ بار بار وہی بات کہہ جاتے ہیں۔ میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ، حفظ الایمان کی عبارت کے دونوں جزو قرآن عزیز سے ثابت ہیں۔ پہلے جز کے ثبوت میں ایک آیت کریمہ اور دوسرے جز کے ثبوت میں پندرہ آیتیں ہیں اس وقت تک پیش کر چکا ہوں۔ اب سولہویں آیت سنئے۔

سورۃ مائدہ میں ارشاد ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ÷
(المائدہ ۵۴، ۱۰۹)

جس دن کہ جمع کرے گا اللہ تعالیٰ رسولوں کو۔ پس فرمائے گا دان سے، تم کو (امتوں کی طرف سے) کیا جواب ملا؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم کو علم نہیں آپ ہی غیب کی باتوں کے جاننے والے ہیں۔

اس کی تفسیر میں سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ”انبیاء علیہم السلام جو یہ فرمائیں گے کہ ”ہم کو علم نہیں“ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اے خداوند! ہم کو ان کے باطن کا علم نہیں (اور ایمان و کفر کا تعلق باطن ہی سے ہے)۔

اس سے پہلی تقریر میں میں نے ایک حدیث پیش کی تھی جس سے معلوم ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے چار اولوالعزم پیغمبر جو جماعت انبیاء کے سردار ہیں اس پر متفق ہیں کہ قیامت کے وقت خاص کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ اور ”سورۃ مائدہ“ کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن تمام پیغمبر خدا کے دربار میں ایک زبان ہو کر عرض کریں گے کہ ہم کو اپنی قوموں اور اپنی امتوں کے باطن کا حال معلوم نہیں صرف آپ ہی تمام غیوب کے جاننے والے ہیں“ تو گویا تمام انبیاء علیہم السلام کا اجماع ہے کہ کل غیب کا علم حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اگر ایسے روشن دلائل سے بھی آپ کی آنکھیں نہیں کھلتیں تو یقین کیجئے کہ یہ خدا کا عذاب ہے۔

تمہی دستان قسمت راجع سود از رہبر کامل کہ خضر از آب حیوان تشنه می آرد سکندر را

آپ نے اس مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ جن لوگوں کو فاتحہ کا حلوا نہیں ملتا، وہ سب کم بخت ہیں اور تو اپنے اقرار سے کم بخت ہے۔ بے شک مجھ کو چڑھا دے گا حلوا نہیں ملتا، اور آپ کے اصول پر میں کم بخت ہی ہوں اور اسی حیثیت سے میں نے پہلے اپنے کو کم بخت کہا تھا۔ خوش بخت اور خوش نصیب تو آپ کے نزدیک فرعون تھا، ہامان اور قارون تھا، شداد اور نرد تھا اور آج کل کے موٹے موٹے کاغذ خوش نصیب ہیں جن کو آپ سے بھی زیادہ حلوا اور مرغین کھانے ملے ہیں۔

میں کیسے خوش بخت اور خوش نصیب ہو سکتا ہوں مجھ کو تو پیٹ بھر کے روٹی بھی مشکل سے ملتی ہے۔ لیکن کیا کی قسم جس قدر آپ کو اپنے حلوے پراٹھے پر، بالائی اور فیرنی پر، گوشت بھری کچڑیوں اور سوڑے کی بوتل پر ناز ہے اس سے بدرجہا زیادہ مجھے اپنی فاقہ کشی پر ناز ہے کیوں کہ وہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ میں بھی بھوکا رہتا ہوں میرے آقا بھی بھوکے رہتے تھے، خدا میرا شکر بھی ان ہی کے ساتھ کرے۔

حضرت مولانا غیر معمولی ایمانی جوش کے ساتھ یہ تقریر فرما رہے تھے۔ اور آپ کی تقریر ہمیں تک پہنچی تھی کہ رضا خانیوں کے صدر مولوی حبیب الرحمن کھڑے ہو گئے اور شور مچانا شروع کر دیا کہ توبہ کرو، توبہ کرو حضور کو بھوکا کہہ دیا، تم مرتد ہو گئے، تم واجب القتل ہو۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب صدر اہلسنت نے مولوی حبیب الرحمن کا یہ فساد انگیز رویہ دیکھ کر ان کو متنبہ کیا اور فرمایا کہ آپ صدر اپنی ذمہ داریاں محسوس کریں۔ ورنہ اگر کوئی ہنگامہ ہو گیا تو اس کی ذمہ داری محض آپ پر عائد ہوگی۔ لیکن معلوم ہوتا تھا کہ مولوی حبیب الرحمن کی یہ کاروائی وقتی نہیں تھی بلکہ کسی خاص مشورہ اور سازش کے ماتحت تھی۔ کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کے اس اقتباہ کے بعد بھی وہ باز نہیں آئے۔ بلکہ اب ان کے ساتھ ان کا سارا پلیٹ فارم کھڑا ہو گیا اور سب نے یہی شور مچانا شروع کر دیا کہ در تم نے حضور کو بھوکا کہہ دیا، تم مرتد ہو گئے۔ تم واجب القتل ہو۔ ابھی توبہ کرو۔ جب رضا خانی پلیٹ فارم سے سب نے یہی آواز بلند کی تو،

اے اس جاہل سے کوئی پوچھے کہ تمہارے نزدیک تو مولانا مسلمان ہی نہیں تھے، پھر اب یہ ارتداد کیا؟ کہو کہ

صرف مناظرہ سے جان بچانے کا ایک حیلہ تھا۔ مرتب۔

رضا خانی غنڈوں کے ایک جتھے نے حضرت مولانا محمد منظور صاحب اور آپ کے رفقاء پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن اہلسنت کی ایک کثیر جماعت نے جیسے ہی صورت حال کو نازک ہوتے دیکھا اپنے علماء کرام کو ایک زبردست حصار میں لے لیا۔ اور اسی حفاظت کے ساتھ مقام مناظرہ سے باہر لایا گیا۔ اور رضا خانیوں نے اس طرح ہنگامہ فساد برپا کر کے مناظرہ ختم کر دیا۔

اگرچہ مناظرہ کے اس ناخوشگوار طریقہ پر درہم برہم ہونے کا ہم کو بے حد افسوس ہے مگر اس سے آقا کا وہ ضرر ہوا کہ رضا خانی علماء اور عوام کی شرافت و انسانیت بے نقاب ہو گئی۔ اور برائی العین سب مسلمانوں نے مشاہدہ کیا کہ یہ لوگ جب جواب سے عاجز آتے ہیں تو کس طرح شرارت اور بدتمیزی کی عریاں تصویر بن جاتے ہیں۔ جس وقت اس فساد کی ابتداء ہوئی ہے تو یہ دیکھا گیا کہ کچھ رضا خانیوں نے اندر سے لاکھیاں اور چھریاں وغیرہ نکالیں جس سے اس خیال کی اور تائید ہوئی کہ یہ ہنگامہ وقتی نہیں تھا بلکہ پہلے سے اس کے متعلق کوئی مشورہ ہو چکا تھا۔ اور ان لوگوں کے ارادے بہت زیادہ خطرناک تھے مگر حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ان کے شر سے محفوظ رکھا اور اس وقت اس آیت کا مصداق اپنی آنکھ سے دیکھ لیا گیا۔

لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ
مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔
ہم کو صرف وہی تکلیف پہنچ سکتی ہے جو حق تعالیٰ نے
ہماری تقدیر میں لکھ دی ہے۔ وہی ہمارا مالک ہے
اور اسی پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے۔ (التوبہ ۵۱، ۹)

مناظرہ کے اس طرح درہم برہم ہو جانے کے بعد اسی وقت مدرسہ اشفاقیہ کی وسیع مسجد میں (جو جامعہ رضویہ کے قریب ہی واقع ہے) اہلسنت کا ایک جلسہ ہوا جس میں حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب اور مولانا محمد منظور صاحب نے تقریریں فرمائیں اور واقعات مناظرہ پر تبصرہ کرنے کے ساتھ اہلسنت کو نہایت مؤثر انداز میں امن و امان کے ساتھ رہنے کی تلقین کی اور فرمایا کہ اگر کوئی تم کو گالیاں دے تو تم اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اس کے حق میں دعائے خیر کرو۔ اگر کوئی تمہارے ساتھ بدی سے پیش آئے تو اس کا جواب نیکی سے دو۔ اگر ایسا کر دو گے تو قرآن کا وعدہ ہے کہ یہ دشمن بھی ایک دن تمہارے دوست بن جائیں گے۔

نیز مولانا محمد منظور صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہا تھا

کہ آپ بھوکے رہتے تھے یہ میرا ذاتی خیال نہیں ہے بلکہ کتبِ حدیث و سیر میں اس کے متعلق صد بار روایات موجود ہیں چنانچہ مولانا نے چند حدیثیں حضورؐ کی معاشرت کے متعلق بیان فرمائیں لیکن چونکہ اس کے متعلق ہم مولانا کا ایک مکتوب بھی اس روداد میں درج کر رہے ہیں اس لئے بقصد اختصار یہاں ان احادیث کو ذکر نہیں کرتے۔

یہاں تک مناظرہ کے واقعات تھے۔ ہم نے بہت کوشش کی ہے کہ اس میں کوئی کمی بیشی نہ ہو ممکن ہے کہ رضا خانی صاحبان بھی اس مناظرہ کی کوئی روداد شائع کریں۔ اور ہمارا تجربہ ہے کہ ان کی روداد ایک مستقل تصنیف ہوا کرتی ہے جس کو مناظرہ کے اصل واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے ہماری پیشین گوئی ہے کہ اس مناظرہ کی روداد بھی ایسی ہی گھڑی جائے گی۔ اگر ایسا ہی ہوا تو اس پر ایک مستقل رسالے میں ہم تنقید کریں گے اور دنیا دیکھے گی انجام کار انشاء اللہ صداقت ہی غالب آئے گی۔ والعاقبہ للمتقین۔



بانی مناظرہ کا فیصلہ

مناظرہ ختم ہو جانے کے بعد جناب محمد شبیر صاحب بریلوی سیکرٹری اسلامی تجارتی کمیٹی لکھنؤ نے اپنا فیصلہ دیا جو بعض مقامی اخبارات میں بھی شائع ہوا ہے۔ اس فیصلہ کی تمہید میں جناب موصوف نے مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی بالخصوص دیوبندی بریلوی مناقشات سے اپنی کامل بیزاری ظاہر فرمانے کے بعد اجمالاً وہ اسباب لکھے ہیں جن کی وجہ سے باوجود خلاف مذاق ہونے کے وہ اس مناظرہ میں حصہ لینے بلکہ اس کا باعث اور بانی بننے پر مجبور ہوئے۔ مگر چونکہ ان اسباب کے متعلق جناب موصوف کا مفصل بیان اس روداد کے ابتدائی اوراق میں درج کر چکے ہیں اس لئے فیصلہ کے اس تمہیدی حصہ کو حذف کر کے صرف وہ حصہ نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے مناظرہ کے متعلق اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ چنانچہ تمہید ختم کرنے کے بعد آپ لکھتے ہیں۔

” یہ مناظرہ چار یوم تک مرزائی مسجد میں ہوا۔ اور میں نے پورے اطمینان اور توجہ کے ساتھ پورا مناظرہ سنا اور فریقین کی تقریریں سننے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مولوی اشرف علی صاحب اور ان کے ماننے والوں کے متعلق کفر کا فتوے غلط ہے اور مجھ کو پورا یقین ہو گیا کہ وہ سنی مسلمان ہیں اور ان کو کافر اور دہائی بتانے والے غلطی پر ہیں “

یہ فیصلہ میرے دل نے مندرجہ ذیل وجوہات سے کیا

۱ : مولوی سردار احمد صاحب مدرس مدرسہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو اعتراض حفظ الایمان کی عبارت پر کیا تھا، مولوی اشرف علی صاحب کے وکیل مولوی منظور صاحب نے اس کا جواب نہایت کافی دے دیا جس کی وجہ سے میری تسلی اور تشفی ہو گئی۔

۲ : مولوی منظور صاحب نے بار بار صاف طریقہ سے فرمایا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرنے والا ناکہ۔ یہ طیبہ کی خاک پاک کی توہین کرنے والا بھی کافر اور جہمی ہے۔

۳ : مولوی محمد منظور صاحب نے خود مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب ”بسط البنان“ سے دکھایا کہ مولانا اشرف علی صاحب خود ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں جو حضور کی توہین کرے اور آپ کے علم شریف کی تنقیص کرے۔

۴ : مولوی محمد منظور صاحب نے نہایت مدلل طریقہ سے ثابت کیا کہ حفظ الایمان کی اس عبارت میں صرف دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ غیب کی کچھ باتیں تمام انسانوں بلکہ حیوانات تک کو معلوم ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ کل غیب کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت نہیں فرمایا گیا تھا۔ پھر مولانا نے پہلی بات کے ثبوت میں ایک قرآنی آیت اور مولوی احمد رضا خان صاحب کے چند اقوال پیش کئے۔ اور دوسری بات کے ثبوت میں قرآن پاک کی سولہ آیتیں اور چند حدیثیں اور کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات پیش کئے تھے۔ جن کا مولوی سردار احمد صاحب نے کوئی بھی جواب نہیں دیا۔

۵ : حفظ الایمان کی عبارت کا کافی جواب پالینے کے بعد بھی وہ بار بار اسی عبارت کو پڑھتے رہے۔ جس کی وجہ سے میں یہ سمجھا کہ مولوی سردار احمد صاحب ضرورت گزاری کے لئے ایک ہی بات کو باوجود متعدد بار جواب مل جانے کے بلاوجہ دہراتے ہیں۔

۶ : درو بندی جماعت کے صدر مولانا محمد اسماعیل صاحب مراد آبادی نے نہایت خوبی کے ساتھ صدارت کے

فرائض انجام دیئے۔ اور اپنی جماعت کو قابو میں رکھا۔ اور کسی وقت بھی مشتعل ہونے نہ دیا۔ بخلاف رضائی جماعت کے صدر مولوی حبیب الرحمن صاحب بہاری کے کہ وہ بار بار مجمع کو مشتعل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ انہیں کی اشتعال انگیزی نے بالآخر مناظرہ کو درہم برہم کر دیا۔ میرے نزدیک یہ خلاف اصول کارروائی جو صدر بھی کرتا اسی کی شکست ہوتی۔ کیونکہ شورش اور فساد عاجزی کی دلیل ہے۔ مثل مشہور ہے کہ

تنگ آمد بنگ آمد

یہ وہ خاص خاص باتیں ہیں جن کی وجہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مولوی منظور صاحب حتیٰ پر ہیں۔“



مجھے معلوم ہوا ہے کہ رضوی جماعت نے مولانا محمد منظور صاحب کو بدنام کرنے اور اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ شہرت دی ہے کہ

ایک افترا کی تردید

مولانا محمد منظور صاحب نے یہ فرمایا کہ۔

” میں بھی بھوکا مرتا ہوں اور میرے آقا بھی بھوکے مرتے تھے “

میں دیانت کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے یہ الفاظ نہیں سنے بلکہ بعض تعلیم یافتہ حاضرین سے جب میں نے اس

کی تحقیق کی تو انہوں نے مجھ کو بتلایا کہ مولانا محمد منظور صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ

” میں بھی بھوکا رہتا ہوں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بھی بھوکے

رہتے تھے خدا نے تعالیٰ میرا حشر بھی ان کے ساتھ کرے “

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ کسی فریق کے دھوکے میں نہ آئیں۔ اور صرف سچائی کی پیروی کریں اور دونوں فریقے

میں سے جو غلط پردہ پگنڈا کرے اس کی شکست سمجھیں فتح مند کو جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

علاوہ اس کے یہ کہ مولانا محمد منظور صاحب بریلی میں موجود ہیں۔ ان سے خود دریافت کیا جاسکتا ہے کہ ان کے کیا

الفاظ تھے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نیک توفیق دے۔



ایک افسوسناک انکشاف

مولوی سردار احمد صاحب کے فریق کے بعض آدمیوں نے بہت سے ناقابل ذکر حیلوں سے مجھ سے اس قسم کی تحریر لینا چاہی کہ

”مولوی محمد منظور صاحب ٹھیک جواب نہیں دیتے اس لئے مناظرہ بند کر دیا جائے۔“ اس سے ان کا جو مقصد تھا وہ ظاہر ہے مگر میں ان کی چالوں میں نہ آیا۔ انہوں نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ تم صرف سادہ کاغذ پر دستخط کر دو مضمون ہم خود لکھ لیں گے مگر میں اس ضمیر فردشی کے لئے کسی طرح تیار نہ ہوا۔ بلکہ ان باتوں نے مجھے اس فریق سے زیادہ بدظن کر دیا۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ لوگ مکرو فریب سے کام لیتے ہیں۔ حالانکہ مذہب تو سچائی کا نام ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اس

لے افسوس ہے کہ جناب محمد شبیر صاحب نے اس واقعہ کو یہاں نہایت مجمل لکھا حتیٰ کہ ان صاحب کا نام بھی ظاہر نہیں کیا جو ان سے یہ تحریر لینا چاہتے تھے۔ لیکن بعد میں زبانی طور پر آپ سے اس کی تفصیل اس طرح معلوم ہوئی کہ شعبہ اور یکشنبہ کی درمیانی شب میں ”حامد یار“ نے (جو رضا خانیوں کی طرف سے مناظرہ کے منتظم تھے) جناب محمد شبیر صاحب سے کہا کہ آپ کل صبح کو اس مضمون کی ایک تحریر مناظرہ شروع ہوتے وقت پیش کر دیجئے کہ۔

”مولوی منظور صاحب، مولوی سردار احمد صاحب کی بات کا ٹھیک جواب نہیں دیتے لہذا اب مناظرہ بند کر دیا جائے“

جناب محمد شبیر صاحب نے فرمایا کہ اول تو یہ بات واقعہ کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ ابھی مناظرہ جاری ہے جب مناظرہ ختم ہو جائے گا تو میں اپنی رائے ظاہر کر دوں گا، ابھی آپ مناظرہ کو کیوں ختم کرتے ہیں؟۔ اس کے بعد اگلے دن جس دن کہ مناظرہ ختم ہوا ہے، صبح کے آٹھ بجے کے بعد ”حامد یار“ جناب محمد شبیر صاحب کو پھر اپنے گھر لے گئے اور ہنت مننت و سماجت کی اور کہا کہ آپ صرف دستخط کر دیجئے مضمون ہم خود لکھ دیں گے، اور قرآن شریف اپنے ہاتھ میں لے کر کہنے لگے کہ میں آپ کو اس کا واسطہ دیتا ہوں آپ ہماری یہ بات مان لیجئے۔ اور یہ بھی کہا کہ ہم اور آپ ایک جگہ اور ایک محلہ کے رہنے والے ہیں اور ایک ہی جگہ رہنا ہے مولوی منظور سے آپ کا کوئی واسطہ نہیں۔ لیکن جناب محمد شبیر صاحب نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں اپنے اور آپ کے تعلق کی وجہ سے ایسی خلاف انصاف بات نہیں کر سکتا۔

یہ واقعہ خود جناب محمد شبیر صاحب نے ہم سے بیان کیا جس کی تصدیق خود ان سے کی جاسکتی ہے۔

اعلانِ حق کے بعد شاید ان لوگوں کی طرف سے مجھے تکلیفیں پہنچیں گی اور گالیاں دی جائیں گی۔ اور ممکن ہے کہ کوئی اور خطرناک کارروائی بھی کی جاوے، مگر میں ان خطرات کی وجہ سے حق کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ میرا مددگار ہے۔

میں نے جو کچھ لکھا ہے سچائی کے ساتھ لکھا ہے اور میں حلف کیساتھ ان واقعات کا اظہار کرتا ہوں۔

یہ میری طرف سے اس مناظرہ کے متعلق مختصر بیان ہے اگر ضرورت پڑی تو اس کے بعد ایک اور مفصل بیان شائع کروں گا۔

آخر میں مسلمانانِ بریلی سے خصوصاً اور مسلمانانِ ہند سے عموماً میری گزارش ہے کہ وہ فتنہ و فساد کی باتوں سے بچیں اور سب اتفاق و اتحاد پیدا کر کے خدا اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کی فکر کریں کہ دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے۔

خادمِ قوم و ملت

محمد شبیر بریلوی - بانیِ مناظرہ

سیکرٹری اسلامی تجارتی کمیٹی لکھنؤ۔ ۳۰ اپریل

مناظرہ کے اثرات

اس مناظرہ میں حق کی جوشاں دار فتح اور باطل کی جو شرمناک شکست

ہوئی اس کا کچھ اندازہ ہمارے ناظرین کو روئداد ہذا کے ملاحظہ سے ہو

چکا ہوگا پھر بانی مناظرہ کے حق پر در فیصلہ نے اور بھی اس کو زیادہ نمایاں اور روشن کر دیا اور بریلی میں رضا خانیت کے اقتدار کو غیر معمولی صدر پہنچا۔ اور رضا خانی حضرات با آنکہ جھوٹی اشتہار بازی میں بہت کچھ مہارت رکھتے ہیں اور مناظرہ کے ختم ہونے سے پہلے ہی فتح کا اشتہار بھی چھپوا لیتے ہیں۔ مگر اس مناظرہ نے اس طرح ان کو کمزور کر دیا کہ بیس دن تک بالکل خاموش رہے۔ بلکہ اس عرصہ میں ان کے بعض سرغنہ اس کا اعتراف کرتے تھے کہ میدان مناظرہ مولانا محمد منظور صاحب کے ہاتھ رہا۔ لیکن خود ہی اس کا سبب وہ مولوی سردار احمد صاحب کی ناقابلیت اور نا تجربہ کاری کو بتلاتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ہمارا مناظرہ بھی کوئی تجربہ کار ہوتا تو فتح ہماری ہوتی۔

بہر حال مناظرہ کے بعد تقریباً بیس روز تک رضا خانی بالکل خاموش تھے۔ بلکہ پرائیویٹ گفتگوؤں میں اپنی شکست کا اعتراف کرتے تھے۔ لیکن بانی مناظرہ جناب محمد شبیر صاحب کا فیصلہ جو کہ مقامی اخبارات کے علاوہ بعض بیرونی اخبارات میں بھی شائع ہو گیا اور اس نے ملک کے گوشہ گوشہ میں یہ غلغلہ بند کر دیا کہ رضا خانیوں کے خاص مرکز میں رضا خانیت کو شکست ہو گئی اور ملک اس آواز سے گونج اٹھا۔ اور اطراف و جوانب سے عسائے رضا خانیت کے پاس بہت سے خطوط آئے تو رضا خانی کمیٹی نے بھی ایک لمبا چوڑا اشتہار ”مناظرہ بریلی کی مختصر روایت“ کے عنوان سے مرتب کیا اور چھاپ چھاپ کر بیرونجات میں بھیجا گیا۔ مگر بریلی میں اس کی عام اشاعت نہیں کی گئی بلکہ صرف اپنے خاص خاص مریدوں کو بھیجا گیا۔

یوں تو رضا خانی مولوی صاحبان کو دروغ بیانی اور غلط گوئی کے فن میں خصوصی مہارت ہے۔ لیکن اس ناپاک فن کی جیسی مشق اور مہارت اس اشتہار میں دکھلائی گئی ہے اس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ جو حضرات بریلی کے مناظرہ میں شریک تھے ان سے پرزور درخواست ہے کہ وہ اس کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ اور رضا خانی پیروں اور سجادہ نشینوں کی صداقت شعاری اور راست بازی کی داد دیں۔ ہم نے اس اشتہار پر ایک مختصر تبصرہ بھی لکھا ہے جو انشاء اللہ عنقریب ”الفرقان“ کے کسی نمبر میں ہدیہ ناظرین ہوگا۔

تذیل

بریلی کے اس مناظرہ میں جس شرح و بسط کے ساتھ حفظ الایمان کی عبارت پر روشنی پڑی ہے اور جیسی جامع اور مکمل بحث اس پر اس مناظرہ میں ہوئی ہے، ایسی اس سے پہلے

کبھی نہ ہوئی ہوگی۔

مگر پھر بھی مناظرہ کے قبل از وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے ایک آخری چیز باقی رہ گئی تھی اور مولانا موصوف اس کو اپنی اسی تقریر میں پیش کرنے کا ارادہ رکھتے تھے جس تقریر کے اثناء میں رضا خانیوں نے ہٹ رولنگ مچا کر مناظرہ درہم برہم کر دیا، اب ہم مولانا کے حکم سے اس کو یہاں درج کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ

”حفظ الایمان کی جس عبارت پر یہ مناظرہ ہوا اگرچہ وہ کچھ اللہ بالکل بے غبار ہے اور اس میں اس مطلب کا شائبہ بھی نہیں جو رضا خانی حضرات لیتے ہیں۔ جیسا کہ روئداد ہذا کے مطالعہ سے بھی ناظرین کو معلوم ہوا ہوگا۔ لیکن حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ نے برعایت عوام قطع نزاع کے لئے اس عبارت کا بھی عنوان بدل دیا ہے۔ چنانچہ ۱۳۲۲ھ سے اس وقت تک جتنے ایڈیشن حفظ الایمان کے شائع ہوئے ہیں ان سب میں اس پہلی عبارت کی جگہ یہ عبارت ہے۔“

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔“

اگر رضا خانیوں کی نیتوں میں کچھ بھی اخلاص ہوتا تو چاہئے تھا کہ مولانا کی اس ترمیم پر وہ خاموش ہو جاتے اور اس جنگ کو ہمیشہ کے واسطے ختم کر دیتے۔ لیکن چونکہ ان کی روزی مسلمانوں کی اسی خانہ جنگی سے وابستہ ہے اس لئے ان کی تکفیر میں ابھی دہی دم ختم ہیں۔

صدق اللہ عزوجل وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ۔



رضا خانیت کا آخری سہارا

اب رضا خانیوں نے ہر طرف سے عاجز آ کر یہ پروپیگنڈا شروع کیا ہے کہ مناظرہ میں مولانا محمد منظور صاحب نے حضور علیہ

الصلوة والسلام کو "بھوکا" کہا جس سے حضور کی سخت توہین ہوئی، کیوں کہ آپ کریم و آسمان کے خزانوں کے مالک اور بادشاہ کو نین تھے۔ اور افسوس ہے کہ بعض نیک بخت سادہ لوح بھی ان کے اس فریب میں آجاتے ہیں۔ اس لئے بعض احباب نے خود مولانا محمد منظور صاحب سے درخواست کی کہ آپ اس کے متعلق "الفرقان" میں چند سطریں تحریر فرمادیں۔ چنانچہ مولانا ممدوح نے ایک مختصر مضمون اسی درخواست پر ارقام فرمایا جو تکیلا للفائدہ اس جگہ درج کیا جاتا ہے۔ مرتب

میرے آقا بھوکے رہتے تھے

یہ وہ حقیقت ہے جو تاریخ و حدیث کی متواتر شہادتوں سے ثابت ہے اور اس کا انکار صرف وہی کر سکتا ہے جو علم اور حیا دونوں سے عاری ہو۔ لیکن چونکہ آج کل بریلی کے بعض حیا باخستہ شدت سے اس کا انکار کر رہے ہیں۔ اور اس کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بتلا رہے ہیں اس لئے بعض احباب کے توجہ دلانے کے لئے چنانچہ آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تنگی معاشرت کے متعلق چند روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔

جامع ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم
يبس الليلي المتابعة واهله طاولا
بيجدون عشاء (الحدیث)
انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل و عیال پے
پے کئی کئی راتیں بھوکے رہ کر گزار دیتے تھے رات کا کھانا
نہیں ملتا تھا۔

مسلم شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں۔

لقد رأيت النبي صلى الله عليه وسلم
يظل اليوم يلتوي ما يجد من الدقل
ما يملأ به بطنه
میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اس حال میں دیکھا
ہے کہ آپ دن بھر بھوکے رہتے تھے معمولی کھجوریں بھی
اتنی نہ ملتی تھیں جن سے آپ اپنا پیٹ بھریں۔

بزرگمذہبی شریف میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ۔

شكونا الى النبي صلى الله عليه وسلم
الجوع ورفضنا ثيابنا عن حجر حجر
الى بطوننا فرجع صلى الله عليه وسلم عن
حجرين -

ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت
کی اور ہمارے پٹوں پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا
جس کو ہم نے کپڑے اٹھا کر دکھایا ، تو حضورؐ نے
کپڑے اٹھا کر دو پتھر بندھے دکھائے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ، انہوں نے اپنے بھانجے عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

يا ابن اختي انا كنا لننظر الى الهلال ثم
الملال ثم الهلال ثلاثة اهله في
شهرين وما اوقد في ابيات النبي صلى
الله عليه وسلم فاكر قال قلت يا خالة فما
كان بعيشكم قالت الاسود ان التمر
والسواء . (الحديث)

اے بھانجے ہم کے بعد دیگرے تین تین چاند دو مہینے میں
دیکھ لیتے تھے اور اس عرصہ میں حضورؐ کے گھروں میں آگ
بھی نہ جلتی تھی۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ
خالہ جان پھر کس چیز سے آپ لوگوں کی زندگی قائم رہتی
تھی ؟ فرمایا کہ بس کھجوریں اور پانی ۔

اصحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

توفي النبي صلى الله عليه وسلم ودرعه
مرهونة عند يهودى في ثلثين صاعا
من شعير -

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں وفات پائی کہ
آپ کی زرہ مبارک تیشل صاع جو کے بدلے میں ایک
یہودی کے یہاں گدڑی رکھی ہوئی تھی ۔

نظر باختصار یہاں صرف یہ پانچ روایتیں حضور آقائے کونینؐ کی معاشرت کے متعلق نقل کر دی گئی ہیں
اور حدیث و سیر کے دفتر میں اس قسم کی صد ہا روایات موجود ہیں۔

ربا یہ وسوسہ کہ جب حضورؐ خدا کے محبوب اور مقرب ترین بندے تھے تو آپ کا یہ حال کیوں تھا ؟
تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپؐ نے خود ہی اپنے لئے دنیا کے عیش و آرام کو پسند نہیں فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ راوی ہیں کہ ایک دن حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپؐ کے گھر میں کھانے پینے کا کوئی سامان

نہیں ہے۔ اور آپ ایک بوریے پر استراحت فرما رہے ہیں، اور کھجور کی چھال کا تکیہ سر مبارک کے نیچے ہے۔
 اور جبہ اطہر پر بوریے کے نشانات پڑ گئے ہیں۔ تو حضورؐ کی یہ حالت دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضورؐ
 نے دریافت فرمایا۔ عمر! کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یہ قیصر و کسریٰ خدا کے باغی ہیں اور عیش و راحت
 کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور حضور خدا کے رسول ہیں اور اس قدر تکلیف میں ہیں۔
 ارشاد ہوا، اے ابن الخطاب! تم کو یہ دوسوہ۔

اولئک قوم عجلت لہم طیبا تمہ وہ ایسے لوگ ہیں جن کو ان کے مرغوبات دنیا ہی میں
 فی الحیوۃ الدنیا وما لہم فی الآخرۃ دے دیئے گئے ہیں اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ
 من خلاق۔ نہیں ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے حضرت عمرؓ سے ارشاد فرمایا۔ کہ تم اس سے راضی نہیں کہ قیصر و کسریٰ
 کے لئے دنیا کی لذتیں ہوں اور ہمارے لئے دوا آخرت۔ بہر حال دنیاوی عیش و راحت کو حضورؐ نے نہ اپنے لئے
 پسند فرمایا نہ اپنی ذریت کے لئے نہ اپنے مَحَبِّین کے لئے۔ چنانچہ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

ان الفقر اسرع الی من یحبہنی من سیلاب جس تیزی سے اپنے منتہا پر پہنچتا ہے اس سے
 السیل الی منتہاہ۔ زیادہ تیزی کے ساتھ فقر اس شخص کی طرف دوڑتا ہے
 جو مجھ سے محبت کرے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الرَّهْذٰی : محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

۱۴ صفر - ۵۴ھ ۱۳

دعا ہے کہ حق تعالیٰ نے جس طرح اس مناظرہ کو حاضرین کے لئے باعث ہدایت بنایا اسی طرح اس
 روئداد کو بھی ناظرین کے لئے نافع بنائے۔ و ما ہو علی اللہ بعزیز دلہ الحمد و علی رسولہ الصلوۃ
 والسلام۔ خاکسار

محمد فاقہ حسین فاروقی عمروی غفرلہ

صفر: ۵۴ھ ۱۳

ضمیمہ روداد مناظرہ بریلی

”مختصر روداد پر مختصر تنقید“

(جناب مولانا رفاقت حسین صاحب فاروقی)

ہم مناظرہ بریلی کی مفصل روداد (فتح بریلی کا دلکش نظارہ) کے خاتمہ میں جناب محمد شبیر حسینی بانی مناظرہ کا فیصلہ بخیرہ درج کر چکے ہیں اور یہ بھی بتلا چکے ہیں کہ جناب موصوف نے مناظرہ کے ختم ہونے کے بعد متصلاً ہی اپنا یہ فیصلہ شائع کر دیا تھا اور مقامی اخبارات کے علاوہ بعض بیرونی اخبارات نے بھی اس کو شائع کیا جس کی وجہ سے دور دراز تک یہ غلط فہمی بلند ہو گیا کہ رضا خانیت کو اپنے مرکز میں شکست ہو گئی۔ خود بریلی کے رضا خانی صاحبان بھی اپنی اس کھلی شکست اور بانی مناظرہ کے اس فیصلہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ خلافِ عادت بیس دن تک بالکل خاموش رہے۔ مگر اللہ بھلا کرے ان بیرونی رضا خانیوں کا جنہوں نے بریلی کے قلوب کعبوں کو خط پر خط لکھ کر جھنجھوڑا اور لکھا کہ اگر شبیری فیصلہ کے خلاف کوئی بیان آپ کی طرف سے شائع نہ ہوا تو ساری برادری کی سخت ذلت اور رسوائی ہوگی اور اس سے جو جماعتی نقصان پہنچے گا وہ ناقابلِ تلافی ہوگا۔ ان چیزوں سے مجبور ہو کر یہاں کے علمائے رضا خانیت نے بھی ایک اشتہار ”مناظرہ بریلی کی مختصر روداد“ کے عنوان سے مرتب کیا اور بیرونِ نجات میں کثرت کے ساتھ بھیجا۔ لیکن بریلی میں صرف اپنے خاص خاص آدمیوں کو دیا گیا۔ اس اشتہار پر تاریخ اگرچہ ۱۷ مئی لکھی گئی ہے لیکن ہم کو بڑی تلاش و جستجو کے بعد اس کی ایک کاپی مئی کی آخری تاریخوں میں مل سکی۔ اس اشتہار میں دروغ بیانی اور غلط گوئی کا جو حیرت انگیز کمال دکھایا گیا ہے درحقیقت اس کی نظر کسی مذہبی لٹریچر میں نہیں مل سکتی۔

جو حضرات اس مناظرہ میں شریک تھے ان سے تو ہماری صرف یہ درخواست ہے کہ وہ علماءِ رضا خانیت

کے اس اعمال نامہ کو دیکھیں اور ان کی صداقت شعاری اور راست پالی کی داد دیں۔ اور جو حضرات وہاں موجود نہیں تھے ان کے لئے اگرچہ اصل حقیقت کا پتہ چلنا دشوار ہے لیکن ہم انشاء اللہ ایسے پختہ اصولوں پر تنقید کر کے گئے کہ غائبین بھی حقیقت حال معلوم کر سکیں۔ و ما توفیقی الا باللہ۔

رضا خانیوں کا یہ طویل و عریض اشتہار ”حامد یار“ کے نام سے شائع کیا گیا ہے گویا مناظرہ کے متعلق یہ اس بے چارہ کا تحریری بیان ہے۔ لیکن جو لوگ اس شخص سے واقف ہیں ان کو معلوم ہوگا کہ وہ غریب تو دو سطریں بھی نہیں لکھ سکتا اور جو واقف نہیں ہیں وہ اس سے گفتگو کر کے اور اسی اشتہار کی دو چار سطریں بطور اطلاع لکھ کر معلوم کر سکتے ہیں کہ آیا یہ اسی بے چارہ کا لکھا ہوا ہے یا کسی دوسرے حامد کا۔

چرخ کو کسب یہ سلیقہ ہے تم گاری میں
کوئی ہے اس پردہ زنگاری میں

اس تمہید کے بعد ہم نمبر وار تنقید شروع کرتے ہیں۔

۱ : اشتہار نویس صاحب (حامد) اپنے اس اشتہار میں لکھتے ہیں کہ۔

” میں جو کچھ بھی اپنے اس اشتہار کے اندر مناظرہ بریلی کے متعلق مختصراً لکھوں گا اس کا عہد کرتا ہوں کہ اپنے اللہ کو سمیع و بصیر جانتے ہوئے امانت و دیانت کے ساتھ صحیح لکھوں گا کہ قرآن کریم کا یہ ارشاد کہ ” لعنة الله على الكاذبين “ میرے پیش نظر ہے مجھے کسی فریق کی جانب داری سے کوئی علاقہ نہ ہوگا “

لیکن اس عہد پر وہ کہاں تک قائم رہے اس کی تفصیل آگے ملاحظہ ہو۔

۲ : اس کے بعد ہی متصلاً لکھتے ہیں کہ ” میں وہ شخص ہوں جس نے فریقین کے علماء کو مناظرہ کی

دعوت دی، انہیں مناظرہ پر آمادہ کیا۔ حالانکہ انعقاد مناظرہ سے پہلے کبھی ایک مرتبہ بھی مولانا محمد منظور صاحب نے ان کی صورت نہیں دیکھی۔ البتہ جناب محمد شبیر صاحب اس مناظرہ کے سلسلہ میں کئی بار مولانا کے پاس آئے گئے، نیز اسی اشتہار میں آگے یہ بھی مذکور ہے کہ مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی سردار احمد صاحب کو مناظرہ کا چیلنج دے دیا جس کو نہایت اولوالعزمی کے ساتھ مولوی سردار احمد صاحب نے منظور کر لیا۔

پھر فریقین کو مناظرہ پر آمادہ کرنے کے کیا معنی؟ سچ ہے ”دروغ گوراء حافظ نہ باشد“

۳ : اس کے بعد یہی حامد میاں العقاد مناظرہ کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ -

”ماہ محرم الحرام کے دوسرے عشرہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

کی کتاب ”محفظ الایمان“ کی ایک عبارت کے متعلق شہر کنہہ بریلی سے جناب مولانا مولوی

سردار احمد صاحب گورداسپوری مدرس دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے پاس ایک سوال آیا الخ

اس میں ایک صاف صریح جھوٹ تو یہ ہے کہ ”جناب محمد شبیر صاحب“ کے جس سوال کا یہ

ذکر ہے اس میں کہیں ”محفظ الایمان“ کا تذکرہ نہیں۔ اور دوسرا فریب یہ ہے کہ سوال کرنے والے ”جناب

محمد شبیر صاحب“ کا نام نہیں لکھا گیا تاکہ کہیں لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو جائے کہ محمد شبیر صاحب ہی درحقیقت اس

مناظرہ کے بانی مہبانی تھے اور وہ دیوبندی نہیں تھے بلکہ رضا خانی ملتے ایسی عقیدت رکھتے تھے کہ ایک اہم مسئلہ

میں ان سے فتوے لینے گئے تھے۔

اور تیسرا جھوٹ یہ ہے کہ ”یہ سوال شہر کنہہ سے مولوی سردار احمد صاحب کے پاس آیا۔ ہم نے اپنی

رونداد کے ابتدائی اوراق میں جہاں محمد شبیر صاحب کا سوال اور مولوی سردار احمد صاحب کا جواب نقل کیا ہے

وہیں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جناب محمد شبیر صاحب نے اپنا سوال جناب مولوی حامد رضا خان صاحب کے سامنے

پیش کیا تھا لیکن (شاید ساٹھ سالہ تجربہ کی وجہ سے ان کو اس سوال ہی میں مناظرہ کی بو آگئی اس لئے) انہوں نے

خود جواب نہیں لکھا اور اس طرح وہ بلا بے چارے مولوی سردار احمد کے سر پڑ گئی۔

یہ تین سطروں میں صرف تین جھوٹ اس راست باز کے ہیں جو خدا کو سمیع و بصیر مان کر ”لعنہ اللہ علی

الکاذبین“ پڑھ کر ابھی ابھی یہ عہد کر چکا ہے کہ ”میں جو کچھ لکھوں گا صحیح لکھوں گا“ معلوم ہوتا ہے کہ

نئے مجدد کئے نئے دین و مذہب میں شاید غلط اور صحیح، سچ اور جھوٹ کے معنی بھی بدل گئے ہیں۔

صحیح کا نام غلط رکھ دیا اور غلط کا صحیح

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

۴ : پھر یہی راست باز (واقعی یا فرضی حامد) مناظرہ کے پہلے دن کے متعلق لکھتے ہیں -

” وہ ساعت آگئی جس کے تصور سے دہائی جماعت کا دل لرز رہا تھا یعنی دس بج گئے اور دہائی جماعت کے مناظر مولوی منظور صاحب میدان مناظرہ سے اس طرح غائب ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ “

۵ : پھر اسی سلسلہ میں چند سطر کے بعد لکھتے ہیں۔

” جب دہائیوں کے مناظر مولوی منظور صاحب کو پا بدست دگرے دست بدست دگرے میدان مناظرہ میں لایا گیا ” الخ “

قطع نظر اس سے کہ اس میں کیسا صدی فی صدی جھوٹ بولا گیا ہے ہم اپنے ناظرین کو یہاں صرف اس طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ یہ ناپاک الفاظ اس شخص کے ہیں جو ابھی ابھی خدا کو مسیح و بعیر جان کر اور لعنت اللہ علی الکاذبین “ کی تلاوت کر کے کہہ چکا ہے کہ ” مجھے کسی فریق کی جانب داری سے کوئی علاقہ نہ ہوگا “ ہم بھی کہتے ہیں کہ ایسے جھوٹوں پر خدا کی ایک نہیں بلکہ ہزار بلکہ شمار لگتیں، کہو آمین۔

۶ : پھر اسی اشتہار میں لکھا گیا ہے کہ۔

” اس مناظرہ کا انعقاد دونوں فریقوں کے اتفاق سے اس لئے ہوا تھا کہ مولانا مولوی سردار احمد صاحب نے مولوی اشرف علی صاحب کی حفظ الایمان کی عبارت پر جو فتوے دیا ہے اس عبارت پر کلام ہوگا “

اس سے زیادہ سفید جھوٹ اور کیا ہو سکتا ہے۔ مولانا محمد منظور صاحب اور مولوی سردار احمد صاحب کی تحریریں ہم اپنی روئداد کے شروع میں نقل کر چکے ہیں۔ مولانا محمد منظور صاحب کی تحریر میں یہ تصریح ہے کہ۔

” میں تمام نزاعی امور میں مولوی سردار احمد صاحب سے مناظرہ کرنے کو تیار ہوں “

اور مولوی سردار احمد صاحب کے الفاظ یہ ہیں کہ۔

” مولوی منظور صاحب کا چیلنج مناظرہ فقیر کو بغیر نظر و فکر منظور ہے جن امور میں وہ مناظرہ کرنا

چاہیں فقیر بھی سجدہ تعاضل ان امور میں مناظرہ کے لئے تیار ہے۔ علامہ ابن کرام فریقین کی تحریروں میں موضوع مناظرہ کی تعلیم دکھیں اور اس اشتہار نویس کے اس بہادرانہ جھوٹ کی داد دیں۔

اس کے بعد اشتہار میں لکھا ہے کہ۔

” مولوی منظور صاحب نے اس عبارت (یعنی عبارت حفظ الایمان) کو چھوڑ کر دوسرے مسائل پر کلام کئے جانے کی شرط کو پیش کیا اور اس پر نہایت سختی کے ساتھ اصرار کیا “

جو حضرات مناظرہ میں موجود تھے وہ خاص طور پر اس سفید بک سیاہ جھوٹ کو ملاحظہ فرمائیں۔ اور حامد میاں کی اس راست بازی کی داد دیں، اور جو حضرات وہاں نہیں تھے ان کو تفصیلی روزنامہ کے مطالعہ سے معلوم ہو چکا ہو گا کہ موضوع مناظرہ کے متعلق نزاع یہ تھا کہ مولوی سردار احمد صاحب کہتے تھے کہ مناظرہ صرف ”حفظ الایمان“ کی عبارت پر ہو گا اور مولانا محمد منظور صاحب کا اصرار تھا کہ حسام اکرمین کے تمام مباحث پر بالترتیب اور دوسرے اختلافی مسائل پر بھی مناظرہ ہو گا۔ اور مولانا کا یہ اصرار بالکل بجا تھا جس کے سامنے بالآخر مولوی سردار احمد صاحب کو بھی جھکنا پڑا اور ان کو اس کی تحریر بھی دینی پڑی اگرچہ عمل کے وقت وہ اس سے گریز کر گئے۔

۸ : اس اشتہار میں مولانا محمد منظور صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ۔

” آپ نے ایک موقع پر ” تعلیق بالحال “ کا لفظ بولا اور تحریر میں لکھا جب ان سے مولانا سردار احمد صاحب نے مطالبہ کیا کہ بتاؤ تعلیق بالحال کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا مطلب ہے تو حیران و ششدر ہو کر اور سر کھٹک کر بیٹھ گئے اور جواب نہ دے سکے۔“

جو لوک مجلس مناظر: میں موجود تھے وہ تو اس جھوٹ پر لعنت بھیجیں گے لیکن جو وہاں موجود نہ تھے وہ

۱۔ ان عقل کے دشمنوں کے نزدیک شاید تعلیق بالحوال کا لفظ بھی کوئی ایسا دقیق اور غامض لفظ ہے جس کے لئے رازی اور غزالی کے آنے کی ضرورت ہے۔ مگر ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے یہاں اس قسم کے جوابات دینے کے لئے صغریٰ کبریٰ پڑھنے والے طلباء تیار ہیں۔ مدرسہ میں اگر ان سے استفادہ کیجئے۔

بھی مولانا محمد منظور صاحب کی علی جلالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے غالباً بالامالی کریں گے ” ان هذا الاختلاق“
 اصل واقعہ یہ تھا کہ جب مولوی سردار احمد صاحب نے یہ پوچھا کہ تعلیق بالمحال کس کو کہتے ہیں ؟ تو مولانا
 نے یہ فرمایا کہ یہ بات مجلس مناظرہ میں پوچھنے کی نہیں ہے بلکہ مدرسہ میں پوچھنے کی ہے۔ اسی وقت میں مناظرہ کے
 لئے کھڑا ہوں سبق پڑھانے کے لئے نہیں بیٹھا ہوں۔ لیکن اس کے بعد بھی مولوی سردار احمد صاحب اپنی کج بحثی
 سے باز نہیں آئے تو مولانا نے فرمایا کہ اگر میری منطق دانی کا امتحان لینا ہے تو پھر اچھا یہ ہے کہ آپ حضرات میں
 جو سب سے بہتر منطق جانتا ہو اس کو کھڑا کر دیجئے اور ایک گھنٹہ خالص علمی گفتگو کے لئے مقرر کر لیجئے خدا نے چاہا
 تو چند منٹ میں معلوم ہو جائے گا کہ آپ حضرات کو منطق کی ہوا بھی نہیں لگی۔ لیکن اگر صرف غلط بحث کرنے اور
 وقت ضائع کرنے کے لئے آپ اس قسم کی کج بحثیاں کریں گے تو میں ہرگز جواب نہیں دوں گا۔ میرے نزدیک یہ وقت
 نہایت قیمتی ہے اور مجھے اسی وقت میں لوگوں کو آپ حضرات کی مذہبی گمراہیوں پر مطلع کرنا ہے۔ مولوی سردار احمد
 صاحب نے کہا کہ اگر آپ جواب نہیں دیتے تو پھر اپنی تحریر میں سے تعلیق بالمحال کا لفظ نکال دیجئے۔ مولانا نے
 فرمایا کہ اگر آپ تعلیق بالمحال کا لفظ نہیں سمجھ سکتے تو مجھ کو اس کے نکال دینے میں کوئی عذر نہیں۔ اس کے بعد
 مولانا نے اپنی تحریر سے وہ لفظ نکال دیا۔“

۹ اس اشتہار میں یہ بھی لکھا ہے کہ۔

” مولانا سردار احمد صاحب جن قدر علی سوالات کرتے تھے جواب دینا تو درکنار مولوی منظور احمد
 صاحب اور نہ صرف مولوی منظور احمد صاحب بلکہ تمام دیوبندی جماعت انہیں سن کر حیران
 و ششدر ہو جاتی تھی“

شرکاء مناظرہ غور فرمائیں کہ یہ بریلی کے مناظرہ ہی کا واقعہ ہے یا کسی خواب کے مناظرہ کا۔ کیا مولوی
 سردار احمد صاحب نے کوئی ایک بھی ایسا سوال کیا تھا جس کو علی کہا جاسکے، معلوم ہوتا ہے کہ رضائی مگسال
 میں رونداد کے پڑ کرنے کے لئے کچھ سوالات ڈھالے جا رہے ہیں۔ یہ انہیں کی پیش بندی ہے بہت اچھا ہم بھی کہیں
 نہیں گئے ہیں۔

۱۰ :- اس اشتہار میں مولانا محمد منظور صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ وہ -

” اس عبارت (یعنی عبارت حفظ الایمان) کا کوئی مطلب ایسا نہ بتا سکے جس سے اس عبارت

سے توہین و گستاخی ہونے کا حکم اٹھ جاتا۔“

جو حضرات مناظرہ میں شریک تھے وہ حضرات تو مولانا کی ان رضا خانیت شکن تقریروں کو یاد کریں جنہوں نے روز روشن کی طرح واضح کر دیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں اس پرچہ کا فتوے دینے والے یا مفسری کذاب ہیں یا جاہل ناقابل خطاب۔ اور جو وہاں مناظرہ میں موجود تھے وہ حضرات مولانا کی وہ تقریریں تفصیلی روداد میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱ :- مولانا محمد منظور صاحب نے حفظ الایمان کے مضمون کی تائید میں قرآن کریم سے سورہ بلکہ ^{۱۶} سترہ آیتیں پیش کی تھیں ان کے متعلق اس اشتہار میں لکھا گیا ہے کہ۔

” مولوی منظور صاحب نے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے قرآن حکیم کی سورہ آیتیں تلاوت کیں

مگر کسی ایک کے ترجمہ یا مطلب سے بھی حفظ الایمان کی اس عبارت کو ثابت نہ کر سکے “

یہ آیتیں اپنے موقع پر تفصیلی روداد میں آچکی ہیں۔ ناظرین فیصلہ فرمائیں کہ ان سے حفظ الایمان کا

مضمون ثابت ہوتا ہے یا نہیں ؟

۱۲ :- مولوی سردار احمد صاحب نے اپنے نزدیک حفظ الایمان کی عبارت کے دو فوٹو بنا کر پیش کئے

تھے۔ ایک یہ کہ۔

” مولوی اشرف علی صاحب کی ذات پر عالم ہونے کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو“

اور دوسرا فوٹو یہ کہ۔

” مولوی اشرف علی صاحب کے چہرہ پر حسین ہونے کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو۔“

مولانا محمد منظور صاحب نے ان فوٹوؤں کو غلط اور عبارت حفظ الایمان کے غیر مطابق ثابت کرنے کے بعد

ان کا جو دندان شکن دہان دوز جواب دیا تھا کہ جس سے مولوی احمد رضا خان صاحب کی روح بھی تھوڑی دیر کے لئے تڑپ گئی ہوگی اور جن زندہ رضا خانیوں نے بھی اس کو سنا تھا یقین ہے کہ وہ بھی تازلیست اس کو نہ بھولیں گے

۴۰۶
اُس کا اس اشتہار میں کوئی ذکر نہیں کیا بلکہ اس کے متعلق یہ صریح جھوٹ بولا گیا کہ۔

۱۰ نہ صرف مولوی منظور صاحب بلکہ دہا بیان بریلی کی وہ قلیل جماعت جو میدانِ مناظرہ میں موجود تھی ان دونوں فٹوؤں کی عبارت کو سن کر کرب و بے چینی سے تکلا بخشی اور جواب کا ذکر نہ وارد۔

مولانا کا وہ دندان شکن جواب اپنے موقع پر تفصیلی روداد میں نقل کیا جا چکا ہے۔ ناظرین کو ملاحظہ فرما کر اس اشتہار نویس کی راستبازی کا اندازہ کریں۔

۱۳۰ :- رضا خانیوں نے حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے رضا خانیت شکن بے پناہ واروں سے تنگ آ کر مجلسِ مناظرہ کو درہم برہم کرنے کے لئے جو شرمناک اور انسانیت سوز طریقہ اختیار کیا انسانیت و شرافت ہمیشہ اس پر لعنت کرے گی۔ بالخصوص رضا خانیوں کے صدر مولوی حبیب الرحمن کا شور و شغب اور ان کے اشارہ پر رضا خانی غنڈہوں کی وحشیانہ یورش یہ وہ چیزیں ہیں جن پر بعض ان رضا خانیوں نے بھی نفرت کی جو تہذیب و انسانیت سے بالکل محروم نہیں تھے۔ لیکن اس اشتہار میں ان چیزوں پر پردہ ڈالنے کے لئے وہ سفید جھوٹ بولا گیا ہے جس کی نظیر رضا خانی لٹریچر کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی اور نہ چشم دید واقعات میں فرزندِ ان رضا خانیت کے علاوہ کوئی دوسرا اس دلیری کے ساتھ جھوٹ بول سکتا ہے ہم اختتامِ مناظرہ کے صحیح واقعات تفصیلی روداد میں لکھ چکے ہیں ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

۱۳۱ :- جناب محمد شبیر صاحب ہائی مناظرہ کے فیصلہ کو بے اثر کرنے کے لئے اس اشتہار میں ان بیچاروں کو بھی دیوبندی لکھا گیا ہے ہم تو اس سے بہت خوش ہیں کہ ہماری جماعت میں ایک آدمی کا اضافہ ہوا۔ اللہ زدہ فزد۔

لیکن یہ چیز واقع کے بالکل خلاف اور نہایت سفید جھوٹ ہے۔ اگر جناب محمد شبیر صاحب پہلے سے دیوبندی ہوتے تو مولانا اشرف علی صاحب کے متعلق فتوے لینے کے لئے مولوی حامد رضا خان صاحب کے پاس نہ جلتے اور ان سے یہ نہ پوچھتے کہ میرا بھائی مولوی اشرف علی صاحب کو مانتا ہے میں اس سے ملوں یا نہ ملوں، کیا کسی دیوبندی کو بھی یہ دوسرا ہو سکتا ہے؟ پس جناب محمد شبیر صاحب کا فتویٰ لینے کے لئے مولوی

حامد رضا خان صاحب کے پاس جانا اور ان کا زبانی ، اور مولوی سردار احمد صاحب کا تحریری یہ فتوے دینا کہ اگر تمہارا بھائی مولوی اشرف علی صاحب کی حقیقت سے باز نہ آئے تو اس سے ترک تعلق کر دیا جائے ، اس سے میل جول ، سلام کلام ، کھانا پینا ، سب حرام ہے ۱۱ یہ صریح دلیل اس کی ہے کہ جناب محمد شبیر صاحب دیوبندی نہیں تھے بلکہ مولوی حامد رضا خان صاحب سے علمی اور مذہبی حقیقت رکھتے تھے اور مولوی صاحب موصوف بھی ان کو اپنا برادر مذہبی جانتے تھے جب ہی تو ان کو یہ ترک موالاتی فتویٰ دیا۔

علاوہ اس کے مسلمانان بریلی کو یہ بھی یاد ہو گا کہ اب سے کئی سال پہلے جب کہ جناب محمد شبیر صاحب بریلی ہی میں مقیم تھے انہوں نے مسلمانوں کے سود و بیہود کے لئے ایک انجمن قائم کی تھی اور اس کا ایک جلسہ بھی کیا تھا جس میں صرف رضا خانی علماء کو بلایا تھا اور اسی سلسلہ میں جناب مولوی حامد رضا خان صاحب نے مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کے بلانے کے لئے ایک خط بھی لکھ کر جناب محمد شبیر صاحب کو دیا تھا ، مولوی حامد رضا خان صاحب سے بجلف اس کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔

نیز بعض انجمنوں میں جناب محمد شبیر صاحب اور مولوی حسنین رضا خان صاحب خلیفہ خاص و داماد جناب مولوی احمد رضا خان صاحب نے مل کر دوش بدوش کلام کیا ہے۔ ان انجمنوں کے رجسٹر اگر تلف نہ ہوتے ہوں تو وہ اس حقیقت کی شہادت دیں گے۔

بہر حال جناب محمد شبیر صاحب کو صرف منصفانہ فیصلہ دے دینے کی وجہ سے دیوبندی کہہ دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ یہود مدینہ حضرت عبداللہ بن سلام کو ”خیرنا و ابن خیرنا“ کہتے تھے (یعنی قوم یہود کا افضل ترین فرد) لیکن جیسے ہی انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کی شہادت دی اور اسلام قبول کیا تو وہی کذاب یہودی کہنے لگے ”مشرنا و ابن مشرنا“ (یعنی یہ قوم ہم میں بدترین شخص ہے اور اس کا باپ بھی ایسا ہی خراب تھا)۔

۱۵ : بعض رضا خانی ایجنٹ جناب محمد شبیر صاحب بانی مناظرہ سے جو خلافِ دیانت تحریر مناظرہ کے متعلق لینا چاہتے تھے اس کا ذکر و تعداد میں کیا جا چکا ہے لیکن اشتہار میں اُس سے صاف انکار کیا گیا ہے مگر اباب بصیرت کے لئے اسی انکار میں اس گندے جرم کا صریح اقرار موجود ہے اس موقع پر اس اشتہار کی عبارت

یہ ہے کہ

” بعض اہلسنت جن پر یہ افتراء کیا جاتا ہے کہ انہوں نے محمد شبیر صاحب سے تحریر لینی چاہی، ان افراد نے جو زبردست احسان دیوبندی علماء اور دیوبندی مناظر مولوی منظور صاحب پر کیا تم سب تمام عمران کے ذمہ شکر سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے کہ چار دن تک برابر آپ کے مناظر نے ہر قسم کے گندے حملے علماء اہلسنت پر کئے مگر ان افراد نے اشتارہ مناظرہ میں کسی قسم کی کوئی ذلت یا تکلیف نہیں پہنچے دی “

جن لوگوں کے دماغ جو ہر لطیف سے خالی نہیں ہیں وہ ان سطر دوں کو غور سے پڑھیں جناب محمد شبیر صاحب نے اپنے فیصلہ میں ان لوگوں کا نام نہیں لکھا تھا جو ان سے وہ تحریر حاصل کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ انہوں نے صرف یہ لکھا تھا کہ۔

” مولوی سردار احمد صاحب کے فریق کے بعض آدمیوں نے بہت سے ناقابل ذکر حیلوں سے مجھ سے اس قسم کی تحریر لینا چاہی “

بہر حال محمد شبیر صاحب کے اس فیصلہ میں کوئی ہلکا اشارہ بھی ایسا نہیں تھا جس سے یہ معلوم ہو سکتا کہ وہ کون لوگ تھے لیکن مثل مشہور ہے کہ ” پور کی داڑھی میں تنکا “ اس اشتہار میں ان لوگوں کو متعین کر دیا گیا کہ وہ وہی تھے جو اشتارہ مناظرہ میں امن قائم رکھنا چاہتے تھے اور وہ یہی ” حامد یار تھے “ جو پولیس میں حفظ امن کی ذمہ داری دے کر آئے تھے اور اسی ذمہ داری کی وجہ سے وہ امن قائم رکھنے کی کوشش کرتے تھے ، دیکھو چوہ یوں اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے ۔

دغا ہوتی ہے جس دل میں وہی چھاتی دھڑکتی ہے

فساد بلغمی سے آنکھ رہ رہ کر چھڑکتی ہے

اگر واقعی حامد یار صاحب نے ایسی حرکت نہیں کی تھی تو ان کو چاہئے تھا کہ انکار کرنے سے پہلے جناب محمد شبیر صاحب سے دریافت کرتے کہ کس شخص نے آپ سے ایسی تحریر لینی چاہی تھی ؟ لیکن پہلے ہی سے یہ شور مچا دینا کہ میں نہیں تھا میں نہیں تھا اصول نفیث کی بنا پر الزام کو اور قومی کردیتا ہے حقانیت کا معجزہ دیکھو کہ قدرت انکار کرنے

والوں سے اقرار کراتی ہے ۔

کیا لطف کہ غیبر پر وہ کھولے

جادو وہ ہے جو سر پر پڑھ کے بولے

ربا یہ بہتان کہ مولانا محمد منظور صاحب نے رضا خانی علما پر گندے حملے کئے یہ بھی نہایت سنجیدہ جھوٹ ہے جو مسلمان مناظرہ میں موجود تھے ان کو یاد ہو گا کہ بعض اوقات مولوی سردار احمد صاحب نہایت ناپاک اور گندے الفاظ مولانا اور آپ کے اکابر کے متعلق استعمال کرتے تھے جس سے سننے والوں کو بھی اشتعال ہوتا تھا اور ان کا پیمانہ صبر بھٹکتا جاتا تھا مگر مولانا محمد منظور صاحب اپنے خداداد تحمل سے اس کو برداشت کرتے تھے اور اہلسنت کے متعلق جذبات کو بھی فرو کرتے تھے البتہ کبھی کبھی مولانا نے ایسا ضرور کیا ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب نے خود مولانا یا ان کے کسی بزرگ کے متعلق سخت کلمات کہے تو مولانا نے بعینہ وہی کلمات مولوی احمد رضا خان صاحب پر ٹوٹا دیئے۔ گویا عطائے تو بہ لٹائے تو پر عمل کرتے ہوئے ان کا ہدیہ انہیں کو واپس کر دیا۔ مگر وہ بھی ہر دفعہ نہیں بلکہ بعض دفعہ مجبور ہو کر ہم نے مناسب نہیں سمجھا کہ مولوی سردار احمد صاحب کی وہ گندی گالیاں نقل کر کے روئداد کو گندگی سے ملوث اور ناظرین کے طبیعت کو مکدر کریں۔ چنانچہ اسی وجہ سے ہم نے روئداد میں ان کی وہ گالیاں نقل کرنے سے چھوڑ دیں۔ مگر رضا خانیوں کے اس اشتہار نے ہم کو مجبور کیا کہ ہم ناظرین کو رضا خانی گالیوں کی بھی سیر کرائیں۔ لیکن اب اگر ہم مولوی سردار احمد صاحب کی وہ گالیاں نقل کریں جن سے انہوں نے حاضرین مجلس مناظرہ کی طبیعتوں کو منقبض کیا تھا اور جن کے بیان کرنے میں انہوں نے مسجد حبیبی مقدس حججہ کا احترام بھی بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ تو اندیشہ بلکہ یقین ہے کہ مناظرہ کے دوسرے واقعات کی طرح ان کا بھی صاف انکار کر دیا جائے گا۔ اس لئے ہم ان کے قبلہ و کعبہ خان صاحب بریلوی کی گندہ تہذیب کے چند نمونے ان کی بعض مطبوعہ کتابوں سے پیش کرتے ہیں۔ بس ناظرین سمجھ لیں کہ یہی گندی گالیاں مولوی سردار احمد صاحب کی زبان پر چڑھی ہوئی تھیں، جن کو وہ مختلف الفاظ اور نئے نئے انداز سے بیان کرتے تھے الفاظ مختلف اور مضمون سب کا ایک ہوتا تھا۔

اس وقت ہمارے سامنے خان صاحب کی مشہور اور مایہ ناز کتاب ”وقعات الننان“ ہے جو اب سے چوبیس برس پہلے اسی حفظ الامیان کی عبارت کے متعلق حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے رسالہ بسط البنان کے

جواب میں لکھی گئی ہے۔ ہم اس وقت صرف اسی ایک کتاب سے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

رضا خانی تہذیب کی عریاں تصویریں

- ۱۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔
 ” یہ اپنی دوستی میں وہ تیسرا داخل کر کے۔ “
 ”وقعات السان“ ص ۲۵
- ۲۔ اس کے چند سطر بعد اسی صفحہ پر مکرر ارشاد ہے۔
 ” اس کی دوستی میں اس تیسرے کا دخول۔ “
 ص ۲۵
- ۳۔ ایک جگہ ارقام خرماتے ہیں۔ ” مسماۃ یہ تیسرا بھی کیا ہضم کر گئی “
 ص ۴۵
- ۴۔ ” سیلیا والا بی کیا یاد کرے گا کسی کرے سے پالا پڑا تھا “
 ص ۴۹
- ۵۔ ” اب وہ کھولوں جس سے مخالف چوندا ہیا کر پٹ ہو جائے اور آنکھ کھولے تو جو پٹ ہو جائے “
 ص ۴۹
- ۶۔ ” سیلیا کتنی ہے میں یوں نہیں مانتی میری ٹھیرائی پر اترو “
 ص ۵۲
- ۷۔ ” دیکھوں تو اس میں تم میری ڈیرہ گرہ کیسے کھولے لیتے ہو “ ایضا
 ص ۵۲
- ۸۔ ” سیلیا کی کلا بازیاں ملاحظہ ہوں، خصم کے کرے دار کی گھبراہٹ میں سب کچھ تو ان کی بول گئی “
 ص ۶۶
- ۹۔ حضرت مولانا مفتاحانوی مدظلہ کے متعلق صفحہ ۶۸ پر لکھا ہے۔
 ” اب جو مسلمانوں نے آڑے ہاتھوں لیا چھکے چھوٹ گئے سینے ٹوٹ گئے یہ تو بھٹ گئے دم الٹ گئے معاف
 کیجئے معاف کیجئے آپ جیتے میں ہمارا ع لب نازک سے آنے لگی صدالیں بس کی “
 ص ۶۸
- ۱۰۔ ” سیلیا کی چک پھیریاں تو گوہر کو بھی مات کر گئیں اب مسلمانوں کے چھلنے کو پھر کا داکا ٹپتی ہے “
 ص ۶۹

تلاک عشرۃ کاملہ : یہ پوسے دس نمبر ہوئے۔ مگر چونکہ رضا خانی امت کو گیارہویں سے بہت زیادہ محبت ہے اس لئے ہم ایک گیارہواں نمبر اور بڑھاتے ہیں۔ درجہ کی ضرورت نہیں اسی درجہ کے انسان صفحہ ۶۰ پر ربط انسان ہی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے اور کس قدر پاکیزہ ارشاد ہے کہ منتیاں بھی شرعاً جائیں۔

۱۔ ان رمی سلیا تیرا بھولا پن خون پو پھتی جا اور کہہ خدا بھوٹ کرے ص ۶۰
مسلمانو! مسلمانو!! اے شمع محمدی کے پروانو!!! تمہیں اخلاق محمدی کا واسطہ، اپنے دین و ایمان کا واسطہ اللہ کی دمی ہوئی شرافت و انسانیت کا واسطہ، خدا را غور کرو کیا کوئی مہذب انسان ایسی مغفلت بک سکتا ہے؟ کیا تم نے تنبیہ کنجریوں کے سوا کسی کافر سے بھی یہ ناپاک گالیاں سنی ہیں، اہ ان ناپاک اور گندی باتوں سے حیا و شرم کی ناک کٹ جاتی ہے جہیں انسانیت عرق الفعال سے تر بتر ہو جاتی ہے مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ یہ گندے کلمات یہ ناپاک گالیاں اس شخص کے قلم سے نکل رہی ہیں جو چودہویں صدی کی مجددیت کا مدعی ہے اور جس کی ذریت اس کو حضور پر نور اعلیٰ حضرت عظیم البکرت صاحب حجت قاہرہ، مجدد آیۃ حاضرہ نوید ملت طاہرہ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیہ وسلم کے موٹے موٹے خطابات سے یاد کرتی ہے اور جن کو شفیق محشر ساقی کوثر وغیرہ وغیرہ سمجھتی ہے۔

لے اگرچہ خان صاحب نے اس کتاب کو اپنے صاحب زادے بلند اقبال کے نام سے شائع کیا ہے لیکن دنیا جانتی ہے کہ یہ لب و لہجہ خان صاحب کے سوا کسی اور کو نصیب ہی نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں یہ کہ صاحب زادے صاحب کی پوزیشن بھی رضا خانیوں میں کوئی معمولی نہیں ہے وہ خان صاحب کے سچے جانشین اور رضا خانیت کے قبلہ و کعبہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور ان کے نام کے ساتھ، ”محی الدین جبیلانی“ اور ”آل الرحمن“ (یعنی خدا کی اولاد) جیسے موٹے موٹے الفاظ لکھے جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ، رضا خانی حضرت شیخ عبدالقادر محی الدین جبیلانیؒ کو بھی اسی کٹر کا سمجھتے ہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ۱۲ مرتب۔

بمہ مسلمان غور کریں کہ خان صاحب اپنے صاحب زادے کو آل الرحمن لکھ کر خود کیا بنا چاہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کو یہ دوسرے بھائی اور خلیفہ محمود کو نئے چچا مبارک ہوں ۱۲

بہر حال مولوی سردار احمد صاحب مناظرہ میں ایسی ہی گندی ذہنیت کی نمائش بار بار کرتے تھے جس سے مدد
حاضرین کو بھی سخت کوفت ہوتی تھی اور مولانا محمد منظور صاحب بڑی حد تک ہمدردی سے اٹھتے تھے لیکن اس اشتہار میں
مولانا محمد منظور صاحب کی سخت گفتاری کی شکایت کی گئی ہے ۔

تم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو

ہم وہ عاجز کہ تغفل بھی ستم ہے ہم کو

۱۶۔ اس اشتہار کے اخیر میں اس بہادر اشتہار نویس نے مسلمانان بریلی سے اپیل کی ہے کہ ” ہمارا اشتہار

اور دیوبندی جماعت کا وہ اشتہار جو شائع ہو چکا ہے (یعنی جناب محمد شبیر صاحب کا فیصلہ غور سے پڑھیں اور
جس فریق کے اشتہار میں کذب بیانی سے کام لیا گیا ہو اس پر لغتوں کی پیہم بوجھاؤ کریں “

ہم بھی اس اپیل پر صا د کرتے ہیں لعنة الله و الملیکة و الناس اجمعین علی الکذابین

الدجالین الذین یفترون الکذب و هم یعلمون۔ آمین۔

رضا خانی اشتہار پر صرف سولہ نمبروں میں سرسری تنقید کر دی گئی ہے۔ ان حضرات کو گیارہویں بارہویں بہت

محبوب ہے مگر ہم اس پر چند گنتیوں کا اور اضافہ کر کے یہ سولہویں شریف کا ہدیہ اور پیش کرتے ہیں۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

احقر

رفاقت حسین فاروقی عمر وی

یکم ربیع الاول ۱۳۵۴ھ

روداد مناظرہ سلاوالی (ضلع کوٹلی)

هو الظفر المبين

۵۵ ۱۳ھ

مناظرہ علم غیب

مرتبہ

مولانا محمد عطار اللہ قاسمی

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴- بہاولپور روڈ، مزنگ لاہور

عرضِ ناشر

انگریز نے ہندوستان میں اپنی حکومت کی بقا کے لئے لڑاؤ اور حکومت کرو کے اصول کو بنیاد بنایا اور جب تک وہ برصغیر میں رہا اسی پر عمل کرتا رہا۔ کبھی ہندوؤں اور مسلمانوں کو محرم اور دیوالی کے سہارے لڑاتا رہا، کبھی شیعوں جھگڑے کرواتا رہا، اسی سلسلہ میں اس نے چند نام نہاد علماء کو آلہ کار بنا کر ایسے مسائل کو جو امت کے لئے کبھی نزاع اور اختلاف کا باعث نہ بنے تھے اور ہمیشہ سے تمام امت کے نزدیک وہ مسائل مسلم اور متفق علیہ تھے ایسے علماء کے ذریعہ ان کو یہودی اور ایسی خلیج پیدا کر دی جو دن بدن وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی۔ علماء برحق اور امت کے درندہ حضرات نے ہر چند کوشش کی کہ ایسے اختلافات جن کو انگریزوں نے محض اپنی سیاسی مصالح کے پیش نظر یہودی اور بڑھایا کسی دکی طرح ختم ہو جائیں اور اس کے لئے انہوں نے ہر قسم کے مساعی جمیلہ کیں، کتابیں لکھیں، اور مناظرے بھی کئے۔

اگرچہ ایسی چیزیں ہمارے اکابر کو نہ پہلے پسند تھیں اور نہ آج پسند ہیں بلکہ ان کا مسلک ہمیشہ یہی رہا کہ صحیح عقائد پر پوری امت کو مجتمع کیا جائے، منکر اغیار کی سازشوں اور اپنوں کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے وہ کامیاب نہ ہو سکے جس کا انہیں ہمیشہ دکھ اور قلق رہا۔ اختلافات مٹانے کے لئے انہوں نے ہمیشہ مصالحت کا رویہ اپنایا اور کوئی ایسی بات جو اختلاف کا ذریعہ بنے ہمیشہ گریز کرتے رہے۔ اسلام میں عقیدے کو ایک بنیاد حیثیت حاصل ہے اس کے بغیر دین کی عمارت استوار اور مکمل نہیں ہو سکتی اس لئے عقیدہ صحیح کی حفاظت کا اہم فریضہ مجملہ ہمارے اکابر نے پوری ہمت سے ادا کیا۔

یہ کتاب ہوا لظفر المبین یعنی مناظرہ علم غیب جو آپ کے ہاتھ میں ہے اسی مقصد کے لئے شائع کی گئی تھی۔

کچھ عرصہ سے "نیا جال لائے پرانے شکاری" کے مصداق بدخواہان ملت نے پھر وہی فرسودہ اور غلط باتیں دہرائی
 شروع کر دی ہیں جس سے عوام کے گمراہ ہونے کا خطرہ تھا صرف اسی مقصد کے لئے کہ صحیح عقائد امت کو معلوم ہو جائیں
 اور صحیح الفطرت ناواقف لوگ اپنی کم علمی کی وجہ سے کسی غلط طرف نہ چل دیں۔ یہ کتاب دو کلاہ چھاپ رہے ہیں
 حق تعالیٰ اس کو امت میں اتفاق کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
حَمْدًا وَسَلَامًا

تہدید

ہیں تو ہندوستان کے مسلمانوں میں عالم طود پر قبر پرستی اور پیر پرستی بہت زیادہ رواج پا چکی ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ صوبہ پنجاب اس معاملہ میں دوسرے صوبوں سے بہت زیادہ ممتاز ہے اس میں شک نہیں کہ اس سرزمین سے پہلے بڑے بڑے اکابر اولیاء اللہ اسٹھے جو آج اس کے تحتانی طبقہ میں آرام فرما رہے ہیں۔ لیکن فی زمانہ اس کے سجادوں پر جو لوگ قابض ہیں ان میں اکثر نااہل اور محض دنیا دار ہیں اور یہی لوگ عوام میں شرک و بدعت پھیلنے کے ذمہ دار ہیں اور چونکہ ان کی عیش پرست تمانہ زندگی کا مدار مریدوں کے نذرانوں اور چڑھاؤں پر ہے اس لئے یہ ان تمام گمراہوں کے حامی اور مبلغ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ پنجاب میں حامیان توحید و سنت کے لئے نسبتاً زمین زیادہ سخت ہے۔ لیکن حق تعالیٰ نے اپنی سنت قدیمہ کے مطابق وہیں چند ہستیاں ایسی بھی پیدا کر دی ہیں کہ جنہوں نے اپنی زندگیاں توحید و سنت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے وقف کر رکھی ہیں۔ ان ہی بزرگوں میں سے حامی توحید و سنت ماحی شرک و بدعت عارف باللہ حضرت مولانا مولوی شاہ حسین علی صاحب دامت برکاتہم و فیوضہم کی ذات بابرکات بھی ہے آپ کو توحید و سنت سے جس قدر گہرا عشق ہے، شرک و بدعت سے اتنی ہی شدید عداوت بھی ہے اور آپ کے متوسلین و تبعین کا حلقہ بھی اسی رنگ میں رنگا ہوا ہے وہ حضرت سے فیض پا کر اس تبلیغ کو قرآن و سنت کی روشنی میں عوام میں وضاحت و تفصیل سے پھیلاتے ہیں۔

لے آپ کے خلفاء میں ایک پر جوش اور مجاہد عالم مولانا منور الدین صاحب بھی ہیں آپ نے تو اپنے آپ کو تبلیغ توحید اور اعلاء

کلمۃ الحق کے لئے بالکل ہی وقف کر رکھا ہے اور آپ کا وطن ضلع سرگودھا کے ایک گاؤں چک منگلیا نوالا میں ہے آپ ہر ماہ خاص بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ

اور جن لوگوں کی طبائع کو شرک و بدعت سے کچھ انس تھا وہ توحید و سنت کی اس تبلیغ کو ٹھنڈی نظروں سے نہ دیکھ سکے اور انہوں نے ان داعیان توحید و سنت کے خلاف و ہدایت اور اہانت رسول وغیرہ اتھامات کے اوچھے ہتھیار استعمال کرنا شروع کر دیئے اور بڑے زور و شور کے ساتھ پرستانہ عقیدہ کی اس جماعت کے خلاف یہ ناپاک پروپیگنڈا شروع کر دیا گیا کہ یہ بددین ہیں، دشمن رسول ہیں، آئمہ و اولیاء کی عظمت کے منکر ہیں (والعیاذ باللہ)

یہاں تک کہ اسی سلسلہ میں سیال شریف کے سجادہ نشین قمر الدین صاحب نے اپنے چند آدمیوں کے ساتھ ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ کو ایک موحّد عالم کے ساتھ مسئلہ علم غیب پر گفتگو شروع کر دی۔ موحّد عالم نے اپنے عقیدہ کے ثبوت میں سورہ انفام کی یہ آیت پیش کی۔

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدَ عِزِّ
خَزَائِنِ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبِ
(الأنعام ۶۰ = ۵۰)

اور ترجمہ یہ کیا: کہ اے رسول! آپ کہہ دیجئے کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔

اس پر سجادہ نشین نے کہا کہ آیت کا یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے کہ۔
”اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ میں تم کو نہیں کہتا کہ میرے پاس خزانے اللہ کے ہیں اور میں تم کو نہیں کہتا کہ میں غیب نہیں جانتا ہوں۔“

موحّد عالم نے کہا کہ یہ ترجمہ غلط ہے اور کسی معتبر مفسر نے ایسا نہیں لکھا، مگر سجادہ نشین اپنی بات پر قائم رہے پھر موحّد عالم نے قرآن صحابہؓ کا واقعہ پیش کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شتر جلیل القدر صحابیوں کو تبلیغ تعلیم (بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اہتمام کیساتھ تبلیغی دورہ فرماتے ہیں اس دورہ میں آپ کی توسلین کی جماعت ساتھ ہوتی ہے جن کی تعداد بعض اوقات تیس چالیس تک پہنچ جاتی ہے کھانے پینے وغیرہ ضروریات کا کل سامان آپ کے ساتھ اونٹوں پر لدا ہوتا ہے یہ قافلہ کسی لٹی میں جا کر قیام کرتا ہے اور محض خالصاً لوجہ اللہ تبلیغ حق کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ مواظظ کا زیادہ تر حصہ دعوت توحید و سنت پر مشتمل ہوتا ہے کیونکہ وہاں کے حالات کا تقاضا یہی ہے۔ اس نیک کام کے آغاز کو قریباً دو سال کا عرصہ ہو چکا ہے اللہ کے سیکڑوں بندوں کو اس کے ذریعہ سے بحمد اللہ ہدایت ہوئی اور وہ شرک و بدعت سے تائب ہو کر توحید و سنت پر قائم ہو گئے۔ نوٹ: روئیداد مناظرہ میں بعض جگہ ایک موحّد عالم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے مراد حضرت مولانا منور الدین صاحب کی ذات والاصفات ہے۔

کے لئے ایک دفعہ بھیجا اور بعض قبائل کے لوگوں نے دھوکہ دیکر انکو نہایت بے دردی سے شہید کر ڈالا جس پر حضرت کو سخت رنج ہوا۔ پس اگر حضرت کو یہ انجام پہلے سے معلوم ہوتا تو کبھی آپ نہ بھیجتے۔

سجادہ نشین نے اس کے جواب میں فرمایا کہ حضور کو پہلے سے علم تھا کہ یہ مسیح شہید کر دیتے جائیں گے لیکن اس کے باوجود آپ نے ان کو بھیج دیا تھا۔ غرض کچھ دیر اسی طرح گفتگو ہوئی۔ اخیر میں سجادہ نشین صاحب باصابطہ مباحثہ اور مناظرہ کے لئے زور دیا اور فرمایا کہ میں اور علماء کو بھی اپنے ساتھ لاؤں گا۔ موحّد عالم نے ابتداءً اس تجویز سے انکار کیا اور فرمایا کہ مناظرہ کے بارے میں ہمارا تجربہ اچھا نہیں ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے مخالفین مناظرہ طے کر لیتے ہیں اور پھر وقت پر نہیں پہنچتے اور کبھی حیلہ ہوا کر کے ٹال دیتے ہیں اور کبھی اپنی کمزوری محسوس کر کے فساد کر دیتے ہیں، ہمارے علماء کو ناسحق تکلیف ہوتی ہے اور بلا نتیجہ خرچ کی زیرباری بھی ہوتی ہے۔ (جیسا کہ لاہور و گجرات میں وغیرہ میں ہو چکا ہے)۔

مگر سجادہ نشین صاحب نے مناظرہ پر بہت زیادہ اصرار کیا اور فرمایا کہ ۱۵ ذی الحجہ کو میں اپنی جماعت کے دیگر علماء کے ساتھ یہاں ضرور پہنچوں گا۔ موحّد عالم نے فرمایا کہ اگر آپ کو مناظرہ کا اتنا ہی شوق ہے تو پھر یہ اچھا ہو کہ کوئی آزاد جگہ مقرر کی جائے جو نہ میرا وطن ہو نہ آپ کا۔ چنانچہ اس کے لئے ضلع سرگودھا کا مشہور مقام ”سلانوالی“ مقرر ہوا۔

بنیاد مناظرہ کے طور پر فریقین نے اپنا اپنا عقیدہ بھی قلم بند کر دیا۔ پہلے موحّد عالم نے اپنا عقیدہ ان الفاظ میں لکھا۔
 ”ہر چیز کا علم ہر وقت اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اگر کوئی کہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر وقت ہر چیز کو جانتے تھے تو وہ مسلمان نہیں ہے وہ کافر ہے۔“
 (نام موحّد عالم)

اس کے بعد سجادہ نشین صاحب نے اپنا عقیدہ لکھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آغاز آفرینش عالم سے تاقیامت کا علم محیط ثابت کیا ہے۔ موحّد عالم نے فرمایا کہ آپ کی گفتگو علم کلی میں تھی اور جو آپ نے لکھا ہے وہ کلی نہیں بلکہ محدّد ہے لہذا جو آپ کا اصلی عقیدہ ہو صاف صاف لکھتے ! اس پر سجادہ نشین صاحب نے اپنا عقیدہ ذیل کے الفاظ میں لکھا۔

”اللہ کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مغیبات کا علم دیا ہے اور حضور علم کلی جانتے ہیں جو

شخص اس عقیدہ والے کو کافر کہے وہ خود کافر ہے“ (فقیر الدین)

ان تمام چیزوں کے طے ہو جانے کے بعد موجد عالم نے مناظرہ کے لئے حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان بریلی کو مفصل حالات لکھ کر دعوت دی۔ نیز حضرت مولانا شاہ حسین علی صاحب اور حضرت مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین لاہور نے بھی مولانا مسدح کو تحریر فرمایا کہ اس مناظرہ نے غیر معمولی اہمیت اختیار کر لی ہے لہذا آپ کی شرکت لازمی اور نہایت ضروری ہے۔

اگرچہ الفرقان کے اختتام سال کی وجہ سے یہ وقت مولانا کے لئے بہت زیادہ مصروفیت کا تھا مگر حضرات مقررین کے اصرار نے مجبور کر دیا اور آپ نے شرکت منظور فرمائی اور ۱۳ ذی الحجہ کو بریلی سے روانہ ہو کر ۱۴ کی شام کو آپ سلاٹوالی پہنچ گئے۔

مجدد العصر حضرت مولانا شاہ حسین علی صاحب و حضرت مولانا فضل کریم صاحب بندیالی و مولانا تاضی شمس الدین صاحب کیمپوری، حال مہتمم و بانی مدرسہ صدیقیہ مجاہد پورہ گوجرانوالہ و شیخ الحدیث و التفسیر پہلے ہی سے وہاں پہنچ چکے تھے۔ پھر ۱۵ ذی الحجہ کی صبح کو حضرت مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین لاہور و حضرت مولانا شہاب الدین صاحب خطیب جامع مسجد چوہدری کوارٹر لاہور و حضرت مولانا عبدالحنان صاحب خطیب جامع مسجد گڑھی شاہ لاہور و حضرت مولانا کریم بخش صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور۔ نیز بعض دیگر علماء کرام بھی پہنچ گئے۔ مناظرہ کے لیے صبح کا وقت مقرر تھا لیکن فریق ثانی کے مناظرین وقت موعود پر نہ پہنچ سکے اس لئے بارہ بجے کے بعد کاروائی شروع ہو سکی پہلے فریقین کی طرف سے صدر کا انتخاب ہوا۔ اہلسنت نے اپنی جانب سے حضرت مولانا عبدالحنان صاحب خطیب جامع مسجد آسٹریلیا لاہور کو منتخب کیا۔ اور فریق ثانی نے مولوی کریم الدین صاحب ساکن بھین ضلع جہلم کو اپنا صدر منتخب کیا۔ سب سے پہلے شرائط کے متعلق گفتگو ہوئی۔ اور خدا کا شکر ہے کہ خلاف توقع بہت تھوڑی دیر میں ضروری شرائط طے ہو گئے۔ طے شدہ شرائط یہ تھیں۔

۱۔ مناظرہ مولوی منور الدین صاحب و صاحبزادہ قمر الدین صاحب کے ان تحریری عقیدوں پر ہو گا جو انہوں نے لکھے ہیں پہلے مولوی منور الدین صاحب کی تحریر پر بحث ہوگی جس میں ان کے فریق کی حیثیت مدعی کی ہوگی۔ اس کے بعد صاحبزادہ کی تحریر پر بحث ہوگی اور اس میں ان کے فریق کی حیثیت مدعی کی ہوگی۔

۲ : ہر بحث میں مدعی کی تقریر اول و آخر ہوگی۔

۳ : ہر بحث کے لئے چار چار گھنٹے وقت ہوگا۔

۴ : ہر بحث میں ہر فریق کی پہلی پہلی تقریر ۱۵-۱۵ منٹ کی ہوگی اس کے بعد ہر دس دس منٹ کی۔

اس کے بعد مناظرین کی تعیین ہوئی۔ مولوی عبدالحق صاحب نے بحیثیت صدر منجانب اہلسنت

اعلان کیا کہ ہماری طرف سے حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی "میر الفقراں" مناظر ہوں گے۔ اور فریق ثانی

کی طرف سے مولوی کرم الدین صاحب اعلان کیا کہ ہماری طرف سے مولوی حسنت علی صاحب مناظر ہوں گے۔

ان تمام شرائط کے بسبب طے ہو جانے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس ساری گفتگو میں مولوی حسنت علی صاحب

اور ان کے خاص رفقاء کو داخل اندازی کا کوئی موقع نہ ملا۔ کیونکہ یہ حضرات اسی وقت ریل سے اترے تھے اور کوئی مشورہ

اس بارہ میں پہلے سے نہ ہو سکا تھا۔ اور شرائط کی گفتگو مولوی کرم الدین صاحب نے خود کی۔ یہ تمام چیزیں طے ہو

جانے کے بعد نماز ظہر کے لئے وقفہ کا اعلان کر دیا گیا۔ اہلسنت نے وہیں میدانِ مناظرہ میں نماز باجماعت ادا کی اور اتنی

ہی دیر میں مولوی حسنت علی صاحب نے مولوی کرم الدین صاحب وغیرہ کو کوئی خاص پٹی پڑھائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

بعد فراغت نماز جب کاروائی شروع ہوئی تو فریق ثانی کی طرف سے طے شدہ شرائط میں ترمیم بازی شروع ہو گئی اور

بہت زیادہ وقت اسی کی نذر ہو گیا لیکن اہلسنت کی طرف سے ان کی ترمیمات کو تسلیم نہیں کیا گیا اور انجام کار مندرجہ بالا

شرائط ہی پر مناظرہ شروع ہو گیا جس کی کیفیت صفحات مابعد میں درج کی جاتی ہے۔ اس کیفیت کی ترتیب میں ہم نے

اس کا پورا لحاظ رکھا ہے کہ کسی فریق کی کوئی دلیل بلکہ کوئی بات بھی ذکر سے نہ رہ جائے بلکہ جہاں تک ممکن ہو سکا الفاظ

اور طرزِ ادا کی بھی رعایت کی ہے اور اس لحاظ سے یہ روئداد اتنی مکمل ہے کہ شاید کسی مناظرہ کی روئداد اب تک اتنی

مکمل شائع نہ ہوئی ہو۔ اس بارہ میں ہم کو جو غیر معمولی کامیابی ہوئی اس کے لئے ہم اپنے عنایت فرما دوست جناب

حنایت النبی صاحب جی لئے گوجرانوالہ کے شکریہ گزار ہیں۔ آپ ایک اعلیٰ درجہ کے زود نویس ہیں۔ اور تقریروں کے قلم بند

کرنے میں آپ کو خاص مہارت ہے آپ اس مناظرہ میں شریک تھے اور آپ نے فریقین کی پوری پوری تقریریں قلم بند

کی تھیں ان کی اس یادداشت سے ہم کو بڑی مدد ملی۔ جو حضرات اس روئداد سے فائدہ اٹھائیں وہ راقم الحروف کے

ساتھ موصوف کے لئے دعلے بخیر فرمائیں۔

رونداد ہذا کے متعلق دو ضروری نوٹ

۱: کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ فریقین کی بعض تقریروں میں کوئی

نئی بات نہیں ہوتی تھی اور صرف پہلی ہی باتوں کی تکرار یا

توضیح و تشریح ہوتی تھی۔ ہم نے ہر فریق کی ایسی تقریروں کو نظر انداز کر دیا ہے اس کے علاوہ اور تقریروں سے بھی ہم نے بلا فائدہ تکرار کو حذف کر دیا ہے۔ یہاں یہ بتلادینا ہمارا فرض ہے کہ غیر ضروری تکرار زیادہ تر مولوی حسنت علی صاحب کی تقریروں میں ہوتی تھی اور اسی وجہ سے ان کی تقریریں کہیں کہیں حضرت مولانا محمد منظور صاحب رحمہ اللہ کی تقریروں کے مقابلہ میں زیادہ مختصر نظر آئیں گی۔

۲:- نیز مولوی حسنت علی صاحب کی تقریروں میں بعض اوقات اس قدر سوقیت (بازاری پن) ہوتا تھا اور اتنی غلیظ اور متعفن گالیاں ہوتی تھیں کہ جن کو انسانی شرافت کسی طرح برداشت نہیں کر سکتی ہم نے ان کو بھی بالقصد اس رونداد سے حذف کر دیا ہے اور جو بعض سخت اور دل آزار کلمات ان کی تقریروں میں ہم نے نقل کئے ہیں وہ صرف اس لئے کہ ہمارے ناظرین کو ان کی ذہنیت اور تہذیب و شرافت کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

محترم ناظرین کرام! یقین فرمائیں کہ ان کی جو گالیاں ہم نے نقل کرنے سے چھوڑ دی ہیں وہ منقولہ سے بدرجہا زیادہ سخت اور غلیظ تر تھیں جن کو ہمارا قلم نقل کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہوا۔

جن حضرات نے مولوی حسنت علی صاحب کا کوئی مناظرہ اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، اور خود راقم الحروف بھی ان ہی میں سے ہے، وہ حیران تھے کہ ایک شخص ”مولوی“ عالم، اور ایک جماعت کا مذہبی نمائندہ بلکہ وکیل اور نقیب ہو کر تہذیب و متانت اور علمی وقار سے کس درجہ عاری ہے۔ درحقیقت یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے کردار سے علماء کرام کو بدنام کیا ہے اور حاملین مذہب کے خلاف قوم کے آزاد رجوانوں میں ایک عام بغاوت پھیلا دی ہے خدا ان کو ہدایت دے اور قوم کو وہ بصیرت عطا فرمائے جس سے وہ علماء اور عالم نما رہزنانِ دین میں تمیز کر سکیں۔ اس مختصر تمہید کے بعد ملاحظہ فرمائیے اصل مناظرہ ۱۔

ناپجیز محمد عطاء اللہ قاسمی کان اللہ

ربیع الاول ۱۳۵۶ھ

مُتَنَظَرَةٌ

پہلا دن

(بعد از خطبہ سنونہ)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

فاضل محترم مخاطب و محترم حضرات ! اس وقت علم غیب کی بحث

ہے اور مجھے یہ ثابت کرنا ہے کہ تمام اشیاء کا علم کلی تفصیلی محیط ہر وقت حاصل ہونا یہ حق تعالیٰ کے ساتھ ہے خاص اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ وہ مسئلہ ہے جس کو قرآن کریم نے بلا مبالغہ سینکڑوں جگہ بیان فرمایا ہے علی ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث اس کی شہادت دے رہی ہیں اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے اور آج تک امت کے کسی ایک عالم نے بھی اس چیز سے اختلاف نہیں کیا حتیٰ کہ ہمارے فاضل مخاطب مولوی حسرت علی صاحب کے پیر و مرشد فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب جن کو اس قسم کے مسائل میں بہت زیادہ غلو ہے وہ بھی اس کے قائل نہیں چنانچہ وہ اپنی مشہور کتاب ”الدولة المکیة ص ۲۳“ میں ارقام فرماتے ہیں۔

یعنی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے

وَلَا تُنْبِئُ بِعَطَائِهِ اللّٰهُ تَعَالٰی

اللہ کا عطا کیا ہوا بعض ہی علم ملنا مانتے

اَيْضًا اِلَّا الْبَعْضُ

ہیں نہ کہ جمیع

بہر حال میرے دعوے کے اس جز سے فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب کو بھی اتفاق ہے اور اب

سے پہلے مولوی حسرت علی صاحب سے اس ناچیز کے جس قدر مناظرے ہوئے ان سب میں انہوں نے بھی اپنا عقیدہ یہی بیان فرمایا تھا جس کا میرے پاس تحریری ثبوت بھی موجود ہے مگر معلوم نہیں کہ یہاں مولوی حسرت علی صاحب اپنے

اسی عقیدہ کے ماتحت گفتگو کریں گے یا یہاں کے ماحول اور اپنے بلانے والوں کی رعایت کرتے ہوئے علم کلی کی حمایت کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ وقت مولوی حسرت علی صاحب کے لئے بڑی آزمائش کا لمحہ ہے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکل کو آسان کرے۔

اس کے بعد میں اصل مسئلہ پر کلام شروع کرتا ہوں، حاضرین کرام توجہ سے سنیں۔

حق تعالیٰ سورۃ طہ میں ارشاد فرماتا ہے۔

إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِيُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ۔ آیت

قرآن مجید کے پہلے مترجم حضرت سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ اس کے ترجمہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

”بدستیکہ قیامت آئندہ است میخوام کہ پنہاں دارم آن وقت را تا جب نرا دہند

ہر تنے را با آنچه می کند“

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ترجمہ قرآن فتح الرحمن میں فرماتے ہیں۔

”ہر آئینہ قیامت آمدنی است میخوام پنہاں دارم وقت آن را تا جزا دادہ شود ہر شخصے

بمقابلہ آنچه می کند“

ان دونوں ترجموں کا حاصل یہ ہے کہ قانون جزا و سزا کے بروئے کار لانے کے لئے قیامت ایک وقت

ضرور آتی ہے اور ہم اس کے وقت کی مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔

سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنہوں نے علم قرآن براہ راست رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا اور جن کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر قرآن کی دعا فرمائی

تھی وہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا يَقُولُ لَا أَظْهَرُ عَلَيْهَا أَحَدًا

غَيْرِي (تفسیر ابن جریر ج ۱۶ ص ۹۸ و تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۹)

یعنی آیت ہذا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے سوا کسی کو اس وقت قیامت

کی اطلاع نہ دوں گا“

اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ جو طبقہ تابعین میں امام طبری اسی آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

لَعَزَّيْ لَقَدْ أَخْفَاَهَا اللَّهُ مِنْ السَّلَاطَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَمِنْ
الْأَنْبِيَاءِ الْمُرْسَلِينَ - (ابن جریر وابن کثیر)

یعنی میری جان کے مالک کی قسم اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقت کو ملائکہ مقربین اور انبیاء
مرسلین سے مخفی ہی رکھا ہے۔

اور سدی کبیر رضی اللہ عنہ کہ وہ بھی ائمہ تابعین مفسرین میں سے ہیں اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں
لَيْسَ مِنْ أَهْلِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَحَدٌ إِلَّا وَقَدْ أَخْفَى اللَّهُ
عَنْهُ عِلْمَ السَّاعَةِ (تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۹)

یعنی زمین و آسمان میں جس قدر بھی مخلوق ہے (یعنی جن وانس اور فرشتے) ان سب سے
اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم مخفی رکھا ہے۔

یہاں تک اس آیت کریمہ کے متعلق میں نے صرف بعض صحابہ و تابعین کے ارشادات پیش کئے ہیں۔

ان کے علاوہ بعد کے ائمہ تفسیر مثلاً امام ابن جریر طبری و حافظ ابن کثیر دمشقی و علامہ بغوی و خازن و خطیب
شربینی و علامہ معین بن صفی اور دیگر حضرات نے بھی اس آیت کی تفسیر میں اسی مضمون کو ادا کیا ہے جس کی
تفصیل آپ میری کتاب ود بوارق الغیب میں (جو دو سال سے قسط وار الفرقان میں شائع ہو رہی ہے)
ملاحظہ فرما چکے ہوں گے۔ یہ تمام حضرات اس آیت کی تفسیر میں اس بات پر متفق ہیں کہ اس میں حق تعالیٰ نے اپنے
اس ارادے کو ظاہر فرمایا ہے کہ میں قیامت کی خاص گھڑی کو اپنے ماسواہ سب سے مخفی رکھنا چاہتا ہوں یعنی کسی کو
بتلانا نہیں چاہتا۔ اور اللہ تعالیٰ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ ہے وہ جو ارادہ کرتا ہے وہ ضرور پورا ہوتا ہے۔
چنانچہ اس کا یہ ارادہ بھی پورا ہوا اور اس نے کسی مقرب سے مقرب مخلوق کو بھی اس کا علم عطا نہیں فرمایا۔ قرآن مجید
میں تقریباً پندرہ جگہ اس حقیقت کا اعلان کیا گیا ہے کہ قیامت کا علم صرف خدا ہی کو ہے اس کے سوا کسی کو نہیں۔

ان میں سے ایک آیت میں اس وقت اور پیش کرتا ہوں۔ سورۃ اعراف میں ارشاد ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي

لَا يُجَلِّيهَا لِوَقَّتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمُ إِلَّا بَغْتَةً يَسْئَلُونَا كَأَنَّكَ خَفِيفٌ عَلَيْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ - (الاعراف: ۱۸۵)

اس آیت کا ترجمہ بجائے اس کے کہ میں اپنی طرف سے کروں حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کا ترجمہ پیش کرتا ہوں جو اردو کا مستند ترین ترجمہ سمجھا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

”تجھ سے پوچھتے ہیں کیا مت کس وقت ہے، تو کہہ اس کی خبر تو ہے میرے رب ہی پاس وہی کھول دکھاوے گا اس کو اپنے وقت، بھاری بات ہے آسمان و زمین میں تم پر آوے گی تو بے خبر آوے گی تجھ سے پوچھنے لگتے ہیں گویا کہ تو اس کا تلاشی ہے تو کہہ اس کی خبر ہے خاص اللہ پاس، لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے“

بظاہر تو یہ ایک آیت ہے لیکن اس کا ہر ٹکڑا مستقل طور پر اعلان کر رہا ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اگرچہ یہ آیت اپنے مضمون کے لحاظ سے بہت واضح ہے مگر تاہم مزید توثیق کے لئے میں اس کی تفسیر میں چند اکابر مفسرین کے ارشادات پیش کرتا ہوں۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔
إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَهُ يَسْتَأْثِرُ بِعِلْمِهَا فَلَمْ يُطْلَعْ عَلَيْهَا مَلَكًا وَلَا رَسُولًا -

(تفسیر ابن جریر ج ۹: ص ۸۸ و تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۶۵)

یعنی وقت قیامت کا علم بس خدا ہی کو ہے اس نے اپنے ہی لئے اس کو خاص کر لیا ہے پس اسی واسطے نہ کسی فرشتے کو اس کی اطلاع دی ہے نہ کسی رسول کو۔

اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي کی تفسیر میں فرماتے ہیں
يَقُولُ عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ هُوَ يُجَلِّيهَا لِوَقَّتِهَا لَا يَعْلَمُ ذَلِكَ إِلَّا اللَّهُ -

(تفسیر ابن جریر ج ۳ ص ۸۷)

اور حضرت سعدی تابعی رَضِ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

يَقُولُ خَفِيتَ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَلَمْ يَعْلَمْ قِيَامَهَا مَتَى
تَقُومُ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ۔ (تفسیر ابن جریر ج ۹ ص ۸۸)

یعنی وقت قیامت کونہ کوئی **قرب** فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی فرستادہ پیغمبر، وہ تمام زمین و آسمان
کی مخلوق سے مخفی ہے؟

اور امام ابن جریر طبریؒ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّكَ لَا يُجَلِّيهَا لَوْ قُبِلَ إِلَيْكَ هُوَ كِ
تفسیر میں فرماتے ہیں۔

إِنَّهُ أَمْرٌ قَبْلَ اللَّهِ تَعَالَى نَبِيُّهُ مُحَمَّدٌ يَا أَبَتِ يُجِيبُ سَائِلِيهِ
عَنِ السَّاعَةِ يَا أَبَتِ لَا يَعْلَمُ وَقْتُ قِيَامِهَا إِلَّا اللَّهُ الَّذِي يَعْلَمُ
الْغَيْبَ وَإِنَّهُ لَا يُظْهِرُ لَوْ قُبِلَ إِلَيْكَ وَلَا يَعْلَمُهَا غَيْرُ جَلِّ ذِكْرُهُ۔

(تفسیر ابن جریر ج ۹ ص ۸۸)

یعنی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ جو لوگ آپ
سے قیامت کے وقت کا سوال کرنے والے ہیں ان کو آپ یہ جواب دیں کہ اس کے وقت خاص کا علم اللہ عالم الغیب
کے سوا کسی کو نہیں اور وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا دوسروں کو اس کی کچھ خبر نہیں۔

پھر آیت ہذا کے آخری حصہ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ کی تفسیر میں یہی امام مہدویؒ فرماتے
ہیں کہ۔ مَعْنَاهُ قُلْ يَا مُحَمَّدُ بِسَائِلِيكَ عَنْ وَقْتِ السَّاعَةِ وَحِينَ
مَجِيئِهَا لَا عَلَمَ لِي بِذَلِكَ وَلَا يَعْلَمُ بِهِ إِلَّا اللَّهُ الَّذِي يَعْلَمُ
غَيْبَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ
أَنَّ ذَلِكَ لَا يَعْلَمُ إِلَّا اللَّهُ بَلْ يُحْسِبُونَ أَنَّ عِلْمَ ذَلِكَ يُوجَدُ
عِنْدَ بَعْضِ خَلْقِهِ۔ (ابن جریر ج ۹ ص ۸۸)

یعنی حق تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ وقت قیامت کے
مستقل سوال کرنے والی اس جماعت سے فرمادیجئے کہ مجھ کو اس کا علم نہیں اور اس کو خدا نے عظیم و خیر کے سوا کوئی

نہیں جانتا جو آسمان و زمین کے تمام غیوب کا جاننے والا ہے لیکن بہت سے لوگ اس حقیقت سے نادانگہ ہیں کہ اس کا علم صرف خدا ہی کو ہے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ کی بعض مخلوق کو بھی قیامت کے وقت خاص کی خبر ہے۔

اس سلسلہ میں بعض مفسرین کی تصریحات مجھے اور بھی پیش کرنی تھیں لیکن اب وقت ہو جانے کی وجہ سے آئندہ کے لئے چھوڑتا ہوں۔ جتنی چیزیں میں نے اب تک پیش کی ہیں ان سے قطعی اور یقینی طور پر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ قیامت کے وقت خاص کا علم صرف حق تعالیٰ ہی کو ہے اور اس نے اپنی کسی مخلوق کو اس کا علم نہیں دیا۔

ایک طویل خطبہ کے بعد جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں رَاقِنَا وَمَالِکُنَا وَمَالِکُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَالِکُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَمَالِکُ التَّوْحِ وَالْقَلَمِ وَمَالِکُ رِقَابِ الْأَدَمِ اور ان جیسے بہت سے کلمات تھے۔ نیز حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں بھی قریب قریب اسی قسم کے توحید سوز الفاظ تھے۔

پیارے سنی بھائیو! اسلام زندہ دین ہے، اسی طرح ہمارا خدا بھی زندہ ہے، ہمارا پیغمبر بھی زندہ ہے اور اس کے معجزات بھی زندہ ہیں۔ آپ نے دیکھا اس مجمع میں ہمارے حضور خدا کے محبوب علام الغیوب کا کیسا روشن معجزہ ظاہر ہوا۔ مولوی منظور صاحب ایک موعود عالم کی طرف سے یہ ثابت کرنے کے لئے کھڑے کئے گئے تھے کہ سیال شریف کے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ قمر الدین صاحب مدظلہ العالی اور ان کے تمام مریدین بلکہ سیال شریف کی گدی کے تمام وابستگان سب کے سب کافر ہیں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور حضرت صاحبزادے صاحب کی کرامت دیکھو کہ موعود مولوی کے دکیل مولوی منظور صاحب نے کفر کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا اور کسی کو بھی کافر ثابت نہیں کیا۔ مثل مشہور ہے ”مدعی مست گواہ چیت“ مگر یہاں اس کا الٹا ہوا ”مدعی چیت گواہ مست“ اور مولوی صاحب! آپ سجادہ نشین صاحب کو اور دوسرے مسلمانوں کو کافر ثابت کرنے کے لئے اتنی دور کا سفر کر کے آئے مگر آپ نے بے نمازیوں سے نہیں کہا کہ نماز پڑھو، سود خوروں سے نہیں کہا کہ سود مت لو،

آپ آریوں کو مسلمان کرنے کے لئے نہیں گئے بتلایئے آپ نے کتنے کافروں کو مسلمان بنایا ہے، آپ یہاں مسلمانوں کو کافر بنانے کے لئے آگئے؟ لیجئے آپ تو کسی کو کافر نہیں کہہ سکتے، مگر میں کہتا ہوں کہ آپ کافر ہیں، آپ کے بلانے والے کافر ہیں، جو آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ اگر بہت سے لوگ آپ سے ثبوت مانگئے میں ابھی اس کا ثبوت دینے کو تیار ہوں مگر چونکہ میں آپ کا پرانا خصم ہوں اور آپ مجھے خوب جانتے ہیں اس لئے آپ کبھی بھی اس بحث کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ آپ کہتے ہیں کہ ”حضور کو قیامت کا علم نہیں تھا اور معاذ اللہ حضور جاہل تھے اور پھر آپ مسلمانی کا دعویٰ کرتے ہیں۔“

سنی بھائیو! آپ نے دیکھ لیا، مولوی منظور یہ ثابت کرنے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں کہ حضور آقائے جہانؐ جاہل تھے۔ کیا اس کے بعد بھی وہ مسلمانی کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ آپ نے علم قیامت کے متعلق جو آیتیں پڑھی ہیں میں سنسجھ اور ادراستی کے مناظروں میں ان سب کے جوابات آپ کو دے چکا ہوں۔ میں نے سنسجھ ہی کے مناظرہ میں آپ سے پوچھا تھا کہ اَكْاَدُ اُخْفِيْهَا میں انھارے مطلق ہے یا مطلق اخفاء۔ آپ کہاں اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ پھر یہی میں نے آپ سے ادراستی میں پوچھا وہاں بھی آپ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ اب بھی میں آپ سے یہی پوچھتا ہوں۔ آپ پہلے میرے اس سوال کا جواب دے دیجئے اس کے بعد آیت سے استدلال کیجئے۔ دوسری بات یہ بتلایئے کہ اس آیت میں حضورؐ کا ذکر کہاں ہے؟

ارے مولوی صاحب! آپ کو کچھ خبر بھی ہے؟ مفسرین نے لکھا ہے کہ وقت قیامت کے اخفاء میں یہ حکمت ہے کہ لوگ معاصی پر دلیر نہ ہو جائیں، اور انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے متعلق یہ خطرہ نہیں ہو سکتا۔ لہذا ان سے اخفاء کی کوئی وجہ نہیں۔ دوسری آیت جو آپ نے سورہ اعراف کی پیش کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس علم کو خاص بتایا گیا ہے وہ صرف علم ذاتی ہے کیوں کہ علم عطائی تو اس کی جناب میں محال ہے لہذا وہ آیت آپ کے دعویٰ سے بالکل غیر متعلق ہے۔ علاوہ ازیں اس میں یہ کہاں ہے کہ بعد میں بھی حضورؐ کو یہ علم نہیں دیا جائے گا۔ اور ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے حضورؐ کو تمام علوم عطار فرما دیئے گئے تھے۔ پس اگر پہلے کسی وقت میں کسی خاص علم کی حضورؐ سے نفی بھی کی گئی ہو تو وہ ہمارے لئے مضر نہیں ہے۔

مولوی صاحب ! میں آپ کی ان تمام باتوں کا جواب پہلے منظر میں دے چکا ہوں مگر ہر دفعہ آپ یہی پرانی باتیں پیش کر دیتے ہیں اگر بہت ہو تو نئے دلائل پیش کیجئے اور بہت ہو تو اپنا اسلام ثابت کیجئے یا مجھ سے کفر کا ثبوت لیجئے۔ گیب کے بعد ابھی تو موقع ملا ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ یہ وقت میری جگہ کار باتوں میں ضائع ہو جائے میں اس مرتبہ آپ کو نہیں چھوڑوں گا اور آپ سے کفر کا اقرار کر کے ہٹوں گا۔

پڑا فلک کو کبھی دل جہلوں سے کام نہیں

جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی

(بعد حمد و صلوة) حاضرین کرام ! آپ حضرات نے میرے

مخاطب مولوی محنت علی صاحب کی جوابی تقریر سنی۔ انہوں

اس وقت میرے متعلق جو بحث سے سخت کلمات کہے ہیں اعتراف کرتا ہوں کہ ان کا ترکی بہ ترکی جواب دینے سے میں بالکل

عاجز ہوں۔ یہ فن مولوی صاحب ہی کو آتا ہے اور انہی کے لئے زیبا ہے۔ میرا جواب حافظ شیرازی کی زبان میں

صرف یہ ہے ۔

بدم گفتی و نذر مندم عفاک اللہ بخوگفتی

جواب تلخ نے زیب لب لعل شکر خارا

بہر حال میں نے آپ کی وہ ساری گالیاں معاف کیں۔ البتہ آپ نے یہ جو بحث ترین بلکہ ناپاک ترین حملہ مجھ

پر کیا ہے کہ معاذ اللہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جاہل کہتا یا جاہل جانتا ہوں اس کو میں معاف نہیں کر سکتا

اور آپ کو صاف صاف بتلا دینا چاہتا ہوں کہ اگر اس کے بعد یہ خبیث کلمہ آپ نے منہ سے نکالا تو انجام وہ ہوگا

جس کو آپ دیکھیں گے اور اس کی تمام ذمہ داری صرف آپ پر ہوگی۔ آپ کو اگر گالیاں دینے کا شوق ہے تو آپ مجھ کو

گالیاں دے لیجئے۔ اس پر بھی پیاس نہ بجھے تو میرے اساتذہ و مشائخ کو دے لیجئے، اس پر بھی پیاس نہ بجھے تو میرے

آباء و اجداد کو دے لیجئے میرے دوسرے بزرگوں کو دے لیجئے، ممکن ہے کہ اس پر میں کسی حد تک صبر کر سکوں لیکن اس

قسم کے ناپاک کلمے کہ معاذ اللہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ویسا سمجھتا ہوں، میں ایک لمحے کے لئے بھی سننے کے لئے

تیار نہیں ہوں۔ ہمارے لئے دنیا میں عزیز ترین متاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا ناموس مقدس ہی ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسے ناپاک کلمات رکھتے ہیں اور بحمد اللہ ہمارا حال بہت
 کہ اگر کوئی بذنبیب ہمارے سامنے ایسے گستاخانہ کلمات زبان سے نکالے تو ہم اس کو لمحہ کے لئے بھی اس کو دنیا میں زندہ نہ
 رہنے دیں گے خواہ اس راہ میں خود ہی فدا ہو جائیں، ناموس نبوی کے تمام دشمنوں کو ہمارا جہنم بہت سے
 جو جاں چاہو تو جہاں لے لو جو مال مانگو تو مال دیں گے
 مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا بنی کا حبابہ و جلال دیں گے

بہر حال میں ایک دفعہ پھر آپ کو خبردار کرتا ہوں کہ اب کے بعد یہ ناپاک کلمہ زبان سے نہ نکلے، ورنہ انجام خوار ہوگا۔

آپ نے مجھے اور مومن عالم صاحب کو کافر کہہ کر اشتعال انگیزی کی بھی پوری کوشش کی ہے جس سے آپ کا
 مقصد صرف یہ ہے کہ یا تو مناظرہ درہم برہم ہو جائے یا میں علم غیب کی اصولی بحث کو چھوڑ کر دوسری شخصی بحثیں شروع
 کروں اور آپ کی بلکہ آپ کے سارے طائفہ کی گراہیاں طشت از بام نہ ہونے پائیں۔ لیکن یقین کیجئے کہ انشاء اللہ آپ
 کی کوئی آرزو بھی پوری نہ ہوگی۔ البتہ اگر فی الواقع آپ کو میرے یا مومن عالم کے متعلق کوئی بحث کرنی ہے تو اسی وقت
 اس کے لئے بھی وقت طے کر لیجئے۔ ”علم غیب“ کی اس بحث سے فارغ ہونے کے بعد اس پر بھی گفتگو ہو جائے گی اور
 کافروں کا کفر اور مومنوں کا ایمان سب سامنے آجائے گا، لیکن آپ یہ چاہیں کہ خلطِ مبحث ہو جائے اور علم غیب کی طے
 شدہ اصولی بحث سے آپ کی جان چھوٹ جائے سو انشاء اللہ ایسا نہیں ہو سکتا اور آپ کی یہ کوشش بالکل بے کار ہی
 رہے گی۔ آپ کے سامنے وہ ہے جس کو بار بار آپ کے اساتذہ بھی آڑا چکے ہیں۔

عنفت شکار کس نہ شود دام باز چسپیں

کیں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

ہاں آپ نے ایک عجیب و غریب بات یہ بھی کہی ہے کہ ”منظور“ صاحبزادہ صاحب اور ان کی تمام جماعت
 کو کافر ثابت کرنے کے لئے آیا تھا مگر اس نے کفر کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا، یہ بھی آپ کا محض افراء ہے۔
 میری بحث کسی خاص شخص یا کسی جماعت سے متعلق نہیں ہے اور مومن عالم نے بھی جو کچھ اپنی تحریر میں لکھا ہے وہ بھی
 محض ایک اصولی مسئلہ ہے کہ ”جو شخص یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ہر چیز کو جانتے تھے وہ مسلمان نہیں“

اور صاحبزادہ صاحب کے متعلق بلکہ کسی مسلمان کے متعلق بھی گمان نہیں کرتا کہ اس کا ایسا عقیدہ ہو۔
صاحبزادے صاحب کی جو تحریر میرے سامنے ہے میرے نزدیک یقینی طور پر اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ وہ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حق تعالیٰ کے برابر علم کلی اور وہ بھی ہر وقت حاضر ہیں بلکہ میرے نزدیک اس تحریر کے، اس کے علاوہ دوسرے محل بھی ہیں۔ پس تا وقتیکہ وہ خود پر نہ بتلائیں کہ میرا عقیدہ فی الواقع وہی ہے اور اس تحریر سے میرا مطلب وہی ہے جس کو موحّد عالم نے کفر لکھا ہے اُس وقت تک میں ان کو مسلمان ہی سمجھوں گا اور سمجھتا ہوں اور مجھے تو آپ کے متعلق بھی ابھی تک یہی معلوم ہے کہ آپ بھی اس کے قائل نہیں ہیں اور اگر آپ قائل ہیں تو براہ کرم مجھے تحریر دیجئے۔ مگر میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ آپ کبھی مجھے اس عقیدہ کی تحریر نہیں دیں گے۔ کیونکہ آپ کے پیرو مشد فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب خود اس کے خلاف ہیں اور انہوں نے اس عقیدہ (علم کلی محیط تفصیلی) کو خلاف نصوص اور عقلاً بھی باطل لکھا ہے۔

بہر حال میں ہرگز گمان نہیں کرتا کہ صاحبزادہ صاحب کا عقیدہ وہی ہو جس کو موحّد عالم نے کفر لکھا ہے اور نہ صرف انہوں نے بلکہ بہت سے فقہاء حنفیہ نے اس کے کفر ہونے کی تصریح کی ہے۔ بلکہ علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس کے کفر پر اجماع نقل کیا ہے جیسا کہ انشا اللہ تعالیٰ آئندہ میں ان کی وہ عبارت بھی پیش کروں گا۔
الغرض یہ آپ کا مجھ پر افتراء ہے کہ میں صاحبزادہ صاحب کو کافر کہتا ہوں اور ان کا کفر ثابت کرنے کے لئے ہی میں یہاں آیا ہوں۔ ہاں اسی کے ساتھ آپ نے عجیب و غریب انداز میں اس پر بھی ماتم کیا تھا کہ میں ان مسلمانوں کا کفر ثابت کرنے کے لئے تو آگیا مگر کافروں کو مسلمان کرنے کے لئے کوئی کوشش نہیں کی۔ اللہ اللہ !! آج آپ کی سمجھ میں یہ بات آئی اور ساری دنیا کو کافر بنانے کے بعد آج آپ کو محسوس ہوا کہ یہ بھی کوئی گناہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بعض اہل کوفہ نے پوچھا تھا کہ حُرّم اگر کبھی مار دے تو اس کا کیا فیہ ہے ؟
اس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

مَا لِأَهْلِ الْعِرَاقِ يَسْأَلُونَنِي عَنْ قَتْلِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا سَأَلُونِي ؟

یعنی عراق والوں کی ذہنیت تو دیکھو کہ آج مجھ سے کبھی مارنے کا مسئلہ پوچھنے آئے ہیں اور کہہ بلکہ میرا

میں کل حبیب انہوں نے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا تو مجھ سے کوئی بھی پوچھنے نہ آیا ۔

مولوی صاحب ! پہلے ذرا اپنے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت کے کارناموں پر تو غور فرمائیے اور دیکھئے کہ انہوں نے کتنے مسلمانوں کو کفر کے گھاٹ اتارا ہے اور ہاں ذرا خود اپنے گریبان میں تو منہ ڈال کر دیکھئے کہ آپ مسلمانوں کو کافر کہنے میں کس قدر جے باک ہیں اور آپ نے اسی تقریر میں کیا کمی کی ہے ؟

بچہ دلاور اسست دزدے بکف چراغ دارد

خیر یہ تو آپ کی خارجی باتوں کا جواب تھا اور مجھے افسوس ہے کہ اس میں میرا بہت کافی وقت ضائع ہو گیا۔ اس کے بعد میں اصل موضوع کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے اپنے مدعا کے ثبوت میں دو آیتیں پیش کی تھیں اور ان کی تفسیر میں بعض صحابہ کرام و تابعین عظام اور دیگر ائمہ مفسرین کی تصریحات بھی پیش کی تھیں۔ آپ نے ان سب سے اعراض کرتے ہوئے دونوں آیتوں کے متعلق وہی پرانی اور فرسودہ باتیں کہی ہیں جن کا جواب بارہا میں ہی آپ کو دے چکا ہوں۔ اور اب پھر عرض کرتا ہوں۔

آپ نے شاید حاضرین پر اپنی علمیت کا سکہ بٹھانے کے لئے مجھ سے پوچھا ہے کہ سورۃ ظہ کی آیت میں اخفاء سے مطلق اخفاء مراد ہے یا اخفاء مطلق ؟ سنئے میں ادنیٰ کے مناظرہ میں آپ کو تباہ چکا ہوں کہ یہاں اخفاء مطلق ہے یا بمعنی کہ تمام ماسوی اللہ سے اخفاء مقصود ہے لیکن صرف الی یوم القیامہ ۔

دوسری بات آپ نے اسی آیت کے متعلق یہ بھی کہی ہے کہ یہ اخفاء صرف گنہگاروں اور سیہ کاروں سے ہے نہ کہ انبیاء علیہم السلام سے جو محصوم ہوتے ہیں ، آپ کا یہ خیال بھی محض غلط اور سرسراہل ہے۔ اس کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا جو ارشاد میں نے اپنی کچھلی تقریر میں پیش کیا تھا اس میں صاف ملائکہ مقربین اور انبیاء برسلین کے لفظ موجود ہیں اور صراحت مذکور ہے کہ حق تعالیٰ نے ان سے بھی قیامت کا وقت خاص مخفی رکھا ہے ۔

علیٰ ہذا دوسری آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک ارشاد میں اپنی پہلی تقریر میں پیش کر چکا ہوں جس میں لَوْ يُطْلِعُ عَلَيْهَا مَلَكًا وَلَا رَسُولًا کے الفاظ موجود ہیں۔ پس یہ کہنا محض ادعا ہے کہ قیامت کے وقت کو صرف گنہگاروں اور بدکاروں سے چھپایا گیا ہے ۔

دوسری آیت کے متعلق آپ نے ایک بات تو یہ کہی ہے کہ اس میں صرف علم ذاتی کی نفی ہے اس کا جواب تو اتنا ہی کافی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کریم آپ سے بہت بہتر سمجھتے تھے اور انہوں نے علم قرآن پر وہاں صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا جب انہوں نے اس آیت سے غیر اللہ سے کیا سمجھنے کے علم عطائی کی بھی نفی نکالی جیسا کہ ان کے اُس ارشاد سے ظاہر ہے جو میں بحوالہ تفسیر ابن جریر پہلی تقریر میں پیش کر چکا ہوں تو آپ کو کیا کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ اس میں صرف علم ذاتی کی نفی ہے۔ علاوہ ازیں علم ذاتی تو حضور کو بلکہ کسی مخلوق کو ایک ذرہ کا بھی نہیں، پھر قیامت ہی کی کیا خصوصیت ہے جو اسی کے علم کو حق تعالیٰ کے لئے خاص کیا گیا ہے۔ بہر حال یہ دلیل کہ اس آیت میں صرف علم ذاتی کی غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے نہایت مبہل ہے۔

ایک بات آپ نے یہ بھی کہی ہے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد بھی آپ کو یہ علم عطا نہیں فرمایا گیا، ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد حضور کو قیامت کا وقت خاص بتلادیا گیا ہو ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ سورۃ اعراف کی اس آیت و نیز قرآن پاک کی بہت سی دوسری آیات میں علم قیامت کے ساتھ حق تعالیٰ کا تفرّد بیان کیا گیا ہے۔ پس اگر یہ مان لیا جائے کہ بعد میں کسی مخلوق کو اس کا علم عطا فرمادیا گیا، تو پھر یہ تفرّد باطل ہوتا ہے۔ لہذا اسی آیت میں غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ قیامت کا وقت خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ کسی مخلوق کو اس آیت کے نزول کے بعد بھی نہیں بتلادیا گیا۔ یہاں تک تو آپ کی تقریر کا جواب تھا۔ اب میں اپنے بقیہ دلائل پیش کرتا ہوں۔

سورۃ اعراف والی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت سدی کبیرؒ، حضرت امام ابن جریر طبریؒ کے ارشادات میں پہلے پیش کر چکا ہوں، اب آگے سنئے۔

علامہ علی ابن محمد خازنؒ اسی آیت کے ماتحت اِنَّمَا عَلِمَهَا عِنْدَ رَبِّكَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں
 اَيُّ لَا يَعْلَمُ الْوَقْتَ الَّذِي تَقُومُ فِيهِ اِلَّا اللّٰهُ اُسْتَأْشَرَ اللّٰهُ بِعِلْمِهَا
 فَلَمْ يُطْلِعْ عَلَيْهِ اَحَدًا - (تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۶۵)

یعنی اس قیامت کے وقت خاص کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس نے اس کے علم کو اپنے ہی لئے خاص کر لیا ہے اسی واسطے کسی کو اس کی اطلاع نہیں دی ہے ؟

اور اس موقعہ قریب قریب یہی مضمون امام انجویؒ نے تفسیر مجاہد التنزیل میں اور خطیب شریعی نے سراج النبویہ میں اور علامہ نسفی نے مدارک التنزیل میں اور قاضی بغیادی نے انوار التنزیل میں لکھے ہیں مفسرین کوام نے لکھا ہے۔
اس کے بعد میں ایک حدیث اور پیش کرتا ہوں جس سے اس مسئلہ پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ قریباً تمام حدیث میں متعدد سندوں کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبریلؑ حضور اقدسؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے ایمان، اسلام، احسان کے متعلق کچھ سوالات کئے جن کے آنحضرتؐ نے جوابات ارشاد فرما دیئے۔ اخیر میں انہوں نے سوال کیا کہ مَتَى السَّاعَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ کہ حضرت! قیامت کب آئے گی؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ یعنی کہ جس سے یہ سوال کیا جا رہا ہے وہ سوال کرنے والے سے اس بارے میں زیادہ علم نہیں رکھتا (یعنی اس کا علم جس طرح تم کو نہیں ہے اسی طرح مجھ کو بھی نہیں ہے) پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم صرف اللہ ہی کو ہے اور حضورؐ نے استشہاد میں سورۃ لقمان کی یہ آخری آیت پڑھی۔ اِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْاٰیة

اس حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ قیامت کے وقت خاص کا علم سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا نہیں ہوا تھا اور سید الملکۃ المقربین حضرت جبریلؑ کو بھی۔ اور بعض صحیح روایات میں یہ بھی تصریح ہے کہ یہ واقعہ حضورؐ کی عمر شریف کے آخری حصہ کا ہے۔ (کافی فتح الباری و مسند القاری) پس یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضورؐ کے آخری عمر تک یہی حال رہا۔ (دیکھو مشکوٰۃ ص ۴۸۰)

مولوی حسنت علی صاحب گرامی حضرات! آپ نے دیکھا مولوی منظور صاحب نے بڑا جوش دکھایا بہت اچھے کوڑے مگر کھڑکے ثبوت میں ایک لفظ بھی نہیں

کہا۔ نہ اپنے یا اپنے داعی کے کفر کا کوئی جواب دیا۔ میں پھر کہتا ہوں مولوی منظور صاحب تم کافر ہو آپ کا داعی بھی کافر ہے۔ اگر ہمت ہو تو مجھ سے ثبوت مانگو میں ابھی ثبوت دینے کو تیار ہوں۔ ہمیں میدان ہمیں چڑگاں ہمیں گویئے۔

میں نے کہا تھا کہ مولوی منظور صاحب یہ ثابت کرنے کے لئے آئے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم،

جاہل تھے اس پر مولوی منظور صاحب بہت زیادہ چراغ پا ہوئے۔

مولوی صاحب ! اس میں غصہ کی کیا بات ہے سب حاضرین دیکھ رہے ہیں آپ نے اپنی دونوں تقریروں میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کا علم نہیں تھا اس کا مطلب یہی تو ہوا کہ حضور معاذ اللہ اس سے جاہل تھے۔ آخر نہ جانے اور جاہل ہونے میں کیا فرق ہے۔ ناک ادھر سے پڑی جائے یا ادھر سے ایک ہی بات ہے۔ لیکن اگر آپ کو ناگوار ہوتی ہے تو لیجئے میں اب نہیں کہوں گا۔

میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ اَکَادُ اُخْفِيْهَا میں اخفاء مطلق ہے یا مطلق اخفاء ؟ آپ نے اس کا جواب دیا کہ اخفاء مطلق ہے اور ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ صرف قیامت تک محدود ہو۔ تو اخفاء مطلق کہاں ہو گیا۔ اخفاء مطلق کا تو یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ کسی کو کبھی بھی نہ بتلایا جائے۔ خیر یہ تو آپ کی علمیت تھی کہ آپ اخفاء مطلق بھی کہتے ہیں اور پھر قیامت تک کی قید بھی لگاتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ یہ اخفاء قیامت تک رہے گا آپ اپنی طرف سے قرآن کریم میں پونہ لگاتے ہیں اور اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے۔

مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنائے۔

بہر حال میرا ایک مطالبہ تو آپ پر یہ ہے کہ آپ بتلائیں کہ یہ قیامت تک اخفاء باقی رہنا کہاں سے معلوم ہوا۔ دوسرے یہ کہ جو دو آیتیں آپ نے اب تک پیش کی ہیں ان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے ؟ آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کر کے جو عبارت پڑھی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں لَمْ يُطْلِعْ عَلَيْهِمَا مَلَكًا مُّقْرَّبًا وَلَا نَبِيًّا مُّرْسَلًا اور یہ ضروری نہیں کہ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی داخل ہوں۔ دیکھئے حدیث شریف میں آیا لَحِثٌ مَعَ اللَّهِ وَقَدْ لَا يَسْعُ فِيهِ مَلَكٌ مُّقْرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ۔ یعنی میرے لئے اللہ کے ساتھ ایک ایسا خاص وقت ہے کہ اس میں کسی مقرب فرشتے اور نبی رسول کی بھی گنجائش نہیں۔

اب دیکھئے اس میں وہی نبی مرسل کے الفاظ ہیں مگر اس میں حضور کے علاوہ دوسرے پیغمبر ہی مراد ہیں۔

بس ایسے ہی سمجھ لیجئے کہ جتنی تفسیری عبارتیں آپ نے پڑھی ہیں جن میں ملک مقرب و نبی مرسل کے الفاظ ہیں ان میں حضور کے علاوہ دوسرے پیغمبر ہی مراد ہیں ایسی آپ کوئی کتاب نہیں دیکھ سکتے جس میں صراحت کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ مذکور ہو کہ آپ کو قیامت کا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا۔

میں نے بتلایا تھا کہ سورہ اعراف کی جو آیت آپ نے پیش کی ہے اس میں صرف علمِ فانی کا بیان ہے اور اسی کو حق تعالیٰ سے خاص بیان کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ کسی مخلوق کو ذاتی طور پر قیامت کے وقت کا علم نہیں ہے یہ قرآن پاک میں کہیں نہیں ہے کہ حضور کو خدا تعالیٰ کے بتلانے سے بھی قیامت کا علم نہیں تھا میں جو سمجھ رہا ہوں وہ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ حضرات مفسرین نے ایسا ہی لکھا ہے۔ چنانچہ امام صادق رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے ذیل میں تفسیر صادق میں لکھتے ہیں۔

إِنَّهَا مِنْ أَمْرِ الْمَكْتُومِ الَّذِي اسْتَأْذَنَ اللَّهُ بِعِلْمِهِ فَلَوْ يُطْلَعُ عَلَيْهِ أَحَدٌ إِلَّا مِنْ أَرْتَضَى مِنَ الرُّسُلِ ۝

یعنی وقت قیامت ایسے پوشیدہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے علم کے ساتھ مختص ہے

تو اللہ نے وقت قیامت پر کسی کو مطلع نہیں فرمایا مگر جس کو رسولوں میں سے پسند فرمایا ۝

دیکھئے! امام صادق رحمۃ اللہ نے کس صفائی سے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ اور برگزیدہ رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت قیامت کی خبر دے دی تھی۔ الغرض جو آیتیں آپ نے پیش کی ہیں اول تو خاص حضور کا ذکر نہیں اور پھر علم عطائی سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

آپ نے آخر میں جو حدیث جبریلؑ پیش کی ہے اس کے ترجمہ اور مطلب بیان کرنے میں آپ نے مسلمانوں

کو سخت دھوکہ دیا ہے اس میں الفاظ یہ ہیں مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ۔ اس کا مطلب

یہ ہوا کہ اے جبریلؑ وقت قیامت کے بارے میں میرا علم تم سے زیادہ نہیں یعنی ہم اور تم دونوں ہی کو معلوم ہے

کہ وہ کس وقت آنے لگی۔ تم پھر کیوں پوچھتے ہو۔

اور چونکہ حضرت جبریلؑ کا یہ سوال ایک عام مجلس میں ہوا تھا اس لئے حضور نے صاف صاف جواب

نہیں دیا کیونکہ آپ کو یہ حکم تھا کہ قیامت کا وقت اپنے عام امتیوں کو نہ بتلائیں۔

الغرض اس حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے معلوم ہو کہ خود حضور کو وقت قیامت کا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا۔ اور اس حدیث کے آخر میں خود حضور کا ارشاد ہے **فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ** کہ یہ وقت قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ بغیر خدا کے بتلانے کوئی نہیں جان سکتا۔ لیکن خدا کے بتلانے سے رسول کو اور پھر رسول کے بتلانے سے دوسروں کو بھی اطلاع ہو سکتی، چنانچہ حضرت امام بدرالدین عینیؒ جو حنفیوں کے مسلم امام ہیں اور جنہوں نے بخاری کی شرح عقدا القاری اور دوسری مفید کتابیں لکھ کر حنفی دنیا پر بہت بڑا احسان کیا ہے وہ اسی حدیث کی شرح میں **فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ** کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فَمَنْ أَدَّاهِيَ عِلْمَ شَيْءٍ مِّنْهَا غَيْرَ مُسْنِدٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ كَاذِبًا فِي دَعْوَاهُ “

جو کوئی ان پانچوں چیزوں وقت قیامت اور مافی الارحام وغیرہ کے علم کا دعویٰ کرے اور اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف نسبت نہ کرے یعنی یہ نہ کہے کہ حضور کے بتلانے سے مجھے یہ علم حاصل ہوا ہے تو وہ مدعی اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص حضور کی طرف نسبت کر کے ان پانچوں چیزوں کے علم کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا نہیں کہا جائے گا، اس سے روشن ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچوں چیزوں کا علم تھا اور آپ جس کو چاہتے بتلا سکتے تھے اور بتلاتے تھے اس موقع پر تعبیر یہی مضمون امام احمد قسطلانی رحمہ اللہ نے ارشاد الساری شرح بخاری میں بھی لکھا ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی (بعد حمد و صلوٰۃ) حاضرین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا مولوی حشمت علی صاحب نے اس مرتبہ پھر کوشش کی ہے کہ بحث مقرر شدہ اصولی

موضوع سے ہٹ کر شخصی چیزوں پر آجائے میں پہلے بھی بتلا چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ آپ اس کوشش میں ناکام ہی رہیں گے۔ ہاں اس کی صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ آپ اتنا لکھ دیں کہ میں طے شدہ بحث و علم غیب پر گفتگو نہیں کر سکتا بلکہ محمد منظور اور اس کے داعی کے متعلق بحث کرنا چاہتا ہوں۔ یقین کیجئے کہ میں فورا

۷۳۸
اس بحث کو چھوڑ دوں گا ، لیکن آپ یہ چاہیں کہ آپ کے استعمال انگیز کلمات سے متاثر نہ ہو کر میں دوسری بحث شروع کر دوں اور مسئلہ علم غیب سے آپ کی جان چھوٹ جائے اور آپ کی گراہیاں طشت از بام نہ ہوں تو ایسا نہیں ہو سکتا ہے

برو این دام بر مرغ و گرنہ
کہ غنقا را بلند است آشیانہ

اس مرتبہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہنا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو فلاں چیز کا علم عطا نہیں فرمایا تھا اور یہ کہنا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ آپ جاہل تھے دونوں برابر ہیں۔ فی الحقیقت حبیب کوئی شخص تعلیمات الہیہ اور سنن نبویہ سے بغاوت کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کی عقل بھی سلب کر لیتا ہے۔ درند دنیا کا کوئی معمولی سمجھ والا انسان بھی ایسی لغو بات منہ سے نہیں نکال سکتا۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں اگر کوئی شخص آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے متعلق یہ کہے کہ ان کو انگریزی اور سنسکرت کا علم نہیں تھا اور دوسرا یہ کہے کہ وہ جاہل تھے تو کیا آپ کے نزدیک یہ دونوں باتیں ہم وزن ہوں گی؟

علامہ قاضی عیاض کتاب الشفا میں فرماتے ہیں۔

وَإِذَا تَكَلَّمَ عَلَى الْعِلْمِ قَالَ هَلْ يَجُوزُ أَنْ لَا يَعْلَمَ إِلَّا مَا عِلِمٌ
..... وَلَا يَقُولُ بِجَهْلٍ لِقُبْحِ اللَّفْظِ وَبَشَاعَتِهِ -

یعنی حضور کی شان اقدس کے متعلق یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ آپ کو فلاں چیز کا علم تھا یا نہیں لیکن یہ نہیں کہا جائے گا کہ معاذ اللہ آپ فلاں چیز سے جاہل تھے کیونکہ یہ لفظ بُرا اور بدتمیزی کا ہے۔

(شرح الشفا - لملا علی القاری ج ۲ ص ۲۹۹)

خیر مولانا ! میں نے تو جواب دے دیا لیکن اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب آپ کے نزدیک یہ دونوں باتیں ہی حقیقت رکھتی ہیں ، اور ادھر آپ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان و مایکون کا علم آخر زمانہ حیات میں عطا فرمایا گیا تھا اور اس سے پہلے آپ کو یہ علم حاصل نہ تھا ، تو کیا معاذ اللہ آپ اس ابتدائی زمانہ نبوت کے لحاظ سے حضرت مکی شان اقدس میں جہل کا لفظ بولا کرتے ہیں۔ اور جب کہ آپ کے خیال میں کسی چیز کا

علم نہ ہونا اور جاہل ہونا برابر حیثیت رکھتا ہے تو ضرور آپ بولا کرتے ہوں گے (معاذ اللہ معاذ اللہ لاسحول ولا قوۃ الا باللہ) بخیر یہ چند لفظ تو آپ کی خارجی چیزوں کے متعلق عرض کر دیئے گئے ہیں۔ اب اصل موضوع کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے آپ کے سوال کے جواب میں عرض کیا تھا کہ سورہ طہ کی آیت میں جس اخفاء کا ذکر ہے وہ اخفاء مطلق ہے بایں معنی کہ تمام ہی مخلوق سے اخفاء مقصود ہے اور یہ اخفاء قیامت تک رہے گا۔

آپ نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ اخفاء مطلق کے ساتھ یہ قیامت تک کی قید کیسی ہے، اخفاء مطلق کا تقاضا تو یہ ہے کہ کسی وقت اظہار نہ ہو ؟

میرا جواب یہ ہے کہ یہاں اطلاق زمانہ کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ مخفی عنہم کے لحاظ سے اطلاق ہے ورنہ یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ جب قیامت قائم ہو جائے گی تو تمام مخلوق کو اس کا علم ہو جائے گا۔ بل آپ نے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ اخفاء قیامت تک باقی رہنا کہاں سے معلوم ہوا ؟ سنتے !

سورہ اعراف کی جو آیت میں نے پیش کی ہے اس میں لَا يُجَلِّیْہَا لَوْ قَتِیْمًا اِلَّا هُوَ کا لفظ واضح طور پر بتلا رہا ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خود حق تعالیٰ قیامت کو اس کے وقت پر ہی ظاہر فرمائے گا اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک یہ اخفاء باقی رہے گا۔ چنانچہ قاضی بیضاویؒ اسی کلمہ لَا يُجَلِّیْہَا لَوْ قَتِیْمًا اِلَّا هُوَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

الْمَعْنٰی اَنَّ الْخِیَافَ بِہَا مُسْتَمِرٌّ عَلٰی غَیْرِہٖ اِلٰی وَقْتٍ وَقُوْعِہَا۔

یعنی ان کلمات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں پر وقت قیامت کا پوشیدہ رہنا

اس کے آنے تک مستمر ہے گا۔ (تفسیر بیضاوی ج ۱ - ص ۲۶۷)

اور علامہ معین بن صفی انہیں کلمات قرآنی کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اَمْی لَا یُظْہِرُ اَمْرَہَا فِی وَقْتِہَا اِلَّا هُوَ اٰی الْخِیَافُ بِہٖ مُسْتَمِرٌّ اِلٰی

وَقْتُ الْوُقُوْعِ - (جامع البیان ص ۱۳۷)

یعنی قیامت کے وقت خاص کی پوشیدگی اس کے آنے تک مستمر رہے گی۔

نیز اسی آیت میں لَا تَاْتِیْکُمْ اِلَّا بَفْئَۃٍ کے الفاظ بھی یہ بتلا رہے ہیں کہ قیامت کے آنے کے

وقت تک تمام مخلوق اس سے بے خبر رہے گی۔ بہر حال میں نے جو کچھ کہا ہے اللہ قرآن کریم ہی کی روشنی میں کہا ہے اس کو تفسیر بالرائے کہنا محض جہالت کا کرشمہ ہے۔

آپ نے عجیب و غریب بات یہ فرمائی تھی کہ وقت قیامت کا انخلاء صرف گنہگاروں اور سیہ کاروں سے ہے میں نے جواب دیا کہ یہ محض بے دلیل ادعا ہے باطل ہے اور ساتھ ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد پیش کیا کہ لَعُيْطِلْعُ عَلِيْهَا مَلَكًا مُّقْرَّبًا وَلَا نَبِيًّا مُّرْسَلًا اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ اس میں نبی مرسل کے لفظ سے حضور کے علاوہ دوسرے پیغمبر مراد ہیں۔ اور مثال میں لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتُ وَالْحَشْرِ پیش کی ہے، خدا کا شکر ہے، آپ نے اتنا تسلیم کر لیا کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام سے وقت قیامت محض لکھا گیا ہے، درجہ پہلی تقریر میں آپ نے فرمایا تھا کہ یہ انخلاء صرف گنہگاروں اور سیہ کاروں کے لحاظ سے ہے۔ صبح کا بھولا اگر شام کو واپس آجائے تو غنیمت ہے۔ اب میں امید رکھتا ہوں کہ آپ جلد ہی یہ بھی تسلیم فرمائیں گے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دوسرے مفسرین کی عبارات میں اس موقع پر نبی مرسل کا جو لفظ آیا ہے اس کے عموم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔

سنئے! لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتُ وَالْحَشْرِ دال حدیث میں نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ کے لفظ سے آنحضرت بقرینہ مقام خارج ہیں کیونکہ ایسے مواقع میں تکلم مستثنیٰ ہوتا ہے۔

بخلاف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دوسرے مفسرین کے ارشادات کے کہ وہاں ایسا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف قرینہ موجود ہے کیونکہ جس آیت کی تفسیر میں یہ الفاظ فرمائے گئے ہیں اس کے مخاطب اول براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اس لئے آپ سب سے پہلے اس کے مصداق ہوں گے۔ آپ نے مجھ کو چیلنج کیا ہے میں اس موقع پر کسی تفسیر میں خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی تصریح نہیں دکھلا سکتا، حالانکہ تفسیر ابن جریر کی عبارت میں پہلے پیش کر چکا ہوں۔ اس میں قُلْ إِنَّمَا عَلَّمَهَا عِنْدَ اللّٰهِ کی تفسیر میں مرقوم ہے إِنَّ مَعْنَاهُ قُلْ يَا مُحَمَّدُ إِنَّمَا عَلَّمَهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَحْدَهُ مَجِيئُهَا لَا عِلْمَ لِيْ بِذَلِكَ الْعِلْمِ۔

یعنی اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں سے فرمادیجئے جو آپ سے

وقت قیامت کے متعلق سوال کر رہے ہیں کہ مجھ کو اس کا علم نہیں۔

لیجئے اس عبارت میں تو خاص اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح موجود ہے۔ کیا اب آپ اپنی غلطی تسلیم کر کے اپنی صداقت پرستی کا ثبوت دیں گے ؟

آپ نے سورہ اعراف کی آیت کے متعلق پھر یہ فرمایا ہے کہ اس میں غیر اللہ سے قیامت کے علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے اور اپنی تائید میں اس مرتبہ آپ نے احمد صادی کی ایک عبارت پیش کی ہے۔ خدا کی شان ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما صحابی اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما عظیم المرتبت تابعی کے ارشادات پیش کر رہے ہوں جن میں انہوں نے اسی آیت سے علم عطائی کی نفی بھی ثابت کی ہے اور آپ اس کے مقابلہ میں تیرہویں صدی کے ایک عالم احمد صادی کو پیش کر رہے ہیں جن کا شمار علماء معتبرین میں بھی نہیں ہے۔

بہر حال صادی کا قول مجھ پر حجت نہیں۔

میں نے اپنی اس سے پہلی تقریر میں حدیث جبریل پیش کی تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ تو نے اس کا مطلب غلط بیان کیا۔ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ کا مطلب یہ ہے کہ اے جبریل ! ہم اور تم دونوں وقت قیامت کو جانتے ہیں۔ للاحمل ولا قوۃ الا باللہ۔

آپ کسی معتبر عالم کو نہیں بتلا سکتے کہ انہوں نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہو، تمام شارحین حدیث اس پر متفق ہیں کہ حضور کے اس ارشاد کا مطلب یہی ہے کہ اے سائل ! ہم تم دونوں ہی قیامت کے وقت خاص سے بے خبر ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ”اشتقاقیات“ میں اس جملہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”یعنی میں تو برابریم در فاداستن آن بلکہ ہر سائل و مسئل ہمیں حکم دارد کہ اُن را جز خداوند

تعالیٰ کے ندانند و دے تعالیٰ ہیچ کس را از انبیاء و رسل براں اطلاع نہ دادہ“

ایسے ہی دوسرے شارحین حدیث نے بھی لکھا ہے۔ چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ جن کا ابھی آپ نے نام لیا تھا وہ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ کی شرح میں فرماتے ہیں الْمَسْئُولُ نَفْیُ عِلْمٍ وَقِیَّتْهَا کہ اس سے وقت قیامت کے علم کی نفی مراد ہے۔

اور شیخ الاسلام زکریا تحفۃ الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں: اِنَّمَا الْمُرَادُ الشَّارِحُ فِي
 فَحْشِ الْعِلْمِ بِهٖ ۔ یہ تمام شارحین اس پر متفق ہیں کہ حضورؐ کے اس ارشاد کو اعمیٰ کا مطلب یہ ہے کہ اے سائل!
 ہم اور تم دونوں وقت قیامت کے نامعلوم ہونے میں برابر ہیں، اس بارہ میں میرا علم تم سے زیادہ نہیں اور پھر
 آخر میں حضورؐ کا یہ ارشاد: فِيْ خُسْ لَّا يَعْلَمُۢنَّ اِلَّا اللّٰهُ یعنی قیامت ان پانچ چیزوں میں داخل ہے
 جن کو بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ اس کی صریح دلیل ہے کہ حضورؐ کا مقصد عدم علم قیامت میں برابر ہی بیان کرنا ہے
 اور آپ کا مطلب یہی ہے کہ ہم کو اور تم کو، دونوں کو ہی اس کی خبر نہیں ہے کہ قیامت کب اور کس دن اور کس وقت آئے گی
 ”نیز یہ معنی عربی محاورے کے مطابق ہے جیسے مکتوبہ ص ۱۷ سے معلوم ہوتا ہے۔ (نیلوے)“

اپنے اپنی اس تقریر میں علامہ عینیؒ اور علامہ قسطلانیؒ کے حوالے سے بھی ایک عبارت پیش کی تھی اور اس سے
 آپ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضورؐ کو قیامت وغیرہ امور خسرہ کا علم بھی بطلانِ خداوندی حاصل تھا، اور آپ دوسروں کو
 بھی بتلا سکتے تھے بلکہ بتلاتے تھے حالانکہ اس عبارت سے یہ مدعا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان دونوں مصنفوں علامہ
 عینیؒ و علامہ قسطلانیؒ کی تصریحات اس کے صریح خلاف موجود ہیں۔ اسی حدیث جبریلؑ کے ذیل میں علامہ عینیؒ
 قیامت کے متعلق فرماتے ہیں

اَلَا عَقْدَ بَوُجُوْدِهَا وَبَعْدَ الْعِلْمِ بِوَقْتِهَا لِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی
 مِنَ الدِّیْنِ ۔ (ج ۱ ص ۳۲۸)

یعنی قیامت کے آنے کا یقین رکھنا اور ساتھ ہی یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کے وقت خاص کا علم اللہ
 کے سوا کسی کو نہیں ہے اجزاء دین میں سے ہے۔ اور بعینہ یہی مضمون اس موقع پر علامہ قسطلانیؒ
 نے بھی لکھا ہے، ملاحظہ ہو قسطلانی ج ۱ ص ۲۷۷

نوٹ از مرتبہ حضرت مولانا کی تقریر یہیں تک پہنچی تھی کہ مولوی حسنت علی صاحب نے فرمایا

کہ عینی کی عبارت آپ کہاں سے پڑھ رہے ہیں؟ مولانا محمد رح نے فرمایا کہ
 میں اپنی یادداشت سے پڑھ رہا ہوں اگر آپ کو شک ہو تو آپ کے پاس عینی موجود ہے دیکھ لیجئے یا میرے پاس بھیج
 دیجئے میں خود ہی عبارت نکال دوں۔ مولوی حسنت علی صاحب نے کہا کہ آپ کتاب سے پڑھتے، مولانا نے فرمایا

کہ اس وقت میرے ساتھ عینی نہیں ہے اور نہ ساری کتابیں ساتھ رکھی جاسکتی ہیں۔ ہاں جو چیزیں پیش کر دیں گے اس کے لفظ لفظ کی ذمہ داری ہوں گا، اور اگر میرا کوئی حوالہ غلط نکلے گا تو میں اپنی ٹھکانے تسلیم کر لوں گا۔ لیکن مولوی حسنت علی صاحب اسی پر اصرار کرتے رہے کہ صرف اسی کتاب کا حوالہ دیا جائے جو یہاں آپ کے پاس موجود ہو۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ کوئی اصول نہیں ہے، ہاں البتہ میرے جس حوالہ میں آپ کو شک ہو اس کی تصدیق ثابت کرنی میرے ذمہ ہوگی۔

پھر مولانا نے فرمایا کہ اس وقت یہ بحث فضول ہے کیونکہ جو عبارت میں نے اپنی یادداشت سے پیش کی ہے عینی کی ہے اور عینی آپ کے پاس موجود ہے ابھی اس کو دیکھ لیجئے۔ مولوی حسنت علی صاحب نے کہا میرے پاس جو عینی ہے اس سے آپ کا کوئی تعلق نہیں آپ اپنی کتاب پیش کیجئے میں اپنی کتاب آپ کو نہیں دوں گا۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ عاجزی کی اس سے زیادہ روشن دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ میرے پیش کردہ حوالہ کو بھی نہیں مانتے اور کتاب سے اس کی تصدیق بھی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور پھر اپنی اس حرکت پر شرماتے بھی نہیں۔ اس گفتگو میں مولانا کا وقت ختم ہو گیا۔

مولوی حسنت علی صاحب حضرات گرامی! آپ نے دیکھ لیا مولوی منظور صاحب اپنا اور اپنے موکل کا کفر اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ ارے مولوی

صاحب! آپ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم عظیم گھٹانے کے لئے آیتیں حدیثیں اور بزرگوں کی عبارتیں کو پڑھتے جاتے ہیں مگر اپنا اسلام ثابت کرنے کے لئے ایک لفظ منہ سے نہیں نکلتا جب تک آپ اپنا سلمان ہونا ثابت نہ کر لیں آپ کو آیتیں، حدیثیں اور بزرگان دین کے اقوال کے پیش کرنے کا کیا حق ہے۔ آپ مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما اور دوسرے بزرگان دین کا نام لیتے ہیں مگر اب تک جتنے اقوال بھی پیش کئے ہیں ان میں سے کسی میں صراحت کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر نہیں ہے۔ آپ نے اس مرتبہ ایک بڑا جھوٹا یہ بولا ہے کہ حضور کو یہ خبر نہ تھی کہ قیامت کس تاریخ یا کس دن اور کس وقت قائم ہوگی۔

میں آپ کو بتاتا ہوں میرے آقا اللہ کے محبوب مطلع علی الغیوب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تمام باتیں معلوم تھیں اور آپ نے اپنے اقلیوں کو بھی بتلایں۔ سنو! حدیث میں آتا ہے کہ قیامت محرم کے مہینہ میں آئے گی تاریخ دسویں

ہوگی ، دن جمعہ کا ہوگا ۔ کیا اب بھی وہابی یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور کو قیامت کے دن اور اس کی تاریخ کا علم نہ تھا ؟
حضور کو ضرور اس کا علم تھا اور آپ کے مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو سب کچھ بتلادیا تھا ۔

آپ نے سورۃ اعراف کی جو آیت پڑھی ہے اس میں لَا يُجْلِيهَا يَوْمَئِذٍ الْهَوَّ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے بتانے سے اس کے محبوبوں کو بھی اس کا علم ہوگا اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا وقت ظاہر کر دیا تھا ۔

آپ نے اس مرتبہ پھر کہا ہے کہ اَكَادُ اخْفِيَهَا میں اخفاء مطلق ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ یہ اخفاء بس قیامت تک رہے گا ۔ ارے جب الی یوم القیامتہ کے ساتھ مقید ہوا تو پھر مطلق کہاں رہا ، آپ کو انہی جاہلانہ باتوں سے شرم نہیں آتی ؟ کیا ابھی آپ کو مطلق اور مقید کے معنی بھی معلوم نہیں ؟

علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ کے متعلق آپ نے کہا ہے کہ وہ تیرہویں صدی کے عالم ہیں لہذا معتبر نہیں ۔ آپ نے ابھی شاہ عبد القادر دہلویؒ کا ترجمہ پیش کیا تھا حالانکہ وہ بھی تیرہویں صدی کے ہیں تو اس کے کیا معنی کہ شاہ عبد القادر تو معتبر ہوں اور احمد صاوی معتبر نہ ہوں ، جب آپ شاہ عبد القادر صاحب کے کلام سے استناد کر سکتے ہیں تو میں بھی احمد صاوی سے استدلال کرنے کا حق رکھتا ہوں ، اور آپ صرف یہ کہہ کر نہیں چھوٹ سکتے کہ وہ ہمارے نزدیک معتبر نہیں ۔ لہذا جو عبارت میں ان کی پیش کی ہے اس کا جواب دیجئے ۔ اور ایک اور عبارت انہیں کی سنئے زیر آیت اِلَيْهِ مِرْدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ فرماتے ہیں ۔

المعنى لا يفيد علمه غيره تعالى فلا ينافى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يخرج من الدنيا حتى اطلع على ما كان وما يكون وما هو كائن ومن جملة وقت الساعة ۔

یعنی علم قیامت کے اللہ کے ساتھ خاص ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وقت قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور عطا نہیں کرتا پس یہ اس کے مخالف نہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا اور جو کچھ ہو رہا ہے سب پر حضور کو مطلع فرمایا گیا اور اس میں سے وقت قیامت بھی ہے ۔

دیکھئے ! اس میں کسی صاف تصریح ہے کہ حضور اقدس کو تمام ماکان و مایکون و ماہو کائن کا علم بشمول وقت قیامت اسی حیات دنیا میں عطا فرمادیا گیا تھا۔ پھر علامہ نے یہ بھی بتلادیا کہ یہ عقیدہ ان آیات کے خلاف نہیں جن میں وقت قیامت کے علم کو اللہ عزوجل کے ساتھ خاص بتلایا گیا ہے۔ کیونکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور قیامت کا علم عطا نہیں کر سکتا۔ پس وقت قیامت کے متعلق جو آیتیں آپ نے اب تک پیش کیں یا اسندہ آپ پیش کریں گے ان سب کے لئے میرا یہی جواب کافی ہے۔ واللہ اعلم۔

یہاں تک تو میں نے آپ کی تقریر کا جواب دیا۔ اب میرے دلائل سنئے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔
وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ . یعنی اے محبوب ! ہم نے تم پر کتاب نازل فرمائی جو ہر شے کا روشن بیان ہے۔ (النحل، ۱) (۸۹)

دوسری جگہ اسی کتاب عزیز کے متعلق ارشاد فرمایا مَا فَتَرْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ۚ
یعنی ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھانہ رکھی، ہر چیز کو بیان کر دیا ہے۔ (الزمر، ۲) (۸۸)
ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں ہر چیز کا بیان بلکہ روشن جہان ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جس کا واضح بیان قرآن میں نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کا پورا پورا علم تھا کیونکہ خود اللہ عزوجل نے آپ کو قرآن کی تعلیم دی تھی جیسا کہ سورہ رحمن میں ارشاد ہے الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ پس جب کہ قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے اور حضور اس کے پورے عالم ہیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ بتعلیم الہی حضور کو ہر چیز معلوم ہو۔ مولوی منظور صاحب ! دیکھا آپ نے ؟ قرآن سے اس طرح دعویٰ ثابت کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد ایک حدیث بھی سنئے۔ مشکوٰۃ شریف باب آداب المساجد ص ۶۹۔ پر ہے حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

رَأَيْتُ نَبِيَّ عَزَّ وَجَلَّ فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ قَالَتْ فِيهِ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ
الْأَعْلَى قُلْتُ أَنْتَ أَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيْ فَوَجَدَتْ
بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيْهِ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ . الحديث
یعنی میں نے اپنے رب عزوجل کو نہایت اچھی نگاہ میں دیکھا اس نے پوچھا فرشتے کس بات میں ہوں

بحث کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کی تو یہی جانتے والا ہے۔ فرمایا کہ پھر میرے رب عز وجل نے اپنا دستِ رحمت میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھا تو میں نے اس کے فیض کی ٹھنڈک اپنے شانوں کے درمیان پانی تو جان لیا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

دیکھئے اس حدیثِ پاک سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زمین و آسمان کی تمام چیزوں کا علم کلی محیط حاصل ہے۔ واللہ اعلم۔

میرے پاس حضور اقدس ص کا علم غیب ثابت کرنے کے لئے بجز اللہ سبحانہ کی دلائل موجود ہیں۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح آپ اپنے اور اپنے بڑوں کے کفر و اسلام پر بحث کرنے کے لئے تیار ہو جاتے۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب (بعد حمد و صلوٰۃ) اب تک میرے لائق مخاطب مولوی حسنت علی

صاحب نے جو تقریریں کی تھیں ان میں موضوع سے خارج اور بیکار

باتیں زیادہ ہوتی تھیں خدا کا شکر ہے کہ اس تقریر میں تناسب بدل گیا ہے اور خارجی باتیں نسبت کم رہیں۔ اس ہم غنیمت است۔

تاہم میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ اب مولوی صاحب کی کسی خارجی بات کا جواب نہ دیا جائے اس لئے آخری مرتبہ میں ان سے پھر کتا ہوں کہ یہ وقت علم غیب پر بحث کے لئے مقرر ہے اس میں دوسری بحثیں چھیڑنے کی کوشش کرنا کمزوری اور عاجزی کی دلیل ہے اگر آپ کو فی الحقیقت کسی دوسرے موضوع پر گفتگو کرنا ہے تو بندہ بعون اللہ اس کے لئے بھی ہر طرح تیار ہے آپ جس بحث کے لئے چاہیں اسی وقت مستقل وقت طے کر لیں لیکن غلط بحث کی پالیسی میں آپ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یہ آپ کو میرا آخری انتباہ ہے۔ اس کے بعد میں آپ کی کسی خارجی بات کا جواب دینے کی کوشش نہیں کروں گا۔ ہاں صرف حاضرین کرام سے یہ عرض کروں گا کہ وہ آپ کے اس غلط بحث سے صحیح نتیجہ نکالنے کی کوشش کریں۔ اس کے بعد میں آپ کی تقریر کے جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں سنئے۔

اس مرتبہ پھر آپ نے یہ کہا ہے کہ علم قیامت کی نفی کے متعلق جتنی چیزیں اب تک پیش کی گئیں ان میں بصاحت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ذکر نہیں، حالانکہ میں ابن جریر کی صریح عبارت پیش کر چکا ہوں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صاف طور پر لَا عَلَمَ لِي بِذَلِكَ کا جملہ مذکور ہے اس سے زیادہ تخصیص اور

تصریح اور کیا ہو سکتی ہے ؟ علاوہ ازیں میں آپ سے پوچھتا ہوں اگر کوئی غالی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجسم خدا اور معبود کہنے لگے اور کوئی موحد مسلمان اس کے مقابلہ میں قرآن پاک سے توحید کی دعوت پیش کرے جن میں بتلایا گیا ہے کہ ایک ایسے خدا کے سوا کوئی معبود نہیں تو کیا اس کے جواب میں اس غالی شخص کا یہ کہنا درست ہو گا کہ تم جو آیتیں پیش کرتے ہو ان میں سے کسی میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک مذکور نہیں اور کسی میں بھی صراحتہ یہ نہیں بتلایا گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا اور معبود نہیں ہیں ؟ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے نزدیک بھی اس کا یہ جواب کسی طرح درست نہ ہو گا۔

پس اسی طرح سمجھ لیجئے کہ جب قرآن پکار پکار کر یہ کہتا ہے کہ اِنَّمَا عَلِمَهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَقَتِ قِيَامٍ کا علم بس خدا ہی کو ہے۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کرتا ہے اِنَّمَا عَلِمَهَا عِنْدَ رَبِّیْ کہ میرے رب کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں۔ اور عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ یعنی صرف اسی کو قیامت کا علم ہے تو ان صاف صریح اعلانات کے بعد آپ کا یہ کہنا کہ چونکہ آنیتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی نہیں آیا اور آپ کا نام مبارک لے کر علم ساعۃ کی نفی نہیں کی گئی اس لئے ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کو بھی وقت قیامت کا خاص معلوم نہ تھا، نہایت ہی لغو اور مضحکہ خیز ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ بلا سوچے سمجھے آپ کی زبان سے یہ نکل گیا ہے۔

آپ نے اس مرتبہ میرے دعوے کی تکذیب کرتے ہوئے بڑے زور سے فرمایا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کا مہینہ، تاریخ، دن اور وقت تک معلوم تھا۔ اور اس کے ثبوت میں آپ فرماتے ہیں کہ حدیثوں میں وارد ہے کہ قیامت محرم کے مہینہ میں دسویں تاریخ کو آئے گی، دن جمعہ کا ہو گا اور وقت صبح کا، کاش ! آپ ذرا وہ حدیثیں بھی پیش کر دیتے تو میں کچھ تفصیل سے عرض کرتا۔ اس وقت اجمالاً صرف اتنا بتلاتا ہوں کہ وہ حدیثیں کمزور قسم کی ہیں اور ان کی بنیاد پر یہ تعینات نہیں کئے جاسکتے۔ اور اگر بضر ان کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی میرے مدعا کے خلاف نہیں کیونکہ صرف اتنی چیز سے تعین نہیں ہو جاتی جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ کس سہ کے محرم کے مہینہ میں اور کون سے جمعہ کو آوے گی ؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے لے کر اب تک قریباً ساڑھے تیرہ سو دفعہ محرم کا مہینہ اور

لاکھوں دفعہ جمعہ کا دن اچکا ہے اور معلوم نہیں کہ ختم دنیا تک کتنی مرتبہ چکر اور آئے گا پس جب تک یہ متعین نہ ہو کہ کون سے جمعہ کو اور کون سے محرم کے مہینہ میں قیامت آئے گی اس وقت تک آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا اور یہ تعین آپ کسی ضعیف سے ضعیف بلکہ منکر روایت سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔

اس دفعہ پھر آپ نے اخفاء مطلق اور الی یوم القیامہ کی قید کے متعلق اظہار خیال کیا ہے اور اس کو جاہلانہ بات بتلایا ہے۔ اس کے جواب میں میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہ علی باقی کوئی جاہل نہیں سمجھ سکتا تو وہ اپنی جہالت کا ماتم کرے۔

آپ نے احمد صادی کی ایک عبارت پہلے بھی پیش کی تھی اور اس مرتبہ بھی پیش کی ہے میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ میرے نزدیک علمائے معتبرین میں سے نہیں جن کا قول قابل حجت ہو۔ آپ نے فرمایا ہے کہ شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ بھی تیرہویں صدی کے ہیں۔ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ میں نے شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کا صرف ترجمہ قرآن پیش کیا ہے۔ اگر آپ کے نزدیک ان کا ترجمہ بھی قابل اعتبار نہ ہو تو آپ اس کا اظہار کر دیں میں انشاء اللہ نہیں پیش کروں گا۔

آپ نے اس مرتبہ معارضے کے طور پر دو آیتیں بھی پیش کی ہیں، حالانکہ اس سے پہلے مناظروں میں ان کا صحیح مطلب میں آپ کو بتلا چکا ہوں۔ اب پھر سن لیجئے۔

آپ کی پہلی پیش کردہ آیت وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ کی تفسیر جلالین شریف میں اس طرح کی گئی ہے تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ يُحْتَاجُ إِلَيْهِ مِنَ أَمْرِ الشَّرِيعَةِ یعنی قرآن پاک میں ان تمام چیزوں کا بیان ہے جن کی ضرورت لوگوں کو شریعت کے بارے میں پڑتی ہے۔

اور تفسیر مضاوی میں ہے تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ مِنْ أُمُورِ الدِّينِ۔ اور بعینہ یہی عبارت تفسیر مدارک میں ہے اور اس کے قریب قریب دوسرے مفسرین کرام نے بھی لکھا ہے، غرض عام مفسرین کے نزدیک اس آیت کا مطلب یہی ہے کہ قرآن پاک میں دینی اور شرعی باتوں کا پورا بیان ہے۔ پس اس سے علم کلی پر استدلال کسی طرح درست نہیں۔

اسی طرح جو دوسری آیت آپ نے مَا فَزَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ پیش کی ہے اس کی

تفسیر میں حضرات مفسرین نے یہ تصریح فرمادی ہے کہ یہاں شیئی سے مراد ہر شے مراد ہیں جن کی معرفت ضروری ہوتی ہے۔ چنانچہ امام رازیؒ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں

مَا قَرَرْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ مَخْصُوصًا بِشَيْءٍ
الْأَشْيَاءِ الَّتِي يَجِبُ مَعْرِفَتُهَا۔

یعنی آیت میں جو شیئی کا لفظ ہے اسے عام نہیں رکھا جاسکتا بلکہ اس کا ان اشیاء کے ساتھ خاص کرنا

ضروری ہے جن کی معرفت ضروری اور جن کا علم لازمی ہو، اسی طرح ابی السعود کی تفسیر میں ہے

أَيُّ مَا تَرَكْنَا فِي الْقُرْآنِ شَيْئًا مِنَ الْأَشْيَاءِ الْمَهْمَةِ۔

یعنی ہم نے قرآن میں کوئی چیز بھی ضروریات میں سے نہیں چھوڑی۔

بہر حال حضرات مفسرین کی ان تصریحات کے مطابق اس آیت کا مطلب بھی صرف یہی ہے کہ قرآن

پاک میں تمام وہ چیزیں بیان کر دی گئی ہیں جن کو جاننا لازمی ہے اور ان میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی گئی۔ الغرض

ان دونوں آیتوں سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں سب دینی اور ضروری باتیں بیان کر دی گئی ہیں اور

بے شک اس پر ہمارا ایمان ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ قرآن ان تمام دینی باتوں

کا علم تھا، بلکہ ہمارے نزدیک آپ کو بہت سے ایسے علوم بھی عطا ہوئے تھے جو قرآن پاک میں نہیں ہیں۔ بحضور مہم خود

ارشاد فرماتے ہیں۔ أَلَا إِنَّهُ أَوْتِيَتْ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ یعنی مجھ کو قرآن بھی عطا فرمایا

گیا اور اس جیسے اور علوم بھی۔

بہر حال آپ کی پیش کردہ دونوں آیتوں میں سے کوئی بھی مثبت مدعی نہیں۔

آپ نے اس مرتبہ ایک حدیث بھی پیش کی ہے۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ وہ حدیث مضطرب ہے۔ اور

امام بیہقیؒ نے اس کے تمام طرق کو ضعیف کہا ہے۔ چنانچہ علامہ علی بن محمد خازنؒ نے اسی حدیث پر کلام کرتے ہوئے،

لکھتے ہیں۔

قال البخاری عبد الرحمن بن عائش الحضرمی له حدیث واحد الا انهم

یضطربون فیہ وهو حدیث الرؤیة قال البیہقی وقد روی من طرق

وكلها ضعاف وفي ثبوته نظر - ۵۰

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں اضطراب ہے اور اس کے تمام طرق ضعیف ہیں۔ اور وہ ثابت نہیں۔

علاوہ ازیں اس حدیث میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ ایک کشف شہودی ہے جس کے لئے مشہود چیزوں کا بھی تفصیلی علم لازم نہیں اور اس کو علم غیب کلی سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔

سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ نے اس مسئلہ علم غیب کلی کو ایک واقعہ کے رنگ میں خوب سمجھایا ہے اور فرماتے ہیں کہ

یکے پرسید ازاں گم کردہ فرزند کہ اے روشن دل و پیر خردمند

زمهرش بونے پیرا بن شنیدی چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی

بگفت احوال با برق جہاں است دے پیدا و دیگر دم نہاں است

گچے بر طارم اعلیٰ شینم گچے بر پشت پائے خود بینم

ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ حبیب یوسف علیہ السلام کی قمیص لے کر ان کے بھائی مصر سے کنعان کی طرف

روانہ ہوئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے بیٹھے فرمایا کہ مجھے یوسفؑ کی پاکیزہ بو محسوس ہوتی ہے۔ تو بعض لوگوں نے حضرت یعقوبؑ سے دریافت کیا کہ یہ کیا فلسفہ ہے کہ مصر سے چلے ہوئے کڑے کی خوشبو تو آپ کو محسوس ہو گئی لیکن حبیب یوسفؑ یہیں کنعان کے کنوئیں میں تھے تو آپ کو پتہ نہ چلا ؟ آپ نے جواب دیا کہ ہمارے علم و ادراک کا حال بکلی سا ہے کہ اک دم ظاہر اور اک دم غائب۔

مطلب یہ ہے کہ جب اللہ چاہتا ہے تو ہمیں مصر کی خوشبو یہاں محسوس ہوتی ہے اور جب وہ نہیں چاہتا تو خود اپنی بستی کنعان کے کنوئیں کی چیز بھی نظر نہیں آتی۔

پس زیر بحث حدیث میں جس واقعہ کا ذکر ہے اس کی حقیقت یہی ہے کہ اس خاص عالم میں ایک خاص تجلی ظاہر ہوئی اور اس وقت زمین و آسمان میں جو چیزیں تھیں ان کا علم حضور کو حاصل ہو گیا، لیکن اس علم کے لئے تفصیل ضروری نہیں، بالکل اسی طرح کہ ایک شخص ہر وقت اپنے ہاتھ کو دیکھتا ہے مگر اس کی رگوں کے متعلق تفصیلی معلومات نہیں رکھتا، یا رات کے وقت آسمان کے ستارے دیکھے جاتے ہیں لیکن ان کے صحیح شمار اور ان کے طول و عرض وغیرہ کے متعلق صحیح معلومات نہیں ہوتیں۔

بہر حال یہ حدیث اول تو ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل استناد نہیں، علاوہ ازیں علم غیب کلی تفصیلی محیط

پر اس کی دلالت بھی نہیں۔

یہاں تک آپ کی تقریر کا جواب ہوا۔ اس کے بعد میں اپنے دلائل کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ اور چونکہ اب میرا وقت قریب الختم ہے اس لئے صرف ایک آیت اور پیش کر کے تقریر ختم کرتا ہوں۔ سورہ احزاب میں ارشاد ہے۔

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ

یعنی (اے نبی) لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم بس

اللہ ہی کو ہے ۛ (الاحزاب ۳۳ - ۶۳)

اس آیت کا مضمون بھی بالکل وہی ہے جو اس سے پہلی اعراف والی آیت کا محققا تاہم اس کی مزید تشریح اور اپنے استدلال کی توضیح کے لئے کچھ اور بھی عرض کرنا ہے جو انشاء اللہ آئندہ عرض کروں گا۔

حضرات گرامی! آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی منظور صاحب اپنا اور مولوی حسرت علی صاحب اپنے موکل کا اسلام ثابت کرنے سے کیسے عاجز ہیں کہ میں بار بار مطالبہ

کر رہا ہوں اور اب تک وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اور اس مرتبہ تو انہوں نے صاف اعلان بھی کر دیا کہ اس وقت ہم کوئی اور بحث کرنا ہی نہیں چاہتے، بس علم غیب ہی پر بحث کریں گے۔ بہت اچھا لیجئے ہم بھی علم غیب ہی پر بحث کرتے ہیں۔

آپ نے اب تک علم غیب علم قیامت کے متعلق کئی آیتیں اور حدیثیں پڑھی ہیں جن کے میں حجتات دے چکا ہوں اب ایک آخری اور فیصلہ کی بات کہتا ہوں۔ آپ دس بیس بلکہ دو چار بھی نہیں صرف ایک ہی ایسی آیت یا حدیث پیش کر دیجئے جس میں صراحت یہ مذکور ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے وقت کا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا۔ اب تک جو آیتیں یا حدیثیں آپ نے پیش کی ہیں ان میں سے کسی میں بھی نہ تو تخصیص کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اور نہ صاف طور پر علم عطائی کی نفی ہے۔

آپ نے جو میرے مطالبہ کے جواب میں امام ابن حنبل پر طبری کی عبارت ”لَا عِلْمَ لِي بِذَلِكَ“

پیش کی ہے اس میں بھی علم عطائی کی نفی نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہی ہے کہ مجھ کو اس کا ذاتی علم نہیں۔ اور جو آیات و احادیث بھی علم قیامت کے متعلق آپ نے پیش کی ہیں یا آئندہ پیش کریں گے ان سب میں بھی علم ذاتی

ہی کی نفی ہے۔ میں چیلنج کرتا ہوں، آپ بلکہ دنیا بھر کے وہابی مل کر بھی ایسی ایک آیت یا حدیث نہیں پیش کر سکتے جس میں صاف مذکور ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کا علم عطا بھی نہیں فرمایا گیا تھا۔

آپ نے علامہ صدیقی کے متعلق پھر فرمایا ہے کہ وہ قابل اعتبار نہیں، یہ آپ کی عاجزی کی نہایت روشن دلیل ہے۔ جب جواب نہیں بنا تو کہہ دیا کہ یہ قابل اعتبار ہی نہیں۔ آپ بن مفسرین کی عبارتیں پیش کرتے ہیں، میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ وہ قابل اعتبار نہیں۔ میں نے آیت کریمہ تبیاناً لكل شیء اور ما فرطنا فی الكتاب من شیء پیش کی تھیں، آپ کہتے ہیں کہ ان آیتوں میں شیء سے صرف دینی اور ضروری باتیں مراد ہیں۔ اور آپ نے بعض تفسیروں کی عبارتیں بھی پیش کی ہیں کل شیء کی تفسیر میں يتعلق بامور الدین اور اس معنی میں دوسرے الفاظ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ دنیا کی اور آخرت کی کون سی چیز ہے جس کا تعلق دین سے نہیں۔ کم سے کم یہ کہ کائنات کی ہر چیز اپنے خالق جل و علا کا پتہ دیتی ہے اور اس کے وجود وحدانیت پر دلالت کرتی ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ
تَذَلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدٌ

دوسرا فارسی شاعر کہتا ہے۔

ہر گیاہے کہ از زیرے روید
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ گوید

تو دنیا کی ہر چیز، زمین کے تمام ذرے، درختوں کے پتے، آسمان کے تارے، سمندر کے قطرے، عرض ساری چیزیں خدا کی معرفت کا سبق دیتی ہیں۔ تو اس لئے تمام ہی چیزوں کا تعلق دین سے ہوا اور آپ تسلیم کرتے ہیں کہ جن چیزوں کا تعلق دین سے ہوا ان سب کا روشن بیان قرآن پاک میں موجود ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہر چیز کا مفصل بیان قرآن میں موجود ہے۔

اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن پاک کے عالم بلکہ معلم ہیں تو آپ کو چیزوں کا تفصیلی علم ہونا بھی آپ کے اقرار سے ثابت ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

میں نے مشکوٰۃ شریف سے جو حدیث پیش کی تھی اس کے متعلق آپ کے کہا کہ تفسیر خازن میں اس کی بابت لکھا ہے کہ روی بطریق عیدۃ کلمہ ضعیف مگر آپ کو بھی خبر نہیں یا جان بوجھ کر آپ اس بات سے غافل بن رہے ہیں کہ باب فضائل میں ضعیف حدیثیں بھی مقبول ہیں اور یہ مجھے علم غیب فضائل ہی کا تو ایک مسئلہ ہے اور ہم اس کے ذریعہ سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ایک فضیلت ہی تو ثابت کرنا چاہتے ہیں لہذا اس کے لئے ضعیف حدیث بھی کافی ہے۔ پھر کیا آپ کو اصول حدیث کا یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ اگر کوئی حدیث چند ضعیف طریقوں سے مروی ہو تو اس تعدد طرق کی وجہ سے وہ صحیح لغیرہ یا حسن کے درجے کو پہنچ جاتی ہے تو گویا علامہ خازن نے یہ جملہ لکھ کر بتا دیا کہ یہ حدیث کم سے کم حسن کے درجے کی ہے مگر افسوس ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کی دشمنی کی وجہ سے آپ کی سمجھ میں یہ باتیں نہیں آتیں۔

دوسری بات آپ نے اس حدیث کے متعلق یہ کہی ہے کہ اس سے علم تفصیلی ثابت نہیں ہوتا بلکہ صرف صرف علم اجمالی مفہوم ہوتا ہے جیسے آسمان پر نظر ڈالنے والوں کو ستاروں کا اور مائع دیکھنے والوں کو ہاتھ کی رگوں وغیرہ کا اجمالی علم ہوتا ہے۔

یہ آپ کا صرف اختراع ہے حدیث کی مراد کے متعلق حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ میں فرماتے ہیں۔

” عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطہ آل “ یعنی اس فرمان (فَعَلِمْتُ

مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ) سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ حضور

کو تمام جزوی و کلی علوم حاصل ہو گئے اور حضور نے ان سب کا احاطہ فرمایا۔

کہتے کیا اس کے بعد بھی یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ اس سے علم تفصیلی ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے بعد میں ایک

آیت اور ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔ قرآن پاک ارشاد ہے۔

مَا كَانَتْ حَدِيثًا يَفْتَرِي وَلَكِنْ تَصْدِيقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ

وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ - یعنی یہ کتاب (قرآن) کوئی گھڑی ہوئی چیز نہیں بلکہ

اگلی کتابوں کی تصدیق اور ہر چیز کی تفصیل ہے۔ (سورۃ الرعد آخری آیت)

اس آیت سے بھی صاف معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور حجب حضور کو اس کا پورا علم ہے تو بے شک حضور کو ہر چیز کا تفصیلی علم ہوگا اور یہی ہمارا دعویٰ ہے۔

اس کے بعد حدیث سنئے ! مواہب لدنیہ میں خطیب قسطلانی نقل ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان الله رفع لي الدنيا فانا انظر اليها والح ما هو كائن فيهما
الح يوم القيامة كانما انظر الى كفى هذه۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو اٹھا کر سامنے کر دیا پس میں دیکھتا ہوں اس کو اور ان باتوں کو جو اس میں ہونے والی ہیں قیامت تک جس طرح کہ دیکھتا ہوں میں اپنے اس ہاتھ کو دیکھتے ! اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ساری دنیا حضور اقدس علیہ السلام کے سامنے مثل کف دست پیش کر دی گئی اور آپ نے اس کو اور اس ساری کائنات کو ملاحظہ فرمایا۔ اس سے بڑھ کر حضور کے علم غیب کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے ؟

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد حمد و صلوة) میرے مخاطب مولوی حسنت علی صاحب

نے بہت کوشش کی اور بہت ہاتھ پیر مارے کہ کسی

طرح مبحث علم غیب سے ان کا چھٹکارا ہو جائے لیکن وہ اتنی سخت گرفت میں تھے کہ کامیاب نہ ہو سکے اور چار دن بچا ان کو وہ پیالہ منہ سے لگانا پڑا جس کے لئے وہ کسی طرح تیار نہ تھے

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور پھر بیان گب دہل کتا ہوں کہ اگر فی الحقیقت مولوی حسنت علی صاحب علم غیب کے علاوہ کسی دوسرے موضوع پر بحث کرنا چاہتے ہیں تو وہ اسی وقت اس کے لئے مستقل وقت طے کر سکتے ہیں، لیکن مجھے یقین ہے کہ ان کے یہ بلند بانگ دعوے صرف غلط مبحث کے لئے تھے جس میں ناکام رہے اور اس قسم کی فریبہ چالوں کے انجام میں ناکامی ہی ہوتی ہے۔ اس کے بعد میں آپ کی ان نئی دلیلوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو آپ نے اسی تقریر میں پیش کی ہیں۔

آپ نے جو آیت کریمہ اس مرتبہ پیش کی ہے اس کے آخری لفظ کل مشیء کی تفسیر میں علامہ سیوطیؒ

جلالین شریف میں لکھتے ہیں۔

کل شیئ یحتاج الیہ فی الدین - یعنی قرآن پاک میں ہر شے کی تفصیل ہے کہ

دین کے بارہ ہیں جس کی احتیاج ہو۔

اور علامہ نسفی رحمہ اللہ نے مدارک التنزیل میں - اور امام رازی نے تفسیر کبیر میں اور دیگر مفسرین نے بھی اس کی تفسیر میں قریب قریب یہی لکھا ہے۔ بہر حال اس آیت کا مطلب بھی وہی ہے جو آپ کی پہلی پیش کردہ باتوں کا حضرات مفسرین نے لکھا ہے۔ اور اس بنا پر ان تمام آیات سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں دین کی ضروری باتوں کا روشن بیان ہے نہ یہ کہ اس میں ہر زمانہ کی مردم شماری، تمام چھوٹے بڑے انسانوں، کافروں، اور مسلمانوں بلکہ تمام حیوانوں، چرندوں، پرندوں حتیٰ کہ دریا کی مچھلیوں، مینڈگوں اور زمین کے کیڑے مکوڑوں کی تفصیلی تعداد اور ان کے مکمل حالات بھی درج ہیں کہ وہ کیا کھاتے پیتے ہیں؟ کتنی دفعہ پیشاب اور کتنی مرتبہ پاخانہ کرتے ہیں؟ بہر حال حسب تصریحات مفسرین ان تمام آیات میں کل شیئ سے وہی چیزیں مراد ہیں جن سے دین کا کوئی تعلق ہو اور جن کی معرفت دینی حیثیت سے ضروری ہو۔

آپ نے پچھلی تقریر میں فرمایا تھا کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی ہے نہیں جس کا تعلق دین سے نہ ہو۔

مجھے حیرت ہے کہ آیا آپ دین کے تعلق کے معنی ہی نہیں سمجھے یا دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ اگر

آپ کی یہ بات مان لی جائے تو حضرات مفسرین کو اس قید لگانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ کل شیئ کے ساتھ

یتعلق بامور الدین اور یحتاج الیہ فی امر الشریعۃ اور اس قسم کی جو اور قیود مفسرین نے

لگائی ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بعض چیزیں دنیا میں وہ ہیں جن کا تعلق دین سے نہیں ہے اور بعض وہ ہیں جن

کا تعلق دین سے ہے اور ان کی معرفت دینی حیثیت سے ضروری ہے اور انہی کا قرآن پاک میں بیان ہے۔ ورنہ میں آپ

سے پوچھتا ہوں کہ کیا آسمان کے ستاروں، اور زمین کے دروں کی تعداد معلوم کرنا بھی دینی حیثیت سے ضروری ہے؟

اور کیا زمین کے کیڑے مکوڑوں کی نقل و حرکت اور ان کے پاخانہ، پیشاب کے حالات کی معرفت کو بھی دین سے کوئی خاص

تعلق ہے؟ اور کیا ایمان داری کے ساتھ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام باتیں قرآن مجید میں لکھی ہوئی ہیں؟ بلکہ میں تو سمجھتا

کہ آپ کا ضمیر بھی اس کے خلاف ہوگا۔

اس کے بعد گزارش ہے کہ خدا کے واسطے قرآن پاک کے معاملہ میں ایسی بیجا جرات نہ کیجئے، یہاں غیر مسلم بھی موجود ہیں وہ آپ کی باتوں کو کھینچ کر کیا رائے قائم کریں گے۔

آپ نے اس مرتبہ مواہب لدنیہ کے حوالہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی جو روایت پیش کی ہے اس کے متعلق پہلی گزارش تو یہ ہے کہ وہ حدیث طبقہ راجحہ کی ہے اور اصول حدیث میں یہ طے ہو چکا ہے کہ جس حدیث کو صرف طبقہ راجحہ یا اس کے بعد والے محدثین روایت کریں وہ قابل استناد نہیں تا وقتیکہ کسی ناقد بصیر محدث سے اس کی تصحیح مقبول نہ ہو اور آپ کسی محدث سے اس کی تصحیح ثابت نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس کے برعکس میں آپ کو بتانا ہوں کہ محدثین نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ چنانچہ حافظ علی متقی "کترالعمال جلد ششم ص ۹۵" پر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "سندہ ضعیف"، یعنی اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

علاوہ ازیں اس حدیث سے بھی جمیع اشیاء کا علم تفصیلی محیط ثابت نہیں ہوتا بلکہ ایک اجمالی مشاہدہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ خود اسی حدیث میں اس مشاہدہ کی مثال تفصیلی کے مشاہدہ سے دی گئی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص اپنی تفصیلی کو دیکھتا ہے تو تفصیلاً اس کے رگ دریشہ کا علم عام طور پر نہیں ہوتا، آپ نے ہزار بار اپنے ہاتھ کو دیکھا ہوگا مگر میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ نہیں بتلا سکتے کہ آپ کے ہاتھ میں کتنی رگیں ہیں۔ خیر بحث تو معنوی ہے اور بعد کی ہے۔ اصل جواب میرا یہی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے لہذا قابل استناد ہے نہیں۔

آپ نے ابھی یہ بھی فرمایا ہے کہ چونکہ مسئلہ علم غیب باب فضائل کا ایک مسئلہ ہے اس لئے اس میں ضعیف حدیثوں سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔ فی الحقیقت یہ غلطی آپ ہی کی نہیں بلکہ آپ کی جماعت کے استاذ العلماء مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے بھی اپنے رسالہ "الکلمۃ العلیا" میں یہی لکھا ہے۔ حالانکہ یہ علمی اصطلاحوں سے جہالت کا افسوسناک مظاہرہ ہے۔ آپ لوگ شاید یہ سمجھے ہوتے ہیں کہ فضیلت خواہ کسی قسم کی اور کسی درجہ میں ثابت کی جائے اس کے لئے ضعیف حدیث بھی کافی ہے۔ حالانکہ اصول یہ ہے کہ فضیلت اگر فضیلت ہی کے درجے میں ثابت کی جائے اور اس کو عقیدہ نہ بنایا جائے تو اس کے لئے ضعیف حدیث کافی ہے۔ اور علم غیب کا مسئلہ آپ کے نزدیک عقیدہ کا درجہ اختیار کر چکا ہے۔ لہذا اب وہ باب عقائد کا مسئلہ ہے نہ باب فضائل کا۔

میں نے آپ کی پیش کردہ پہلی حدیث کے متعلق تفسیر خازن کے حوالہ سے امام بیہقیؒ کی عبارت پیش کی تھی

قد روی بطرق عديدة كلها ضعاف وفي ثبوته نظر۔ اس کے جواب میں آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس عبارت کا مشابہت ہے کہ تعدد طرق کی وجہ سے یہ حدیث صحیح لغیرہ اور حسن کے درجہ کو پہنچ گئی ہے۔ لہذا قابل احتجاج ہے۔ بسندہ خدا کچھ تو سوچ سمجھ کر کہا کرو۔ امام بیہقیؒ کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ وفی ثبوته نظر کہ تعدد طرق کے باوجود اس حدیث کے ثبوت میں کلام ہے۔ گویا امام ممدوح کے نزدیک اس حدیث کے طریقوں میں جو ضعف ہے وہ اس درجہ کا ہے کہ تعدد طرق سے بھی اس کی تلافی نہیں ہوتی اور اس لئے وہ لائق احتجاج نہیں۔

پھر اس حدیث کے متعلق میں تفصیل بتلا چکا ہوں کہ اس سے علم محیط تفصیلی ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے جواب میں آپ نے حضرت شیخ عبدالحی محدث دہلویؒ کی جو عبارت اشعة اللمعات سے پیش کی ہے اس میں بھی استفراق حقیقی مراد نہیں ہے اور اس کا قرینہ وہی اشعة اللمعات کی وہ عبارت ہے جو میں حدیث جبریل کی شرح کے ذیل میں اپنی پھلی بعض تقریروں میں پیش کر چکا ہوں۔ وہاں شیخؒ نے علم قیامت کے متعلق صاف الفاظ میں لکھا ہے ”کہ دے تعالیٰ پہنچ کس را از ملائکہ در سل برآں اطلاع نہ دادہ“ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور رسولوں میں سے کسی کو وقت قیامت کی اطلاع نہیں دی ہے۔

اس کے علاوہ بھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی میرے پاس ایسی عبارات موجود ہیں جن میں بعض چیزوں کے متعلق صراحتہ حضرت شیخؒ نے لکھا ہے کہ ان کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہیں ہوا اور آپ پر یہ چیزیں مبہم رہیں۔ بہر حال حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اس قسم کی تصریحات اس بات کا زبردست قرینہ ہیں کہ آپ کی پیش کردہ عبارت میں استفراق حقیقی مراد نہیں بلکہ استفراق عرفی مراد ہے (جیسا کہ مصنفین کی عبارتوں میں بکثرت ہوتا ہے) تو اس بنا پر شیخؒ کی اس عبارت کا مطلب صرف یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام وہ جزئی و کلی علوم حاصل ہو گئے تھے جو حق تعالیٰ کے نزدیک آپ کی شان کے مناسب تھے، یا دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ آپ کو بہت سے جزئی و کلی علوم حاصل ہو گئے تھے اور اس سے کسی کو انکار نہیں۔

یہاں تک تو آپ کے پیش کردہ معارضات پر کلام تھا۔ اس کے بعد میں اپنے دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے اپنی پھلی تقریر میں سورۃ احزاب کی آیت یَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ

پیش کی تھی اور وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے اس کے متعلق کچھ اور عرض نہیں کر سکا تھا۔ اب اس کی تفسیر میں حضرات مفسرین کرام کے اقوال پیش کرتا ہوں۔

عمدة المفسرین حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں۔
 يقول تعالى مخبر الرسول صلوات الله وسلامه عليه انه لا يعلم له
 بالساعة وان سأل الناس عن ذلك وأرشد ان يرد علمها الى
 الله عز وجل كما قال تعالى في سورة الاعراف وهي مكة وهذه
 مدنية فاستمر الحال في رد علمها الى الذي يقيمها۔

یعنی اس آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے رسول صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو بتلایا ہے کہ آپ کو وقت قیامت کا علم نہیں ہے اگرچہ لوگ پوچھا کریں اور آپ کو ہدایت کی ہے کہ اس کے علم کو خدا ہی کے سپرد کریں جیسا کہ سورۃ اعراف والی آیت میں بھی حکم دیا ہے، جس کو میں پہلے پیش کر چکا ہوں، اور وہ آیت مکی ہے اور یہ مدنی۔ پس علم قیامت کو خدا ہی کے حوالہ کرنا مستمر رہا۔

دیکھئے اس عبارت میں مفسر علیہ الرحمۃ نے آیت کا مطلب صاف یہی بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو وقت قیامت کا علم نہیں تھا اور پھر یہ بھی تصریح کر دی کہ حضور کی حیات طیبہ میں یہی حال دائم و مستمر رہا۔
 اور علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے لفظ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔
 یعنی ان الله تعالى قد استأثر به ولم يطلع عليه نبيا ولا ملكا۔

(خازن، ج ۵، ص ۲۲۸)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی لئے وقت قیامت کے علم کو خاص کر لیا اور کسی نبی اور فرشتے کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی ہے۔

اور امام بغویؒ تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کے لفظ وما یدریک کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔
 ای انت لا تعرفه (معالم ص ۲۲۸) یعنی اے رسول! تم اس کو (یعنی وقت قیامت کو) نہیں جانتے۔
 علیٰ ہذا تفسیر جلالین میں بھی اسی لفظ وما یدریک کی تفسیر میں لکھا ہے ای انت لا تعلمها،

یعنی مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس کا علم نہیں۔

کیا ان تصریحات کے بعد بھی آپ کو یہ کہنے کی گنجائش رہتی ہے کہ آیات و احادیث اور عبارات مفسرین میں خاص حضور کا ذکر کہیں نہیں ہے یا ہے تو صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے؟ معاذ اللہ لا حول ولا قوة الا باللہ۔

اچھا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کلمہ توحید لا الہ الا اللہ سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مجبوری نہ ہونا بھی آپ کے نزدیک ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ حالانکہ اس میں بھی حضور کا اسم مبارک صریحاً مذکور نہیں ہے۔

اور پھر آپ کی طرح ایک ہٹ دھرم جو حضور کو معبود باذن اللہ مانے، یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اس میں صرف ذاتی الوہی کی نفی ہے نہ کہ عطائی کی اور میں حضور کو بالذات معبود نہیں مانتا، بلکہ یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قابل عبادت بنا دیا ہے۔ گویا آپ معبود بالعطاء ہیں۔ فرمائیے کہ آپ اس ہٹ دھرم کا منہ کس طرح بند کریں گے؟

اس کے بعد میں اپنے جدید دلائل پیش کرتا ہوں۔ چوتھی آیت سنئے! سورۃ ملک میں ارشاد ہے۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۖ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ

اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۲۱﴾

یعنی، اور یہ لوگ کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ (یعنی قیامت) اگر تم سچے ہو، اے رسول! آپ کہہ

دیجئے کہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے اور میں تو بس صاف صاف ڈرسانے والا ہوں۔“

اس کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ای لا یعلم وقت ذلک علی التعیین

الا اللہ یعنی قیامت کے وقت کو تعین کے ساتھ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اور علامہ ابوالسعود رحمہ اللہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ای العلم بوقت مجیء الساعة

عندہ عز وجل لا یطلع علیہ غیرہ یعنی قیامت کے آنے کے وقت خاص کا علم بس اللہ عز وجل

ہی کو ہے اس کے سوا کسی کو اس کی اطلاع نہیں۔

پانچویں آیت سنئے! سورۃ انبیاء میں ارشاد ہے۔ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ أَذَنْتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ وَإِنْ

أَدْرِي أَمِ آقْرَبُ أَمْ بَعِيدٌ مَّا تُوعَدُونَ ۖ یعنی اگر یہ لوگ نہ مانیں تو اے رسول! آپ ان سے

فرمادیں کہ تم کو خبردار کرتا ہوں مساوات پر، میں نہیں جانتا کہ آیا قریب ہے یا دور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے

علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے اے آدمی! ادھر ہی متی یوم القیامۃ لان اللہ تعالیٰ لم یطلعنی علیہ، مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کا دن کب ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر مطلع نہیں کیا۔

افسوس ہے کہ وقت میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے میں ہر آیت کی تشریح میں ایک سو دو ہی تفسیری عبارت پیش کر رہا ہوں ورنہ قریب قریب تمام ہی معتبر تفاسیر میں ان آیات کی بھی تفسیر کی گئی ہے۔ کیا یہ تمام عظیم عظام آپ برابر بھی قرآن کا مطلب نہیں سمجھتے؟ یا معاذ اللہ! یہ سب بزرگان امت بھی آپ کے نزدیک وہابی اور دشمن رسول تھے؟

مولوی حسرت علی صاحب سنی بھائیو! آپ نے دیکھ لیا۔ میں نے مولوی منظور صاحب سے کہا تھا کہ آپ علم قیامت پر اتنا زور لگا رہے ہیں، زیادہ نہیں ایک

آیت یا حدیث ایسی پیش کر دیجئے جس میں صراحۃً حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لے کر یہ بتلایا گیا ہو کہ آپ کو قیامت کا علم عطا ہے خداوندی بھی نہیں تھا۔ مولوی صاحب نے آپ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے کئی آیتیں پڑھیں اور کئی ایک تفسیری عبارتیں بھی پیش کیں، لیکن ان میں سے کسی میں بھی یہ صراحت حضور آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان سب میں صرف علم قیامت کا حصر حق تعالیٰ کی ذات عالی میں بیان کیا گیا ہے اور وہ صرف علم ذاتی ہی ہو سکتا ہے کیونکہ علم عطائی اس کی جناب میں محال ہے۔

الغرض جو آیتیں آپ نے اب تک علم قیامت کے متعلق پیش کیں یا آئندہ آپ پیش کریں گے ان سب میں وقت قیامت کے علم ذاتی ہی کا اختصاص حق تعالیٰ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم اللہ کے بتلانے سے بھی نہ ہو۔

حضرت علامہ اسماعیل حقّی آقندی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان شریف جلد سوم کے صفحہ ۲۹۳ میں فرماتے ہیں۔

قَدْ ذَهَبَ بَعْضُ الْمَشَايِخِ إِلَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْرِفُ وَقْتَ السَّاعَةِ بِأَعْلَامِ اللَّهِ تَعَالَى وَهُوَ لَا يُنَافِي الْحَصْرَ فِي الْآيَةِ

کَمَا لَا يَخْفَى .

یعنی بعض مشائخ کرام اس طرف گئے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے قیامت کے وقت کو جانتے تھے اور قرآنی آیات میں علم قیامت کا جو حصہ حق تعالیٰ کی ذات میں کیا گیا ہے یہ اس کے منافی نہیں ہے ۔

دیکھئے ! علامہ حق رحمۃ اللہ علیہ نے کیسی صاف تصریح فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بے غلطی اور ندی وقت قیامت کا علم ماننا آیاتِ حاضر کے خلاف نہیں اور یہ اسی واسطے ہے کہ آیاتِ حاضر میں علمِ مستقلی مراد ہے ۔ علمِ عطائی سے وہ آیات بالکل ساکت ہیں ۔ لیکن یہ آپ کی پیش کردہ تمام آیات کا جواب ہو گیا ۔ میں اس کے بعد اپنے دلائل کی طرف توجہ کرتا ہوں ۔ میں نے تین آیتیں اب تک پیش کی تھیں جن میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ قرآن پاک میں تمام اشیاء کا بیان ہے ” سب چیزوں کی تفصیل ہے “ اور اس میں کوئی بات نہیں چھوڑی گئی ہے ۔ ان آیتوں کے جواب میں مولوی منظور صاحب کہتے ہیں کہ ” کل شیء “ سے صرف وہ چیزیں مراد ہیں جو دین سے متعلق ہوں ۔ میں کہتا ہوں کہ اول تو یہ تخصیص بے دلیل ہے قرآن پاک میں ” کل شیء “ کے ساتھ کوئی قید نہیں لگائی گئی ۔ پھر آپ پیوند لگانے والے کون ہوتے ہیں ۔ دیکھئے قرآن مجید میں دوسری جگہ ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ + ایک اور جگہ ہے وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ تو کیا یہاں بھی آپ ” کل شیء “ کی تخصیص کریں گے ؟ اور یہاں یہ بھی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں پر نہیں بلکہ فلاں قسم کی خاص خاص چیزوں پر قادر ہے ، اور اس کو تمام باتوں کا نہیں بلکہ فلاں فلاں خاص قسم کی باتوں کا علم ہے ۔ الغرض میرا پہلا جواب تو یہ ہے کہ آپ کی یہ تخصیص بے دلیل ہے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں کہہ چکا ہوں کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا دین سے تعلق نہ ہو ۔

میں نے اپنی پہلی تقریر میں مشکوٰۃ شریف سے جو حدیث پیش کی تھی اس کے متعلق آپ نے اس مرتبہ پھر یہ کہا ہے کہ اس حدیث کے تمام طریقے ضعیف ہیں حالانکہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ جو حدیث چند طریقوں سے مروی ہو وہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے لہذا وہ قابلِ حجت ہے ۔ دوسری بات آپ نے یہ کہی تھی کہ اس سے صرف علمِ اجمالی ثابت ہوتا ہے ۔ میں کہہ چکا ہوں کہ یہ بالکل غلط ہے ۔ حضرت شیخ محقق محدث دہلوی رحمہ فرماتے ہیں کہ ” عبارت است

از حصول تمام علم کلی و جزوی و احاطہ اُس : شیخ تو کہتے ہیں کہ تمام علوم جزوی و کلی حضورؐ کو حاصل ہو گئے اور آپؐ نے ان کا احاطہ فرمایا اور تم کہتے ہو کہ حضورؐ کو صرف اجمالی علم حاصل ہوا تھا ۔

میں نے دوسری حدیث مواہب لدنیہ سے پیش کی تھی ۔ آپؐ کہتے ہیں کہ یہ حدیث طبقہ ثالثہ یا رابعہ کی ہے اور جب تک کہ کوئی محدث اس کی تصحیح نہ کرے وہ قابل حجت نہیں ۔

ارے مولوی صاحب ! آپ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جب علامہ قسطلانی محدث نے اپنی کتاب میں اس کو نقل کر دیا تو گویا اس کو صحیح مان لیا کیونکہ اگر وہ اس کو صحیح نہ سمجھتے تو اپنی کتاب میں نقل ہی کیوں کرتے ۔ الغرض اس حدیث کا مواہب لدنیہ میں منقول ہونا خود اس کی دلیل ہے کہ اس کے محدث مصنف نے اس حدیث کو صحیح مانا ۔ لہذا وہ قابل حجت ہے ۔

یہاں تک آپؐ کی تقریر کا جواب ہوا ۔ اب میری نئی دلیلیں سنئے ! قرآن پاک میں ارشاد ہے ۔
وَكُلُّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا یعنی ہم نے ہر چیز کو قرآن پاک میں پوری پوری تفصیل سے بیان کر دیا ہے اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں ہر چیز کی تفصیل ہے ۔ اور جب حضورؐ قرآن پاک کے عالم بلکہ معلم ہیں تو حضورؐ کو تمام چیزوں کا تفصیلی علم ہو گا اور یہی ہمارا دعوئے ہے ۔

اس کے بعد ایک حدیث بھی سنئے ! بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذَلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَ بِهِ حِفْظُهُ مِنْ حِفْظِهِ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ ۔

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ہم میں کھڑے ہوئے تو کوئی چیز آپؐ نے ایسی نہیں چھوڑی جو قیامت تک ہونے والی تھی مگر یہ کہ آپؐ نے اس کو بیان فرمادیا جس نے یاد رکھا اسے یاد رہا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا ۔

دیکھتے اس میں صاف تصریح ہے کہ قیامت تک ہونے والی ساری چیزیں آپؐ نے بیان فرمادیں اور ان میں سے کوئی بات بھی آپؐ نے نہیں چھوڑی ۔ کیا ان آیتوں اور حدیثوں پر آپؐ کا ایمان نہیں ہے ؟ کیا دیوبند کے مدرسہ میں یہ حدیثیں

نہیں پڑھائی جاتیں ؟

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد حمد و صلوة) میں نے کہ چکا ہوں کہ اپنے مخاطب

صاحب کی کسی فضول اور خارج از بحث بات کا جواب

نہیں دوں گا اس لئے ان کی لغو تعلیموں اور ناروا طعنہ زنیوں سے اعراض کرتے ہوئے اصل بحث کی طرف متوجہ

ہوتا ہوں۔

میرے دلائل کے معارضہ میں جو آیتیں اور حدیثیں مولوی صاحب نے اپنی پہلی تقریروں میں پیش کی تھیں میں نے کچھ
ان سب کے جوابات دے چکا ہوں۔ اور اس کے جواب الجواب میں جو کچھ بعد میں کہا گیا ہے اس کی حقیقت انشاء اللہ بھی
عرض کر دوں گا۔ پہلے ان کی ان نئی دلیلوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو انہوں نے اپنی اس تقریر میں پیش کی ہیں۔

آیت کریمہ **كُلُّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيْلًا** کے متعلق میرا پہلا مختصر جواب یہی ہے کہ یہاں بھی ”کل شی“
سے صرف وہی چیزیں مراد ہیں جن کی معرفت ہمارے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں اس کی تفسیر اس طرح کی گئی
ہے **وَكُلُّ شَيْءٍ يُحْتَاجُ اِلَيْهِ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيْلًا** (جلالین، ص ۲۲۹) یعنی مطلب آیت کا یہ ہے
کہ ہم نے ہر ضروری چیز کی تفصیل کر دی ہے۔

اسی طرح امام رازی علیہ الرحمۃ نے تفسیر کبیر میں اس موقف پر لکھا ہے **وَكُلُّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيْلًا**
ای کل شیء بکمالیہ حاجۃ الخ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۷۷) یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل
کر دی جن کی تم کو ضرورت ہے۔

یہاں بقصد اختصار صرف دو تفسیروں کی عبارتیں میں نے پیش کی ہیں ورنہ دیگر حضرات مفسرین نے بھی ایسا ہی
لکھا ہے۔

الغرض حسب تصریحات مفسرین اس آیت کا مطلب بھی یہی ہے کہ جن باتوں کا معلوم ہونا ضروری تھا وہ قرآن
مجید میں تفصیل سے بیان کر دی گئیں نہ کہ اس میں ساری کائنات ارضی و سماوی کے تمام احوال و کیفیات کی تفصیل کی گئی
ہے اور حشرات الارض (زمین کے کیڑے مکوڑوں) دریا کی مچھلیوں اور مینڈکوں، جنوں اور مجبوروں کی سوانح عمریاں بھی اس
میں درج ہیں۔ (نعمو باللہ)

آپ نے اس تقریر میں فرمایا ہے کہ ”کل شیء“ کی یہ تخصیص بے دلیل ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ اعتراض آپ کا مجھ پر ہے یا ان ائمہ مفسرین پر جنہوں نے یہ تفسیر کی ہے (اور یہ تخصیص کی ہے) آپ نے اس سلسلہ میں بطور نظیر کے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ کہہ چکی ہیں کیا ہے حالانکہ اس کی صحیح تفسیر قرآن مجید کی وہ آیتیں ہیں جن میں خدا کی دوسری کتاب ”تورات“ کے متعلق قریب قریب یہی الفاظ آئے ہیں۔ چنانچہ سورۃ النعام میں ہے

ثُمَّ اتَيْنَا مُوسٰى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلٰى الَّذِیْ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اٰیۃ ۱۳۵ اور دوسرا جگہ ارشاد ہے وَكَتَبْنٰلَهٗ فِی الْاَنْوَاجِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (الاعراف : ۱۳۵)

ان دونوں آیتوں میں تورات مقدس کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے کہ اس میں ہر چیز کی تفصیل کی گئی ہے۔ اور بعینہ یہی الفاظ قرآن مجید خود اپنے متعلق کہتا ہے۔ اب اگر آپ کے نزدیک ”کل شیء“ میں کوئی تخصیص نہیں کی جاسکتی تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ تورات و قرآن دونوں میں صغیر و کبیر، عظیم و حقیر، ارضی و سماوی، دینی و دنیوی ہر چیز کا پورا پورا مفصل بیان ہو۔ اور اس صورت میں لازم آئے گا قرآن کے علوم تورات کے برابر ہوں اور اس میں کوئی بات بھی تورات سے زیادہ نہ ہو۔

فرمائیے ! کیا آپ کا یہی خیال ہے۔ اور اگر آپ کا عقیدہ یہ نہیں ہے تو مہربانی کر کے بتلائیے کہ تورات کے متعلق جو آیتیں میں نے پیش کی ہیں ان میں لفظ ”کل شیء“ سے کیا مراد ہے ؟

آپ نے اس مرتبہ پھر یہ مہمل بات کہی ہے کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا تعلق دین سے نہ ہو۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں میرے در آپ کے سر کے بالوں کا تعداد کو دین سے کیا تعلق ہے ؟ اسی طرح اس بات کا معلوم کرنا کہ آج کتنی کھیاں پیدا ہوئیں اور کتنی مریں۔ کتنے مچھر مرے اور کتنے پیدا ہوئے، آج ان معلومات کا دین سے کیا تعلق ہے ؟ اور آپ کے نزدیک یہ قرآن پاک کے کس پارے کی کون سی آیت میں لکھا ہوا ہے ؟

یہاں تک آپ کی پیش کردہ آیات کے متعلق بحث تھی۔ اب احادیث کے متعلق سنئے۔

آپ نے پہلی حدیث جو مشکوٰۃ شریف سے پیش کی تھی۔ اس کے متعلق میں نے کہا تھا کہ چونکہ اس کے تمام طرق ضعیف

ہیں اور اس کے ثبوت میں محدثین کو کلام ہے اس لئے وہ قابل استدلال نہیں۔ اس کے جواب میں آپ نے جو کچھ کہا ہے اس کا جواب الجواب میں اپنی پہلی تقریر میں دے چکا ہوں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ علیٰ غرہ آپ نے اسی حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارت پیش کی ہے اس کا مطلب بھی خود حضرت شیخ رحمہ اللہ ہی کے تصریحات کی روشنی میں پہلے بیان کر چکا ہوں جس کے جواب میں آپ کچھ نہیں کہہ سکے۔

دوسری حدیث جو آپ نے مواہب لدنیہ سے پیش کی تھی اس کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ جس طبقہ کے محدثین نے اس کو روایت کیا ہے صرف اس کی روایت کردہ احادیث اس وقت تک لائق استدلال نہیں جب تک کہ کوئی ناقد ان کی تصحیح نہ کرے۔ اس کے جواب میں آپ نے بڑے زور سے فرمایا ہے کہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے جب اپنی کتاب مواہب لدنیہ میں نقل کر دیا تو بس اس کی تصحیح ہو گئی۔

مجھے افسوس ہے کہ فن کی نفاذ کیفیت کی وجہ سے آپ کیسی مہل اور مضحکہ خیز باتیں کہہ دیتے ہیں۔ میرے مہربان! مواہب لدنیہ ان کتابوں میں سے نہیں ہے جن میں صرف احادیث صحیحہ کی نقل کا التزام کیا گیا ہے، نہ اس کے مصنف نے اس کا دعویٰ کیا ہے۔ پس اس میں کسی حدیث کا درج ہو جانا کسی طرح اس کی ضمانت نہیں کہ وہ صحیح ہی ہو، یہ نشان تو صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ صحاح کی ہے جن کے مؤلفین نے اس کا التزام کیا ہے کہ وہ صرف وہی حدیثیں درج کریں گے جو ان کے نزدیک صحیح ہوں گی۔ اور پھر میں تو حافظ علی متقی رحمہ اللہ کی تصریح پیش کر چکا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ پس آپ کی ان اگلی کچھ باتوں سے کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔

بہر حال جو دو حدیثیں آپ پہلے پیش کی تھیں وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں۔ اس مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی جو روایت آپ نے پیش کی ہے وہ بے شک صحیح ہے۔ لیکن کاش اس کے پیش کرنے سے پہلے آپ شروع حدیث میں یہ بھی دیکھ لیتے کہ علمائے حدیث نے اس کا کیا مطلب بیان کیا ہے۔

علامہ علی قاری حنفی رحمہ اللہ "شرح شفا" میں اس حدیث کے لفظ "فَمَا تَوَلَّى شَيْئًا" کی شرح میں فرماتے ہیں "ای مَحْضًا" تو گویا حضرت ملا علی رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں تمام مہتمم بالشان اور ضروری چیزیں بیان فرمائیں اور یہی قرین قیاس بھی ہے۔ یہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آسکتا کہ حضور نے ممبر اقدس پر کھڑے ہو کر یہ بیان کیا ہو کہ فلاں دن اتنی کھیاں مریں گی، اتنے

اور امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اِلَیْہِ مَرْدٌ عَلٰۤی السَّاعَةِ هٰذِهِ الْكَلِمَةُ تُقْبِلُ الْحَضَرَ اِی لَا یَعْلَمُ رُقَّتَ السَّاعَةِ بِعَیْنِہِ اِلَّا اللّٰہُ (یعنی کہ یہ فقرہ الیہ مرد علم الساعۃ) غیبی حصر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ قیامت کے وقت معین کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

آٹھویں آیت اسی مضمون کی اور سنئے ! سورۃ الزخرف میں ارشاد ہے

وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَالِیَّ تَرْجَعُونَ یعنی اور اسی کے پاس ہے

قیامت کی خبر اور اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ (الزخرف ۲۸، ۲۹)

علامہ معین بن صفیؒ اس کی تفسیر میں ”جامع البیان“ میں لکھتے ہیں (عِنْدَهُ) لَا عِنْدَ غَیْرِہِ (علم السَّاعَةِ) خدا ہی کے پاس ہے قیامت کا علم نہ اس کے سوا کسی کے پاس۔

ان تمام آیات میں بھی نہایت طرحت کے ساتھ اعلان فرمایا گیا ہے کہ وقت قیامت کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں اور اس عموم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں جس طرح کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے عموم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مقربین و مرسلین علیہم السلام بھی داخل ہیں۔ اب تک آٹھ آیتیں میں پیش کر چکا ہوں جن میں سے ایک بھی مومن کے لئے کافی ہے۔ اور جن کے دلوں میں ایمان اور قرآن کی عظمت نہ ہو ان کے لئے قرآن پاک کے تیسوں پارے بھی کوئی وزن نہیں رکھتے۔

تمی وستان قسمت راسچہ سوداز تہہ بر کمال

کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد گندہ را

مسلمان بھائیو! مولوی منظور صاحب نے اپنی تقریر میں ایک نہایت

مولوی حسرت علی صاحب

شرمناک خیانت کی ہے اور وہ خیانت بھی کسی اور کتاب میں نہیں

اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس قرآن مجید میں کی ہے۔ مولوی صاحب نے سورۃ جن کی آیت قُلْ اِنْ اَدْرِیْ

اَقْرَبُیْ مَا تُوعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَہٗ رَبِّیْ اَمْدًا : اس مرتبہ پیش کی ہے، لیکن

بس ادھی آیت پڑھ کر چھوڑ دی۔ کیونکہ اس کے اگلے حصہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ تمام رسولوں کے لئے علم

غیب اور خاص کر قیامت کا علم ثابت کیا گیا ہے، اس لئے مولوی صاحب اس کو مفہم کر گئے۔

مولوی منظور صاحب ! ویلے تو آپ بڑے سیدھے بنتے ہیں مگر اللہ کے پیارے رسول کا علم گھٹانے کے لئے آپ کو ایسی خیانتیں کرنی خوب آتی ہیں آپ نے لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ تَوْبَرَّحُوا وَأَنْتُمْ سُكَارَى چھوڑ دیا اَفْتَوْ مِنْ بَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ۔
مسلمانو! بس اسی سے مولوی صاحب کی عاجزی کا اندازہ کر لو کہ اب جب کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں رہی تو انہوں نے قرآن میں خیانتیں کرنی شروع کر دیں۔

سنئے ! مولوی صاحب نے جو آیت چھوڑ دی وہ یہ ہے۔
عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ
یعنی اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا بجز پسندیدہ اور برگزیدہ رسولوں کے۔

اس سے صاف ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسولوں کو علم غیب دیتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں میں زیادہ پسندیدہ ہیں۔ لہذا آپ کو ضرور علم غیب عطا ہوا۔ اس سے بڑھ کر حضور کے علم غیب کی اور کیا دلیل ہوگی ؟ اور بعض مفسرین نے اس آیت میں غیب کے لفظ سے خاص قیامت ہی کو مراد لیا ہے تو اس صورت میں اس آیت سے خاص وقت قیامت کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہو جاتا ہے جس کی نفی کے لئے آپ صبح سے نور لگا رہے ہیں۔ سید المفسرین امام الشکلیں مفسر المنبت حضرت امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۳۳۰ میں اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا اِىْ وَقْتُ وَقُوْعِ الْقِيَامَةِ مِنَ الْغَيْبِ الَّذِیْ لَا يُظْهِرُهُ اللّٰهُ تَعَالٰی لِأَحَدٍ فَاِنْ قَبِلَ فَاِذَا حَمَلْتُمْ ذٰلِكَ عَلَى الْقِيَامَةِ فَاِیْكَفَ قَالَ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ مَّعَ اَنَّهُ لَا يُظْهِرُ هٰذَا الْغَيْبَ لِأَحَدٍ مِّنْ رَّسُوْلِهِ قُلْنَا بَلْ يُظْهِرُهُ عِنْدَ الْقُرْبِ مِنْ اَقَامَةِ الْقِيَامَةِ

یعنی آیت کے معنی یہ ہیں کہ وقت قیامت ان غیبیوں میں سے کسی کو جس کو اللہ تعالیٰ کسی کے لئے ظاہر نہیں کرتا بجز اپنے پسندیدہ رسولوں کے اس پر جو شبہ چاہے اس کا جواب امام رازی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے قریب اس کی اطلاع دے گا اور اس کے وقت کو ظاہر کر دے گا۔

دیکھئے! جس آیت میں خیانت کر کے آپ نے علم قیامت کی نفی ثابت کی تھی اسی سے امام رازی نے حضور کے لئے بلکہ تمام رسولوں کے لئے قیامت کا علم ثابت کر دیا۔ کہنے! آپ کے نزدیک امام رازی ۲۰ معتبر ہیں یا نہیں؟

اور سنئے! حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عریضی میں ص ۲۰۵ پر وقت و قیامت قیامت اور احکام تکوینیہ و تشریعیہ اور معارف ذات و صفات ربانیہ کو غیب مطہر میں داخل فرمایا۔ اس کے بعد اسی آیت کریمہ **فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ** کا تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں۔

” پس مطلع نمی کند بر غیب خاص خود هیچ کس را بوجہی کہ رفع تلبس و اشتباه خطا بلکی در اں حاصل شود و احتمال خطا و اشتباه اصلاً نماند مگر کسی را کہ پسند می کند و آن کس رسول می باشد خواه از جنس فلک باشد مثل حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام و خواه از جنس بشر مثل حضرت محمد و موسیٰ و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات) کہ اورا اظہار بر بعضی از غیوب خاصہ خود می فرماید“

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب خاص پر کسی اس طرح مطلع نہیں فرماتا کہ اس اطلاع میں خطا اور غلطی کا بالکل ازالہ ہو جائے اور خطا و اشتباه کا احتمال بالکل نہ رہے مگر ای شخص کو جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرمائے خواہ وہ فرشتوں میں سے ہو جیسے حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام یا انسانوں میں سے ہو جیسے حضرت محمد و موسیٰ و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ ان کو اپنے خاص غیبیوں پر مطلع فرما دیتا ہے۔

دیکھئے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیوب خاصہ کی بھی اطلاع دیتا ہے اور اس طرح دیتا ہے کہ اس میں کسی قسم کی غلطی اور خطا کا احتمال ہی نہیں رہتا

اور وقت قیامت بھی غیوب خاصہ ہی میں سے ہے۔ پس ثابت ہوا کہ علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی اطلاع بھی خدا کے برگزیدہ رسولوں کو دی جاتی ہے۔

اب کہنے کیا شاہ صاحب بھی آپ کے نزدیک نامعتبر ہیں؟

بھائیو! یہ ہے حق کا معجزہ، جو آیت مولوی صاحب نے خیانت کر کے پیش کی تھی اور جس سے ثابت کرنا چاہتا تھا کہ میرے حضور کو وقت قیامت کا علم نہیں تھا، اسی سے ثابت ہو گیا اور میں نے نہیں بلکہ حضرت امام محمد رازی رحمہ اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ثابت کر دکھایا کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلکہ تمام برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کو وقت قیامت کی اطلاع دیتا ہے۔ واللہ اعلم۔

اور جب ایک آیت سے یہ بات ثابت ہو گئی تو تمام ان آیتوں کو جن میں علم قیامت کا حصہ اللہ تعالیٰ میں کیا گیا ہے علم ذاتی پر محمول کرنا پڑے گا تاکہ آیات قرآنیہ میں تعارض نہ ہو۔

اسی واسطے علامہ احمد صاوی اور علامہ اسماعیل آفتدی نے لکھا ہے کہ یہ حصہ صرف علم ذاتی اور علم استقلال کے اعتبار سے ہے مگر آپ نے پہلے صاوی کو اور اب اسماعیل جیسے جلیل القدر علامہ کو بھی غیر معتبر ٹھہرا دیا۔ حالانکہ تمام علماء ان کو معتبر مانتے ہوئے آئے ہیں۔ خیر اب میں ایسے ہی حضرات کی عبارتیں پیش کر دوں گا جن کو آپ غیر معتبر نہ کہہ سکیں۔ امام رازی رحمہ اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی عبارتیں میں ابھی پیش کر چکا ہوں۔ حضرت شاہ عبداللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ کی ایک عبارت میں نے پہلے پیش کی تھی جس کا آپ کوئی جواب نہیں دے سکے۔ اب حضرت شیخ رحمہ اللہ کی دوسری کتاب ”مدارج النبوت“ سے ایک عبارت اور پیش کرتا ہوں۔

شیخ علیہ الرحمۃ مدارج النبوت شریف جلد اول صفحہ ۳ پر وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ کی تفسیر

اس طرح فرماتے ہیں۔

”وہ صلی اللہ علیہ وسلم دانا است برہمہ چیز از شیونات ذات و صفات حق و اسماء و

افعال و آثار و جمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمودہ و مصادق فوق کُلِّ

ذی عِلْمٍ عَلِيمٌ شدہ“

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی شانوں اور اس کے اسماء و افعال

اور اس کی نشانیوں کو سب کو جانتے ہیں۔ اور حضورؐ نے ظاہر و باطن اول و آخر تمام علوم کا احاطہ

فرمایا ہے اور حضورؐ فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ کے مصداق ہیں۔

کہنے کیا حضرت شیخ بھی آپ کے نزدیک غیر معتبر ہیں ؟ آخر میں ایک عبارت حضرت ملا علی قاریؒ کی اور پیش کرتا ہوں۔

مرقات شریف شرح مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں

اذا تنوّرت الروح القدسیة وازداد نورانیتهما واشراقها بالأعوان

عن ظلمة عالم الحدث وبتجلیة القلب عن صداء الطبیعیة

والمواظبة علی العلم والعمل وفیضان الانوار الالہیة حتی

یقوع النور وینبسط فی فضاء قلبه وتنعکس فیہ النقوش

المرتسمة فی اللوح المحفوظ ویطلع علی المغیبات الخ

یعنی جب روح قدسی منور ہوتی ہے اور تزکیہ قلب و علم و عمل وغیرہ مداومت سے اس کی نورانیت

میں ترقی ہوتی ہے تو اس کے دل کی فضا میں نور ہی نور پھیل جاتا ہے اور پھر لوح محفوظ کے نقوش

اس میں منعکس ہوتے ہیں اور اس صاحب روح قدسی کو مغیبات پر اطلاع ہو جاتی ہے۔

اجی مولوی منظور صاحب ! آپ تو خدا کے محبوب سید الاولین والآخرینؑ کے علم غیب کے منکر ہیں اور حضرت

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ تمام ارواح قدسیہ والوں کے دلوں میں لوح محفوظ کا عکس پڑتا ہے اور وہ سب غیب پر مطلع ہوتے

ہیں۔ کہنے ! کیا حضرت ملا علی قاریؒ بھی آپ کے نزدیک نامعتبر ہیں۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد حمد و صلوة) آپ نے اپنی تقریر میں مجھ پر ایک سنگین

الزام یہ لگایا ہے کہ میں نے آیت قرآنی پیش کرنے میں نخیات

کی ہے اور صرف آیت پڑھی۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے کیسی صریح غلط بیانی سے کام

لیتے ہیں۔ میں نے جو آیت سورہ جن کی پڑھی تھی وہ اسی قدر ہے۔ اس کے بعد کی جو آپ نے پیش کی ہے وہ پہلی آیت

کا ٹکڑا نہیں بلکہ مستقل آیت ہے۔ اگر واقعی آپ کو اس معاملہ میں غلط فہمی ہے تو قرآن مجید دیکھ لیجئے آپ کو معلوم ہو جائے

گا کہ میری پیش کردہ آیت کے آخری لفظ اَمْ یَجْعَلُ لَهُ رَجًّا اَمَدًا پر آیت ختم ہے۔

بہر حال یہ آپ کا محض بہتان ہے کہ میں نے پوری آیت نہیں پڑھی۔ اور معاف کیجئے چونکہ آپ خود اس قسم کی مجرمانہ خیانتوں کے عادی ہیں اس لئے دوسرے کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ میں انشاء اللہ ابھی بتلاؤں گا کہ آپ نے اپنی تقریر میں کیسی کیسی افسوسناک خیانتیں کی ہیں۔ پہلے اس آیت کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں جو آپ نے اس مرتبہ پیش کی ہے اور جس کو میری پیش کردہ آیت کا ٹکڑا بتلایا ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ

علامہ نسفی نے اس کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں

ای رَسُولًا قَدْ ارْتَضَاهُ يَعْلَمُ بَعْضَ الْغَيْبِ (تفسیر دارک التنزیل ج ۴ ص ۲۲۷)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا البتہ اپنے برگزیدہ رسولوں کو بعض غیبوں کی اطلاع دے دیتا ہے اور یہ میرے دعوے کے خلاف نہیں اور آپ کے موافق نہیں کیونکہ آپ کا دعویٰ کل کا ہے۔

دیگر ائمہ مفسرین نے بھی اس آیت کے ذیل میں قریب قریب یہی لکھا ہے میں صرف ایک عبارت علامہ ابوالسعودؒ کی پیش کرنا چاہتا ہوں

ای رَسُولًا ارْتَضَاهُ لِإِظْهَارِهِ عَلَىٰ بَعْضِ غُيُوبِهِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِرِسَالَتِهِ.....

..... تَعَلِّقًا تَامًّا أَمَّا لِيَكُونَهُ مِنْ مَبَادِي رِسَالَتِهِ..... وَأَمَّا لِيَكُونَهُ

مِنْ أَرْكَانِهَا وَأَحْكَامِهَا كَعَامَّةِ التَّكْلِيفِ الشَّرْعِيَّةِ..... وَأَمَّا

مَا لَا يَتَعَلَّقُ بِهَا عَلَىٰ أَحَدٍ الرَّجَحَيْنِ مِنَ الْغُيُوبِ الَّتِي مِنْ جُمْلَتِهَا وَقْتُ

قِيَامِ السَّاعَةِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَيْهِ أَحَدًا أَبَدًا (تفسیر ابوالسعود ج ۸ ص ۳۴۳)

دیکھئے اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کی پیش کردہ آیت میں جن غیبوں پر رسولوں کو مطلع کئے جانے کا ذکر ہے وہ صرف وہی بعض غیوب ہیں جن کا رسالت سے خاص تعلق ہو اور جن غیوب کا تعلق رسالت سے نہ ہو جیسے کہ علامہ

ابوالسعودؒ کی تصریح کے مطابق ”علم قیامت“ تو ان پر کبھی کسی کو مطلع نہیں کیا جاتا۔

بہر حال حضرات مفسرین کی اس قسم کی تصریحات سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ اس آیت سے انبیاء علیہم السلام

کئے گئے غیب کی اطلاع ثابت نہیں ہوتی۔ علیٰ ہذا آپ کا یہ دعویٰ بھی بالکل غلط ہے کہ اس آیت سے خاص وقت قیامت کی اطلاع ثابت ہوتی ہے اور اس کی تائید میں آپ نے امام رازی کی کئی عبارتیں پیش کی ہیں اس میں صرف یہ ہے کہ قیامت کے بالکل قریب حق تعالیٰ اس کو ظاہر کرے گا۔ اور میری آپ کی بحث اس خیانت کے متعلق ہے اور آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام غیوب حتیٰ کہ قیامت کے وقت خاص کا علم بھی اس دنیا میں حاصل ہو گیا تھا پھر آپ کی یہ کتنی بڑی خیانت ہے کہ امام رازی کی اسی عبارت کا وہ حصہ آپ نے چھوڑ دیا جس سے اصل بحث کے متعلق ان کی رائے معلوم ہوتی ہے۔ آپ کی پیش کردہ عبارت سے صرف ایک سطر پہلے **إِنْ أَدْرِي أَقْرَبُ مَّا تُوعَدُونَ** کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں **يَعْنِي لَا أَدْرِي وَقْتُ وَقُوعِ الْقِيَامَةِ** یعنی اے رسول! (فرمادیجئے) کہ قیامت کے آنے کے وقت کو میں نہیں جانتا۔

مولوی صاحب! آپ ایسی صریح خیانت کرتے ہوئے دوسروں پر خیانت کا الزام لگاتے ہو جہاں
 سچ دلاور است دزدے کہ بجھن چراغ دارد

اسی طرح حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے بھی آپ نے لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اس کے آخری الفاظ یہ تھے۔ ”اظہار بر بعض از غیوب خاصہ خود می فرماید“ آپ نے مطلب بیان کرتے ہوئے ”بعض“ کا لفظ کو بالکل اڑا دیا۔ اور علم غیب کی ثابت کر ڈالا، پھر اس سے بڑھ کر دلیری آپ نے یہ کہ حضرت شاہ صاحب کی اسی عبارت سے وقت قیامت کا علم بھی آپ نے ثابت کر دیا حالانکہ اس عبارت میں اس کا خفیہ سا بھی نشان نہیں۔ بلکہ آپ کی پیش کردہ عبارت سے چند سطر پہلی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک وقت قیامت کا علم حق تعالیٰ نے کسی کو نہیں عطا فرمایا۔ اور پھر اسی ایک جگہ نہیں بلکہ تفسیر عزیزی میں متعدد جگہ اس کی تصریح موجود ہے۔ چنانچہ تفسیر عزیزی پارہ تبارک الذی سورۃ ملک کی تفسیر میں زیر آیت **وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۖ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۖ**

اور پھر **عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ** سورۃ النافات کی تفسیر میں آیت کریمہ **يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسِلُهَا فِيهِمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَا**

کے ذیل میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت صراحت کے ساتھ اس مسئلہ پر کلام کیا ہے اور پوری وضاحت کے ساتھ بتلایا ہے کہ وقت قیامت کا علم حق تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مخلوق کو نہیں عطا فرمایا۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ انہوں نے وقت قیامت کے علم کو آپ کے لئے ثابت کیا ہے۔ حیرت ہے آپ کی دیباچہ کی پر۔

آپ نے اس مرتبہ حضرت شیخ عبدالحی کی مدارج النبوت کے دیباچہ کی ایک عبارت بھی پیش کی ہے میری طرف سے اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے جن جیسے علوم کا حصول تسلیم کیا گیا ہے وہ وہی ہیں جو حضور کی شان نبوت کے مناسب تھے۔ اور بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ اس میں استغراق عرفی ہے جو ایسے مقام پر محاورات میں عام طور پر مستعمل ہوتا ہے اور اس کا قرینہ وہی ہے جو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہی حضرت شیخ کا دوسرا مواقع پر بعض خاص چیزوں کے متعلق تصریح فرماتے ہیں کہ اُن کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہیں فرمایا گیا۔ مثلاً وقت قیامت ہی کے متعلق میں اُن کی تصریح ”اشقۃ اللہات“ سے پیش کر چکا ہوں کہ۔

”وے تعالیٰ یہ سچ کس را ملائکہ و رسل برآں اطلاع نہ داده“

اس کے علاوہ بھی ان کی اس قسم کی تصریحات بکثرت پیش کی جاسکتی ہیں اور اگر مجھے موقع ملا تو انشاء اللہ میں آئندہ تقریروں میں ان میں سے کچھ پیش بھی کر دوں گا۔ پس حضرت شیخ کی ان تمام عبارتوں میں تطبیق اسی طرح ہو سکتی ہے کہ جہاں جہاں انہوں نے عموم و استغراق کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں ان کو استغراق عرفی پر حمل کیا جائے اور اگر آپ کو یہ بات تسلیم نہیں ہے تو پھر براہ کرم ”مدارج“ کی اس عبارت کو حضرت شیخ کی ان عبارات سے منطبق کر کے دکھائیے۔

آخر میں آپ نے علامہ قاری کی عبارت بھی پیش کی ہے اور افسوس ہے کہ اس میں آپ نے نہایت افسوسناک خیانت سے کام لیا ہے اور اس عبارت کا وہ ابتدائی حصہ جس میں آپ کے دعویٰ کے صریح خلاف موجود ہے اس کو آپ نے چھوڑ دیا۔ دراصل عبارت یہاں سے شروع ہوتی ہے۔

إِنَّ الْغَيْبَ مَبَادِي وَلَوَاجِقُ فَمَبَادِيهَا لَا يُطْلَعُ عَلَيْهِ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ، وَأَمَّا اللَّوَاجِقُ فَهُوَ مَا أَظْهَرَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى بَعْضِ أَحْبَابِهِ لَوْحَةً عَلَيْهِمْ وَخَرَجَ بِذَلِكَ عَنِ الْغَيْبِ الْمُطْلَقِ وَصَارَ غَيْبًا إِضَافِيًّا وَذَلِكَ إِذَا تَنَوَّرَتِ الرُّوحُ الْقُدُّوسَةُ

اس کا مطلب یہ ہوا کہ غیب کے لئے کچھ مبادی ہیں کچھ لواحق، پس مبادی غیب پر تو کسی فرشتہ مقرب اور
فرستادہ رسول کو بھی اطلاع نہیں ہوتی، البتہ لواحق غیب کی اطلاع بعض محو جان خدا کو دے دی جاتی ہے۔ اس کے
بعد وہ عبارت ہے جو آپ نے پیش کی۔ پس اس ابتدائی حصہ میں تصریح کی کہ مبادی غیب کی اطلاع کسی ملک مقرب اور
نبی مرسل کو بھی نہیں ہوتی۔ تو اس ابتدائی حصہ کو چھوڑ کر باقی عبارت کو پیش کر دینا اور اس سے حضرت مصنف رحمہ کے
خلاف علم غیب کی ثابت کرنا صریح خیانت اور افسوسناک بددیانتی ہے۔ حضرت علامہ قاری رحمہ کے تالیف لوگوں
کی تکفیر کی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کلی کے قائل ہیں۔ یہ میرے پاس علامہ کی مشہور کتاب "شرح خلاصہ"
ہے اس کے صفحہ ۴۶۹ پر مسئلہ علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، ہی پر کلام کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

وَالْحَاصِلُ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يَعْلَمُوا الْمَغِيبَاتِ مِنَ الْأَشْيَاءِ إِلَّا بِمَا
أَعْلَمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى أَحْيَانًا وَقَدْ صَرَّحَ عُلَمَاءُنَا الْحَنْفِيَّةُ بِتَكْفِيرِ مَنْ
اعْتَقَدَ أَنَّ النَّبِيَّ يَعْلَمُ الْغَيْبَ بِمَعَارَضَةِ قَوْلِهِ تَعَالَى قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ
فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ كَذًا فِي الْمَسَائِرَةِ لِابْنِ الْمَمَامِ
یعنی انبیاء علیہم السلام کو غیب کا علم نہیں بجز ان چیزوں کے جو اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً ان کو بتلائیں
اور ہمارے علماء حنفیہ نے اس شخص کے کفر کی تصریح کی ہے جو یہ اعتقاد رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو علم غیب ہے، کیونکہ یہ عقیدہ حق تعالیٰ کے ارشاد قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ کے خلاف ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب! سنا آپ نے حضرت ملا علی قاری کی زبان سے علماء حنفیہ کا فتویٰ؟ آپ کا
مجھ سے یہ بھی مطالبہ تھا کہ عقیدہ علم غیب کلی کا کفر ہونا ثابت کر دو۔ لیجئے آپ کا وہ مطالبہ بھی پورا ہو گیا۔

اس کے بعد میں اپنے دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آٹھ صاف صریح آیتیں پہلے پیش کر چکا ہوں۔ نویں آیت
وہی سنئے جو حضرت ملا علی قاری نے اپنے فتویٰ کفر میں نقل فرمائی ہے۔ یعنی

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ
أَيَّانَ يَبْعَثُونَ - (النمل ۲۷، ۶۵)

یعنی اے رسول! فرما دیجئے کہ زمین اور آسمانوں کے رہنے والوں میں سے کوئی غیب کو نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اور ان کو معلوم نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔
علامہ علی بن محمد خازنؒ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

الْمَعْنَى أَنَّ اللَّهَ هُوَ الَّذِي يَعْلَمُ الْغَيْبَ وَحْدَهُ وَيَعْلَمُ مَتَى تَخْلُقُ السَّاعَةُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ يَعْنِي أَنَّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَهُمْ الْمَلَائِكَةُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَهُمْ بَنُو آدَمَ لَا يَعْلَمُونَ مَتَى يُبْعَثُونَ وَاللَّهُ تَعَالَى تَفَرَّدَ بِعِلْمِ ذَلِكَ -

مطلب یہ ہوا کہ بس اللہ تعالیٰ ہی کل غیب کا علم رکھتا ہے اور اسی کو معلوم ہے کہ قیامت کب آئے گی اور آسمانوں میں رہنے والے فرشتے اور زمین میں بسنے والے بنی آدم اس کو نہیں جانتے اور بس تنہا اللہ تعالیٰ ہی کو اس کا علم ہے۔

اس آیت سے بیک وقت دو باتیں معلوم ہوتیں ایک یہ کہ غیب کا علم کلی حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں اور دوسرے یہ کہ وقت قیامت کی خبر کسی فرشتے اور کسی فرزند آدم کو نہیں۔

اس کے بعد دوسری آیت اور سنئے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا - یعنی اے رسول! آپ سے یہ لوگ سوال کرتے ہیں قیامت کے متعلق کہ کب ہے اس کا آنا۔ آپ کو اس کے ذکر سے کیا سر و کار، آپ کے پروردگار ہی کی طرف ہے اس کی انتہا۔ ناخر ما دلے
اس کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اِی لَیْسَ عِلْمُهَا إِلَيْكَ وَلَا إِلَىٰ أَحَدٍ مِّنَ الْخَلْقِ - یعنی اس کا علم اے رسول نہ آپ کو ہے اور ہماری کسی اور مخلوق کو۔

اور علامہ بغویؒ معالم التنزیل میں فِیْمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا کی تفسیر میں فرماتے ہیں اِی لَا عِلْمَ لَهَا
یعنی اے ہمارے رسول! آپ اس کو نہیں جانتے۔

آٹھ پہلی اور دوسری ان دسویں آیتوں سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وقت قیامت کا علم حق تعالیٰ نے کسی کو

نہیں عطا فرمایا اور صرف اپنے لئے خاص کر رکھا ہے۔ پھر ائمہ معصومین کی عبارات میں نے اب تک ان آیات کی تفسیر و تشریح میں پیش کی ہیں ان سب نے بھی اُن کا یہی مطلب سمجھا ہے۔ پس میں کیسے سمجھ سکتا کہ ان تمام چیزوں کے معلوم ہو جانے کے بعد ایک بالیمان شخص کس طرح اس کے خلاف عقیدہ رکھ سکتا ہے۔

حضرات گرامی ! آپ نے دیکھا مولوی شطرنج صاحب نے سورہ جن
مولوی حسنت علی صاحب

کی ایک آیت پیش کی اور اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضور

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت قیامت کا علم نہیں تھا مگر اس کے ساتھ ہی دوسری آیت جس میں صاف مذکور تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو علم غیب دیتا ہے، اس کو آپ اڑا گئے، جب میں نے مولوی صاحب کی گرفت کی اور ان کی خیانت ثابت کی تو وہ کہتے ہیں کہ چونکہ یہاں سے دوسری آیت شروع ہوتی ہے اس لئے خیانت نہیں ہوئی۔

ارے مولوی صاحب ! دوسری آیت شروع ہوتی ہو یا تیسری آیت۔ جب مضمون مسلسل ہے اور پھر آپ نے

اس میں سے آدھا پیش کیا اور آدھے کو اپنے خلاف دیکھ کر مضمون کر لیا تو خیانت ہو گئی۔ اور خیانت کس کا نام ہے ؟

آپ کہتے ہیں کہ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا میں بعض غیب مراد ہے اس کی آپ کے

پاس کیا دلیل ہے ؟ قرآن میں اپنی رائے سے پیوند لگاتے ہو، کیا یہ حدیث نہیں پڑھی مَنْ فَتَسْأَلُ الْقُرْآنَ

بِالزَّأْيِ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ جو اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے

اور اگر بفرض اس سے بعض ہی غیب مراد لے سچائیں تو بھی چونکہ اس سے پہلی آیت میں وقت قیامت کا ذکر ہے

اس لئے اس سے یہی خاص غیب یعنی وقت قیامت مراد ہوگا اور اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس خاص

غیب یعنی وقت قیامت کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے برگزیدہ اور پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی اور کو اس کی اطلاع نہیں

دیتا۔ تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ رسولوں کو اس کی اطلاع دی جاتی ہے اور اس صورت میں بھی یہ آیت آپ کے خلاف ہوگی۔

الغرض اگر آیت میں غیب سے کل غیب مراد لیا جائے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کی ثابت

ہوگا۔ اور اگر بعض غیب مراد لیا جائے تو چونکہ پہلی آیت میں وقت قیامت کا ذکر تھا اس لئے وہی مراد ہوگا اور اس

صورت میں اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقت قیامت کا علم ثابت ہوگا۔ غرض یہ آیت ہر حال میں

آپ کے خلاف حجتہ قاطعہ ہے اور قریب قریب اسی مضمون کی ایک اور آیت یہ ہے۔

مَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ
مَنْ يَّشَاءُ - آل عمران ۳، ۱۷۹

یعنی اللہ اس لئے نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب پر مطلع کرے لیکن وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو
چاہتا ہے اس بات کے لئے چن لیتا ہے تو اسے غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

اس آیت سے بھی صاف معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ اپنے پسندیدہ اور پسندیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع کرتا ہے۔ اور
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے مقرب اور سب سے زیادہ پسندیدہ رسول ہیں تو ضرور آپ کو علم غیب دیا گیا ہوگا
کے علم غیب کے لئے اس سے زیادہ صاف اور روشن دلیل اور کیا ہو سکتی ہے لیکن محبت کی آنکھ چاہئے، دشمنوں کو
تو ہر کمال بھی عیب نظر آتا ہے۔

میں نے حضرت شیخ محقق (محدث) دہلویؒ کی عبارت مدارج شریف سے پیش کی تھی، آپ فرماتے ہیں کہ اس میں
استغراق عرفی ہے۔ بہت خوب! حضرت شیخؒ تو صاف فرماتے ہیں کہ ”بجمع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ
نمودہ“ اور آپ فرماتے ہیں کہ یہ استغراق حقیقی نہیں بلکہ عرفی ہے۔ اگر ایسا ہی جواب دینا ہے تو میری سب سے پیش کردہ
آیتوں اور حدیثوں کے متعلق یہی کہہ دیجئے کہ ان میں استغراق عرفی ہے۔

یعنی میں حضرت شیخ محققؒ کی ایک عبارت اور اسی مدارج سے پیش کرتا ہوں۔ اس کے صفحہ ۱۶۵ پر ہے۔
”ہرچہ در دنیا است از زمان آدم تا لغز اولی بروے صلی اللہ علیہ وسلم منکشف ساختند تا احوال

ہمرا از اول تا آخر معلوم کرد“

یعنی آدم علیہ السلام کے زمانہ سے نفع صورت تک جو کچھ ہے سب حضور پر منکشف فرمادیا یہاں تک کہ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام مخلوق کے حالات معلوم ہو گئے۔

دیکھئے حضرت شیخؒ نے کیسے کھلے لفظوں میں حضورؐ کے لئے جمیع ماکان و مایکون کا علم ثابت کیا ہے کیا اس کو بھی

آپ استغراق عرفی کہیں گے؟

آپ نے اس مرتبہ شرح سفار شریف سے حضرت ملا علی قاریؒ کی ایک عبارت پیش کی ہے اور اس سے آپ نے

لوگوں کو یہ دھوکا دینا چاہا ہے کہ علامہ علی قاریؒ کے نزدیک وہ لوگ (معاذ اللہ) کافر ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

ارے مولوی صاحب ! یہ مولویت اور یہ دھوکہ بازی ! آپ کو شرم نہیں آتی ۔ علامہ علی قاری نے تو اس عبارت میں ان لوگوں کی تکفیر کی ہے جو حضور کے لئے بلا تعلیم خداوندی یعنی ذاتی طور پر علم غیب مانگتے ہیں ۔ دیکھئے اس کا پہلا ہی جملہ یہ ہے **إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يَعْلَمُوا الْغَيْبَاتِ إِلَّا بِمَا عَلَّمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى** یعنی انبیاء غیب نہیں جانتے ، مگر وہ جو انہیں اللہ تعالیٰ نے بتلادیا ۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خود ملا علی قاری کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے انبیاء علیہم السلام کو علم غیب ہوتا ہے تو کیا اس عقیدہ کو کفر کہہ کے ملا علی قاری نے خود اپنی تکفیر کی ہے ۔ ذرا کچھ سوچ سمجھ کر تو بات کہا کرو ۔ بہر حال ملا علی قاری کی اس عبارت میں علم غیب ذاتی کا عقیدہ رکھنے والوں کی تکفیر کی گئی ہے اور بے شک ہم بھی اس کو کفر سمجھتے ہیں الغرض آپ نے یہ عبارت پیش کر کے مسلمانوں کو صریح دھوکا دیا ۔

لیجئے اسی شرح شفاء شریف کی ایک عبارت میں پیش کرتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ حضرت ملا علی قاری کا عقیدہ اس بارے میں کیا ہے ۔ ص ۱۱۷ جلد دوم میں تحریر فرماتے ہیں ۔

لَاَنَّ رُوحَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَاضِرَةٌ فِي بَيْتِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرما ہیں ۔

مولوی صاحب ! دیکھا آپ نے یہ ہے حضور کے متعلق حضرت ملا علی قاری کا عقیدہ ۔ بتلایئے جب حضور ہر جگہ اور ہر گھر میں ہوں گے تو آپ کو سب کچھ معلوم ہو گا یا نہیں ؟ اور آپ عالم کل ہوں گے یا نہیں ؟ مولوی صاحب ! آپ کو شرح شفاء شریف میں یہ عبارت نظر نہیں آتی ؟

(اس کے بعد مولوی حسرت علی صاحب نے مولانا نعمانی کی پیش کردہ نوں اور دسویں آیت کے متعلق وہی ذاتی اور عطائی کی بحث کی جو اس سے پہلے تقریریں میں مکرر کر چکی ہے ۔ ہم اس کا اعادہ فضول سمجھتے ہیں اور اسی پر مولوی حسرت علی صاحب کی تقریر ختم ہو گئی ۔ مرتبہ عظمیٰ)

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی
آپ نے اپنی پچھلی تقریر میں مجھ پر آیت قرآنی میں خیانت کرنے کا جو الزام لگایا تھا احمد اللہ میں دلائل کی روشنی میں اس کا افتراء محض اور بہتان خالص

ہونا ثابت کر چکا ہوں۔ آپ نے اس سلسلے میں میری کسی دلیل کو **غائب** نہیں لگایا اور آپ نے اسی غلط الزام کو اس تقریر میں پھر دہرا دیا ہے۔ میں حاضرین کرام سے یہ درخواست کروں گا کہ **دور** دُکھ سے کام لیں اور انصاف کریں۔ چونکہ مجھے ابھی بہت سی باتیں عرض کرنی ہیں اس لئے اب میں کسی مضمون کو بار بار **غائب** نہیں کر سکتا۔

آپ نے جو اسیت کریمہ سورۃ جن کی پیش کی تھی **لَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا** (الایت) میں علامہ نسفیؒ اور علامہ ابوالسعودؒ کی تصریحات سے ثابت کیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو بھی بعض غیب کی اطلاع دیتا ہے۔ اور اس لئے اس آیت سے **علم غیب** کلی پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ یہ تفسیر بالرائے ہے اور اپنی طرف سے قرآن میں پونہ لگانا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ کا یہ اعتراض مجھ پر ہے یا ان ائمہ مفسرین پر جنہوں نے اس آیت کا مطلب یہ بیان کیا۔ اگر آپ علامہ نسفیؒ اور علامہ ابوالسعودؒ کی تفسیروں کو تفسیر بالرائے سمجھتے ہیں اور ان کو

مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِالرُّأْيِ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ -

کا مصداق ٹھہراتے ہیں تو پھر حجرات کر کے صاف صاف کہئے تاکہ آپ کے بلانے والوں کو بھی آپ کا مسکا اور

عندیہ معلوم ہو جائے۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں اسی مضمون کی ایک دوسری بات **وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ** وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ **يَجْتَبِي** میں پیش کی ہے۔ حالانکہ حضرات مفسرین نے اس کی تفسیر میں بھی ”بعض غیب“ کی تصریح فرمائی ہے۔ علامہ نسفیؒ اپنی تفسیر معالم التنزیل میں ارقام فرماتے ہیں۔ (وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ) **فَيُظْلِعُهُ عَلَى بَعْضِ عِلْمِ الْغَيْبِ** - اور قاضی بیضاویؒ اسی موقع پر لکھتے ہیں **لَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي لِرُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ فَيُوحِي إِلَيْهِ وَيُخْبِرُهُ بِبَعْضِ الْمَخْصِيَّاتِ**۔

ان تصریحات کے مطابق آیت سے صرف یہ ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ اپنے رسولوں کو بعض مخفیات کی اطلاع دیتا ہے

اور اس پر بہار ایمان ہے، بے شک حق تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء کو بالخصوص سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو لاکھوں کروڑوں غیب کی چیزیں بذریعہ وحی بتلائی تھیں لیکن یہ غلط ہے کہ انھیں **غلو** و الصلوۃ والسلام کو تمام غیب غیر تقنا ہیہ

کا علم عطا فرمایا ہو۔

بہر حال آپ کی پیش کردہ یہ آیت بھی پہلی آیتوں کی طرح آپ کے دعویٰ کی دلیل نہیں بن سکتی۔

دیکھئے پہلے کی طرح یہ نہ کہہ دیجئے گا کہ یہ "بعض" کا پیوند تو نے کہاں سے لگا دیا؟ اور یہ تفسیر بارگاہی ہے کیونکہ میں نے جو مطلب بیان کیا ہے وہ علامہ نجویؒ اور قاضی بیضاویؒ کا بیان کردہ ہے اور ان کی تفسیر کے جبر ہونے سے آپ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ پھر یہی مطلب دوسرے مفسرین نے بھی بیان کیا۔ میں نے بقصد انصاف ان دو کا حوالہ دیا ہے۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں مدارج النبوت کی جو نئی عبارت پیش کی ہے بے شک اس کے متعلق بھی میرا جواب یہی ہے کہ اس میں بھی استغراق عرفی ہی مراد ہے۔ میں تو عرض کر چکا کہ حضرت شیخ دہلویؒ کی اس قسم کی تمام عبارتوں میں استغراق عرفی ہی ہے کیونکہ بعض خاص خاص اشیاء کے متعلق وہ اپنی کتابوں میں تصریح فرماتے ہیں کہ ان کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہیں ہوا۔ چنانچہ وقت قیامت کے متعلق ان کی ایک تصریح میں اپنی پہلی تقریروں میں پیش بھی کر چکا ہوں۔ اب ایک اور فیصلہ عبارت "اشعة اللمعات" ہی سے اور پیش کرتا ہوں۔ حضرت شیخ ابن صیاد کے بارے میں اپنا قول فیصل یہ لکھتے ہیں۔

رد بالجملہ حال و بے مبہم است و در این باب بر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی نہ شدہ و حال و بے

مبہم داشتند

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت شیخؒ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن صیاد کے معاملہ میں وحی نہیں ہوئی اور اس کا حال مبہم رکھا گیا۔ حضرت شیخؒ کی اس صاف اور واضح تصریح کے ہوتے ہوئے اس کا احتمال بھی نہیں رہتا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی کے قائل ہوں۔ پس یہ اور اس جیسی ان کی دوسری عبارات اس بات کا زبردست قرینہ ہیں کہ حضرت شیخؒ نے جہاں کہیں اس بارے میں عموم و استغراق کے لفظ لکھے ہیں وہاں ان کی مراد استغراق عرفی ہے جو ایسے مواقع میں عام طور پر استعمال ہوتا ہے۔

میں نے اپنی پچھلی تقریر میں علامہ ملا علی قاریؒ کی شرح شفاء سے جو عبارت پیش کی تھی جس میں انہوں نے ایسے لوگوں کی تکفیر فقہاء حنفیہ سے نقل کی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمیع مغیبات کا علم مانتے ہیں۔ اس کے

جواب میں بھی آپ نے وہی عجیب بات فرمائی کہ وہ کھینچ صرف ذاتی علم ماننے والوں کی ہے حالانکہ اس میں اس کا کوئی ملکا
 اشارہ بھی نہیں ہے۔ پھر آپ نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اس علم غیب کی کے عطیہ علامہ علی قاریؒ بھی آپ کے
 ہمنوا ہیں۔ شرح شفاء سے ایک محرف عبارت بھی پیش کی۔ میں اس کے متعلق تحقیقی جواب دے رہا ہوں، ”آدمی“ کے منظرہ
 میں دے چکا ہوں۔ لیکن اس وقت بحث کو مختصر کرنے کے لئے اس عبارت کو صحیح فرض کر کے میں کہتا ہوں کہ اس سے صرف
 اثبات ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان کے گھر میں حضورؐ کی روح اقدس ہے اور اس سے زیادہ سے زیادہ یہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے
 کہ حضورؐ کو مسلمانوں کی خانگی باتوں کا علم ہوتا ہے۔ اور آپ کا دعویٰ اس سے بہت زیادہ عام ہے۔ آپ تو اس کے مدعی
 ہیں کہ حضورؐ کو تمام انسانوں بلکہ تمام حیوانوں حتیٰ کہ زمین کے کیڑوں مکڑوں، سمندر کی مچھلیوں اور فینڈکوں، فضائی ذرات
 بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں تک غرض عالم علوی و سفلی بلکہ تمام عالمین کے متعلق علم تفصیلی کلی محیط حاصل ہے اور
 گویا مقدر ہی حقیقت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم، علم باری تعالیٰ کے مساوی ہے۔ تو شرح شفاء کی اس عبارت
 سے آپ کا یہ طویل و حریف دعویٰ کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اگر غور کیا جائے تو روح مقدس کے اسلامی
 گھرانوں میں موجود ہونے سے تمام مسلمانوں کے تمام حالات کا معلوم ہونا بھی لازم نہیں آتا۔ بس زیادہ سے زیادہ ان واقعات کا
 علم ثابت ہو سکتا ہے جو گھروں کے اندر پیش آئیں، اور کجاہ محدود دائرہ اور کہاں وہ غیر متناہی وسعت۔
 الغرض اگر آپ کی پیش کردہ شرح شفاء کی عبارت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سے آپ کے دعویٰ کا دسواں،
 بیسواں بلکہ ہزارواں اور لاکھواں جزیرہ بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔

میرا یہ جواب تو بر بن تسلیم ہے۔ اور اصل حقیقت وہی ہے جو میں آپ کو ”آدمی“ کے منظرہ میں بتلا
 چکا ہوں کہ درحقیقت یہاں مطبوعہ نسخہ کی غلطی ہے ورنہ اصل عبارت غالباً اس طرح ہوگی۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ حَاضِرَةٌ فِي بُيُوتِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ اس کے بعد بحث ہی ختم ہو جاتی ہے۔
 یہ تو آپ کی پیش کردہ عبارت کا جواب ہوا۔ اب ذرا انہی علامہ علی قاریؒ کی ایک بصیرت افروز اور
 فیصلہ کن عبارت اور بھی سن لیجئے جس میں انہوں نے نہایت صفائی کے ساتھ ایسے لوگوں کے کفر پر امت کا اجماع نقل
 کیا ہے جو حضورؐ کے لئے علم کلی کے قائل ہوں اور علم نبوی اور علم النبیؐ کو کمیت اور مقدار کے لحاظ سے برابر مانتے ہوں جیسا
 کہ اس وقت آپ کا دعویٰ ہے۔

سنئے علامہ ممدوح ؒ اپنی مشہور کتاب موضوعات کبیر میں اسی مسئلہ پر کلام کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

وَمَنْ اَعْتَقَدَ تَسْوِيَةَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَسُولِهِ يَكْفُرُ اَجْمَاعًا كَمَا لَا يَخْفَىٰ

یعنی جو شخص علم الہی اور علم نبویؐ کی برابری کا عقیدہ رکھے وہ بالاجماع کافر ہے۔

کئے مولوی صاحب ! کیا یہی علامہ علی قاری ؒ کا عقیدہ علم غیب کے بارے میں آپ کے موافق ہیں ؟

لیجئے آپ فتویٰ کفر کا بھی مطالبہ کر رہے تھے ، علامہ علی قاری ؒ نے آپ سب لوگوں پر اجماعی کفر کا حکم لگا کر آپ کی

اس خواہش کو بھی پورا کر دیا۔ یہاں تک تو آپ کی تقریر کا جواب تھا اب میں پھر اپنے دلائل کی طرف رجوع کرتا ہوں

پچھلی تقریروں میں میں دس آیتیں اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کر چکا ہوں ، ان سب سے قطعی اور

صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت قیامت کا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا۔ ان تمام آیات کی

تفسیر میں ائمہ مفسرین ؒ سے پیش کر چکا ہوں اور جو کچھ تاویلین آپ نے ان کی کیں ان سب کے جوابات بھی بعد اللہ دے

چکا ہوں جن کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

اب میں مزید تائید کے لئے چند حدیثیں بھی اس مضمون کی پیش کرتا ہوں۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِشَهْرٍ

تَسْأَلُونِي عَنِ السَّاعَةِ وَإِنَّمَا عَلِمَهَا عِنْدَ اللَّهِ أَحَدِيث

یعنی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے صرف ایک مہینہ پیشتر فرماتے ہوئے سنا کہ تم

مجھ سے وقت قیامت کے متعلق سوال کرتے ہو حالانکہ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے ۔

حضرت شیخ عبدالحی دہلوی ؒ اس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے ”اشعۃ اللمعات“ میں ارقام فرماتے ہیں۔

وہ یعنی از وقت وقوع قیامت کبریٰ می پرسید آن خود معلوم من نیست و آن را جز خدا تعالیٰ

نہاند “ (اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۷۷)

یعنی حضورؐ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ لوگو ! تم مجھ سے قیامت کبریٰ کا وقت پوچھتے ہو ، پوچھنا چاہتے

ہو حالانکہ وہ خود مجھے معلوم نہیں اور اس کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا ۔

ایک اور حدیث سنئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلِمَهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّهَا
لَوْ قَتَلَهَا إِلَّا هُوَ۔

یعنی حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے وقتِ قیامت کا سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس

کام علم میرے خدا کو ہے الخ

اس حدیث کو امام احمدؒ کی روایت سے ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۷۴)

اس مضمون کی اور بھی بجزت احادیث ملتی ہیں لیکن وقت میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے میں ان کو اس وقت پیش

نہیں کر سکتا۔ صرف ایک حدیث پاک اور پیش کرتا ہوں۔ اور وہ اس مسئلہ میں میری آخری حجت ہے۔

”مسند احمد“ وغیرہ کتب حدیث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

بیان فرمایا کہ شبِ معراج میں میری ملاقات حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہم السلام سے ہوئی۔

الصلاة والسلام ہے ہوتی۔ اور ہم سب ایک جگہ جمع ہو گئے اور قیامت کا ذکر چھڑ گیا۔ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے

دریافت کیا گیا، آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کے وقت کا علم نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا، آپ نے بھی فرمایا:

کہ مجھے معلوم نہیں۔ اس کے بعد جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئی تو آپ نے فرمایا

بِمَا أَحَدٌ إِلَّا اللَّهُ يَعْنِي قِيَامَتِ كے آنے کے وقت کی خبر تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی نہیں۔ (مسند احمد ص ۳۷۵ ج ۱)

حضرت مسیح علیہ السلام کے اس فیصلہ کن جواب کی کسی نے تردید نہیں کی بلکہ اس پر اجماع اور اتفاق ہو گیا اس

سے ثابت ہوا کہ وقت قیامت کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہ ہونا خدا کے تمام ادلو العزم اور مقدس رسولوں کا اجماعی مسئلہ ہے۔

اور اس سے اختلاف کرنا گویا اللہ کے ان تمام جلیل القدر اور اولوالعزم رسولوں سے اختلاف کرنا ہے وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ

رَبِّ الْعَالَمِينَ وَمَنْ لَوْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ -

آیات قرآنی، احادیث نبوی اور پھر بعض صحابہؓ و تابعینؓ اور ائمہ فہرینؒ کے ارشادات تو سجدہ اللہ نہیں ہے۔

کافی پیش کر چکا۔ اب آخر میں ایک ایسی ہستی کا ارشاد آپ کے سامنے رکھتا ہوں جس سے عقیدت کے آپ حضرات بہت

زیادہ مدعی ہیں۔ اور وہ ہستی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ سنئے! اور بگوش ہوش سنئے!

حضرت ممدوح اپنی مبارک تصنیف غنیۃ الطالبین میں ارشاد فرماتے ہیں۔

كُلُّ مَا فِي الْقُرْآنِ وَمَا أَدْرَاكَ فَقَدْ أَعْلَمَ اللَّهُ آيَاتِهِ وَمَا فِيهِ
وَمَا يُدْرِيكَ فَلَمْ يُذِرْهُ وَلَمْ يُطْلِعْهُ عَلَيْهِ كَقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا يُدْرِيكَ
لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا وَمَا يَتَّبِعُنَ لَهُ وَاقْتُهَا ۔

د غنیۃ الطالبین مطبوعہ لاہور ص ۲۴۴

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جن چیزوں کے متعلق قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے وَمَا أَدْرَاكَ فرمایا ہے اس کا علم آپ کو دے دیا ہے اور جن چیزوں کے متعلق وَمَا يُدْرِيكَ فرمایا ہے ان کی اطلاع حضور کو نہیں دی ہے جیسے کہ قیامت کے متعلق فرمایا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا وقت معلوم نہیں ہوا ۔

حضرت شیخ جیلانی علیہ الرحمۃ وقدس سرہ کی یہ صاف و صریح عبارت پیش کرنے کے بعد میں آپ سے کہتا ہوں کہ اگر قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے آپ کی تشفی نہیں ہو سکتی تو حضرت غوث اعظمؒ کے ارشاد سے ہدایت حاصل کیجئے ۔

اگرچہ اس کے بعد ضرورت باقی نہیں رہتی مگر میں اتنا محبت کو آخری حد تک پہنچانے کے لئے ایک چیز اور پیش کرتا ہوں ۔ پیر مہر علی شاہ صاحب پنجاب کے موجودہ مشائخ میں ایک امتیازی شان رکھتے ہیں ۔ اور میں نے سنا ہے کہ جن بھڑات نے آپ کو یہاں مناظرہ کے لئے بلایا ہے وہ بھی ان کو اپنا مقتدا مانتے ہیں اور غالباً آپ بھی ان کی جلالت قدر سے اس وقت انکار نہیں کر سکتے ہیں وہ اپنی کتاب ”شمس الہدیٰ“ میں مرزا قادیانی کے اس دعوے کو رد کرتے ہوئے کہ ”قیامت سات ہزار سال پر آوے گی“ ارقام فرماتے ہیں۔

”اور یہ جو لکھا ہے کہ قیامت سات ہزار سال سے پہلے نہیں آ سکتی، میں کہتا ہوں کہ یہ سات ہزار سال کی تحدید جو آپ نے لگائی ہے یہ منافی ہے لَا يُجَلِّئُهَا وَلَا يُؤَخِّرُهَا إِلَّا هُوَ کے اور انصاف احادیث کے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لاعلیٰ بیان فرمائی“

آپ اپنی جوابی تقریر میں اب ذرا یہ بھی فرمادیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور پیر مہر علی شاہ صاحب کی ان تصریحات کے بعد ان کے متعلق کیا فتویٰ ہے - بینوا و تو جروا - ؟

مولوی حسرت علی صاحب

آپ نے اس مرتبہ بڑے ناز کے ساتھ حضرت شیخ محقق دہلوی رحمہ کی عبارت ایک اور پیش کی ہے۔ مگر فی الحقیقت آپ نے حضرت شیخ

کا نام لے کر مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔ اس عبارت میں یہ کہاں ہے کہ ابن صیاد کا حال حضور کو معلوم نہیں تھا حضرت شیخ کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ ہم مسلمانوں پر اس کا حال مبہم ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس کے بارے میں وحی نہیں ہوئی لیکن اس سے تو صرف علم بالوحی کی نفی ہوتی ہے نہ کہ مطلق علم کی۔ حضور کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے علاوہ اور جو ذرائع علم عطا فرمائے تھے مثلاً مشاہدہ وغیرہ ان کے ذریعہ سے حضور کو ابن صیاد کا حال بھی معلوم تھا۔ ہاں اس کے بارے میں آپ پر وحی نہیں ہوئی۔ تو وحی نہ ہونے سے علم نہ ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے کیا جن لوگوں کو وحی نہیں ہوتی ان کو کسی بات کا علم ہی نہیں ہوتا ؟

بہر حال یہ آپ کا حضرت شیخ پر افتراء ہے کہ ان کے نزدیک حضور کو ابن صیاد کا حال معلوم نہ تھا وہ ایسا کیسے لکھ سکے ہیں وہ تو خود اسی اشعۃ اللغات میں عَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ دالی حدیث کے تحت میں فرما چکے ہیں ” پس دانستم ہرچہ بود در آسمانها و زمینها “ تو کیا ابن صیاد زمین و آسمان سے باہر کی چیز ہے ؟ اور پھر زمین و آسمان کا کیا ذکر حضرت شیخ کا عقیدہ تو یہ ہے کہ

” ہرچہ در دنیا است از زمان آدم تا نفعہ اولے بروے صلی اللہ علیہ وسلم منکشف ساختند تا احوال ہمدرا از اول تا آخر معلوم کرد “

یعنی زمانہ آفرینش آدم سے قیامت تک جو کچھ ہو گا وہ سب اللہ تعالیٰ نے حضور پر کھنول دیا اور حضور نے اول سے آخر تک اس سب کو جان لیا۔

بتلایئے کیا ابن صیاد زمانہ آدم سے قیامت تک کے درمیان ہی کی ایک مخلوق نہیں ہے ؟ اگر ہے اور حضور ہے تو حضرت شیخ کی ان عبارات سے حضور کے لئے اس کا علم بھی ثابت ہوتا ہے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شیخ مروج و حضور کے لئے اس کے علم کے حصول سے انکار کریں۔ لہذا حضرت شیخ کی عبارت کا مطلب وہی ہو سکتا ہے جو میں نے بتلایا یعنی یہ کہ

اگرچہ حضور کو وحی سے ابن صیاد کا حال نہیں معلوم ہوا لیکن دوسرے ذرا کچھ سے معلوم ہو گیا تھا اگر یہ مطلب نہ لیا جائے تو پھر حضرت شیخ کی عبارات میں تخالف و تناقض ہو جائے گا۔

میں نے شرح شفاء کی جو عبارت اپنے استدلال میں پیش کی تھی جس میں حضرت ملا علی قاری نے حضور کے حاضر و ناظر ہونے کی تصریح فرمائی ہے اس کے متعلق یہاں بھی آپ نے وہی لغو اور مضحکہ خیز بات کی ہے کہ یہ چھپے ہوئے نسخہ کی غلطی ہے اور اصل عبارت میں لَا لِاتَّ رُوْحَهُ ہے حالانکہ میں ادنیٰ ہی میں آپ کے اس جواب کو مردود کر چکا تھا۔ میں نے وہاں کہا تھا اور اب پھر کہتا ہوں کہ اس طرح تو ہر نفی کو مثبت اور ہر مثبت کو منفی بنا دیا جاسکتا ہے آپ کی یہ بات جب قابل سماعت ہو سکتی ہے کہ آپ کسی نسخہ میں لَا کا ہونا ثابت کر دیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ شرح شفاء کے کسی نسخے میں بھی اس جگہ لَا نہیں ہے اور عبارت کا سیاق بھی یہی بتلاتا ہے کہ اس جگہ لَا کا لفظ نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر بفرض وہاں لَا ہوتا تو بیل ہونا ضروری تھا اور عبارت اس طرح ہونی چاہیے تھی کہ لَا لِاتَّ رُوْحَهُ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَاضِرٌ فَبُیُوْتِ اَہْلُ الْاِسْلَامِ بَلْ لِاتَّ اللہ پس جب کہ آخر میں ”بل“ نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ شروع میں لَا بھی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جو آپ نے یہ کہا کہ اس سے پورا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا تو جتنا ثابت ہوتا ہے پہلے آپ اتنے کا اقرار کر لیجئے، باقی ہم دوسرے دلائل سے ثابت کر دیں گے۔

آپ نے اس مرتبہ بڑے زور کے ساتھ موضوعات کبیر کی عبارت پیش کی ہے۔ مولوی صاحب ! ایسی بے خبری سے مناظرہ کرتے ہو ! یہ بھی خبر نہیں کہ وہ عبارت خود ملا علی قاری کی یا انہوں نے اور کسی کی نقل کی ہے۔ وہ عبارت درحقیقت ابن قیمؒ بد مذہب کی ہے۔ اس موقع پر حضرت ملا علی قاریؒ نے اس کا طویل کلام نقل کیا ہے اور اس کا قول ہم رجحت نہیں وہ نہایت بد مذہب تھا خَذَلَهُ اللہُ تَعَالٰی وَ اَحْلَلَهُ عَلٰی عِلْمِہِ کیا اسی گمراہ بد مذہب کے قول سے آپ ہم پر رجحت قائم کرتے ہیں ؟

دوسری بات یہ ہے کہ اس میں ان لوگوں کی تکفیر کی گئی ہے جو اللہ اور رسول کے علم میں مساوات کا عقیدہ رکھیں

اور مساوات جب ہو سکتی ہے کہ جب دونوں کے لئے ایک سا علم مانا جائے۔ اور ہم اللہ کے علم کو ذاتی مانتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو عطائی کہتے ہیں تو مساوات کہاں رہی ؟

آپ نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس مرتبہ سیدنا حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی لیا ہے آپ ان مقدس اکابرین کے ارشادات کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ حضرت غوث پاک نے یہ کہاں لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت قیامت کا علم عطا بھی نہیں ہوا۔ جو عبارت آپ نے پڑھ کر سنائی ہے اس میں آپ نے خود ہی یہ لفظ پڑھے ہیں کہ لَمْ يَتَّبِعْنِ لَهُ وُقُوتُهَا کہ حضور کے لئے اس کا وقت ظاہر نہیں ہوا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ کو خود بخود معلوم نہیں لیکن ان کے مولیٰ تعالیٰ نے ان کو بتلادیا تھا۔

ایسے ہی پیر مہر علی شاہ صاحب کی جو عبارت آپ نے پیش کی ہے اس میں بھی یہ کہیں نہیں کہ حضور کو اس کا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا بلکہ اس میں صرف بعض آیتوں اور حدیثوں کا حوالہ ہے جن کے متعلق میں پہلے ہی آپ کو بتلا چکا ہوں کہ ان میں صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ پھر یہ بھی آپ نے غلط کہا کہ وہ ہم لوگوں کے مقتدار ہیں۔ حضرت صاحبزادے صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ وہ تو خود ہمارے یہاں کی گدھی کے مرید ہیں۔

اس مرتبہ آپ نے جو تین حدیثیں علم قیامت کے متعلق اور پیش کی ہیں ان میں سے بھی کسی ایک میں یہ مذکور نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم عطا نہیں فرمایا بلکہ ان کا منشاء صرف اتنا ہے کہ اس کا علم بالذات صرف خدا کو ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل علم نہ ہونے پر ان حدیثوں کی کوئی دلالت نہیں۔ مولوی صاحب ! آپ نے ملا علی قاری کی طرف جھوٹی نسبت کر کے کہا تھا کہ انہوں نے موضوعات کبیر میں ان لوگوں کو کافر کہا ہے جو اللہ و رسول و جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم میں مساوات کے قائل ہوں۔ اس کا جواب تو میں دے چکا کہ یہ آپ کا سفید جھوٹ ہے۔ وہ عبارت ملا علی قاری کی اپنی نہیں بلکہ ابن قیم بد مذہب سے انہوں نے نقل کی ہے۔ اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اکابر علماء امت نے ایسے لوگوں کو عرفاء کاملین میں شمار کیا ہے جو حضورؐ کے لئے تمام معلومات النبیہ کا علم مانتے ہیں۔ سنتے !

حضرت شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دراج شریف ج ۱ ص ۱۷۵ میں فرماتے ہیں۔

از بعض صحابہ از اہل فضل شنیدہ شد کہ بعضی از عرفا کتبہ نوشتہ و در ان اثبات

کرده کہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم را تمامہ علوم الہی معلوم ساختہ بودند

یعنی بعض صحابین اہل فضل سے سنا گیا ہے کہ بعض عارفین نے ایک کتاب لکھی تھی اور اس

میں ثابت کیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام معلومات الہیہ کا علم عطا فرمایا گیا تھا۔

دیکھئے ! حضرت شیخ محقق دہلوی رضی اللہ عنہ نے اولیائے کرام کا یہی مذہب نقل فرمایا اور ان کو عارف

بتلایا۔ اور آپ کے فتوے سے معاذ اللہ یہ حضرات عرفاء کافر ہوئے۔ اور چونکہ حضرت شیخ نے ان کو عارف لکھا ہے

لہذا وہ بھی کافر ہوئے اور پھر چونکہ آپ حضرت شیخ کو مسلمان بلکہ مسلمانوں کا پیشوا مانتے ہیں اس لئے آپ بھی اپنے

ہی فتوے سے کافر ہو گئے۔

ابھجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد پھنس گیا

مولوی منظور صاحب ! دیکھا ؟ علم غیب ماننے والوں کو کافر کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی خود کافر ہو جاتا ہے

اب میں قرآن سے ثابت کر کے دکھاتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے منکر کافر ہیں۔ تفسیر ابن جریر

میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شخص کی اونٹنی گم ہو گئی تھی، اس کی تلاش تھی۔ خدا

کے محبوب علام الغیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا کہ جاؤ، اونٹنی فلاں جگہ میں فلاں جگہ ہے اس پر ایک منافق بولا۔

يُحَدِّثُنَا مُحَمَّدٌ أَنَّ نَاقَةَ فُلَانٍ بِوَادٍ كَذَا وَكَذَا وَمَا يُدْرِيهِ بِالْغَيْبِ .

یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں جگہ ہے، وہ غیب کیا جانیں۔

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَلَيْنُ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ بِأَمْرِ اللَّهِ

أَيَّامِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ لَا تَقْعَدُوا قَدْ كَفَرْتُمْ

بَعْدَ إِيمَانِكُمْ = یعنی یہ گستاخ اس گستاخی کی وجہ سے کافر ہو گئے اور اب ان کا

کوئی عقد سموع نہ ہوگا۔

اس سے صاف ظاہر ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے منکر کافر ہیں۔ واللہ اعلم۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد حمد و صلوة) مجھے حیرت بھی ہوتی ہے اور افسوس بھی کہ آپ، لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے نصوص شرعیہ میں کس قدر

سخت تحریریں کرتے ہیں۔ آپ نے ابھی تفسیر ابن جریر کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ایک منافق کا یہ گستاخانہ قول ہے: **يُحَدِّثُنَا مُحَمَّدٌ أَنَّ نَاقَةَ فُلَانٍ بَوَّادٍ كَذَّاءٌ وَكَذَّاءٌ وَمَا يُدْرِيه بِالْغَيْبِ**۔ اور اس کی اسی گستاخی پر قرآن نے اس کو کافر کہا ہے۔ ایک معمولی عربی جاننے والا

بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس منافق کے اس ناپاک قول کا مطلب یہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بوجہ الٰہی غیب کی باتوں کی بالکل خبر نہیں اور گویا آپ کا وحی کا دعویٰ (معاذ اللہ) بالکل جھوٹ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا کہنا یا اس قسم کے ناپاک خیال رکھنا یقیناً کفر ہے۔ بے شک جو بیخبت حضور علیہ السلام کے متعلق یہ کہے کہ معاذ اللہ آپ کو امر غیب کی بالکل بھی اطلاع نہیں تھی، اور وحی سے آپ کو غیب کی کوئی بات بھی معلوم نہیں ہوتی وہ یقیناً اور قطعاً کافر

ہے۔ لیکن یہاں تو بحث علم غیب کی میں ہے تو اگر آپ کے نزدیک علم غیب کلی کا انکار بھی کفر ہے اور آپ کا خیال یہی ہے کہ اس منافق نے **وَمَا يُدْرِيه بِالْغَيْبِ** گمراہ حضور کے صرف علم غیب کلی کی نفی کی تھی جس کے آپ مدعی ہیں اور اسی کے انکار کی وجہ سے قرآن نے اس پر کفر کا فتوے لگایا تو پھر یہ تکفیر صرف ہم ہی تک نہیں پہنچے گی بلکہ اس صورت میں تو معاذ اللہ تمام وہ اکابر ملت صحابہ و تابعین و ائمہ مفسرین بھی کافر ٹھہریں گے جن کے ارشادات اور جن کی عبارات میں آپ کے سامنے اب تک پیش کر چکا ہوں۔ اور حد یہ ہے کہ سینا شیخ عبدالقادر

جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے اس فتوے کفر کی زد میں آجائیں گے کیوں کہ وہ بھی ہرگز علم غیب کلی کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ وقت قیامت کے متعلق میں ان کی تصریح ابھی ابھی ان کی مبارک کتاب ”غیۃ الطالبین“

سے پیش کر چکا ہوں اور اس میں جو تاویل آپ نے کی ہے کہ حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب صرف علم ذاتی کی نفی کرنا ہے وہ اس قدر مہمل ہے کہ صرف ایسا ہی شخص اس کو پیش کر سکتا ہے جس کو عربی زبان سے مفسر

نہ ہو، اس میں صاف الفاظ میں مذکور ہے۔

وَمَا يَذُرُّكَ فَلَمْ يَذُرْهُ وَلَوْ يُطْلَعُهُ عَلَيْهِ حَقُّرُهُ
عَزَّ وَجَلَّ وَمَا يَذُرُّكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ۝

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جسے قیامت کی اطلاع نہیں دی۔
کیا لَوْ يَذُرُّهُ اور لَوْ يُطْلَعُهُ عَلَيْهِ کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ حضرت شیخ ؒ صرف علم ذاتی
کی نفی کر رہے ہیں انتہائی بے ہالت نہیں ہے ؟ اگر آپ کے پلیٹ فارم پر کوئی معمولی عربی دان بھی موجود ہے تو
میں اس سے درخواست کروں گا کہ وہ اس معاملہ میں اظہار رائے کرے۔ هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ ۝
اسی طرح حضرت پیر مرعلی شاہ صاحب ؒ کی عبارت کے متعلق یہ کہنا کہ اس میں صرف علم ذاتی کی نفی ہے
اس سے بھی بڑھ کر بے ہالت کا ثبوت دینا ہے اگر ان کی عبارت کا مطلب یہ لیا جائے تو پھر تو مرزا قادیانی کا مدعا
ثابت ہو جائے گا جس کی وہ تردید کر رہے ہیں اور ان کا کلام لغو و فحل قرار پائے گا۔ کیونکہ مرزا نے یہی لکھا تھا کہ قیامت
سات ہزار سال پر آئے گی۔ اس کے رد میں پیر صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ یہ سات ہزار کی تحدید منافی ہے ” لَا
يُجَلِّيهَا لَوْ قَتَّيْهَا إِلَّا هُوَ “ کے اور ان احادیث کے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت قیامت
سے لاعلمی بیان فرمائی ہے۔ اب اگر خدا نے تھوڑی سی بھی عقل دی ہو تو سوچئے کہ جن آیات و احادیث
کا پیر صاحب نے حوالہ دیا ہے اگر ان کے نزدیک صرف علم ذاتی کی نفی تھی تو وہ مرزا کے دعویٰ کے کس طرح خلاف ہو
سکتی ہیں کیونکہ وہ علم ذاتی کا کب مدعی ہے ؟ بلکہ اس صورت میں تو مرزا کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا اور پیر صاحب
کی بات غلط ہو جائے گی۔ بہر حال کچھ تو سوچ سمجھ کر بات کہنا کیجئے یا آپ کے نزدیک بس بولے جانے کا نام مناظرہ
ہے ؟

بات طویل ہو گئی، میں اصل میں عرض یہ کر رہا تھا کہ مَا يَذُرُّكَ بِالْغَيْبِ کا مطلب اگر یہ لیا جائے
کہ وہ منافق صرف علم غیب کلی کا منکر تھا جس کے آپ لوگ مدعی ہیں اور اسی بنا پر آپ کے نزدیک قرآن نے اس کو
کافر کہا تو پھر یہ تکفیر ان تمام بزرگان دین تک متعدی ہوگی جن کے ارشادات میں پیش کر چکا ہوں۔ یعنی کہ حضرت پیران
پیر رحمۃ اللہ علیہ اور پیر مرعلی شاہ صاحب کو بھی آپ کو کافر کہنا پڑے گا۔ کیجئے ! کیا آپ اس کے لئے تیار
ہیں ؟ اور پھر اسی پر بس نہیں، سب سے بڑی قیامت آپ کے لئے یہ ہے کہ اپنے پیر و مرشد مولوی احمد رضا

خان صاحب بریلوی کو بھی کافر مانا پڑے گا، کیونکہ وہ خود علم غیب کی کھنکھائی میں۔ چنانچہ اپنی مائے ناز کتب
 ”الدولۃ المکیہ“ کے صفحہ ۳۸ پر لکھتے ہیں

وَلَا نُنَبِّتُ بِعَطَائِرِ اللَّهِ تَعَالَى إِلَّا الْبَعْضَ

اور پھر خود ہی اپنے دوسرے رسالے ”خالص الاعتقاد“ میں اسی عبارت کو نقل کر کے ان لفظوں میں اس

کا ترجمہ کرتے ہیں۔ ”اور ہم عطائر الہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع“ (خالص الاعتقاد ص ۲۳)
 نیز اسی ”الدولۃ المکیہ“ کے صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں۔

إِنَّا لَا نَدَّعِي أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَحَاطَ بِجَمِيعِ
 مَعْلُومَاتِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فَإِنَّهُ مُحَالٌ لِلْمَخْلُوقِ -

یعنی ہم اس کے مدعی نہیں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام معلومات النبیہ کا علم حاصل
 تھا کیونکہ وہ مخلوق کے لئے حاصل ہونا محال ہے۔

پس اب آپ کو چاہئے کہ سب سے پہلے اپنے پیر و مرشد فاضل بریلوی کو کافر کہیں، کیونکہ وہ علم کلی کے نہ صرف
 منکر ہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مخلوق کے لئے اس کے حصول کو محال کہتے ہیں۔ کہئے! کیا ہے اتنی بہت؟
 آن شوخ سرخ جامہ سوار سمند شد
 یاراں! حذر کنید کہ آتش بلند شد

الغرض آپ کی پیش کردہ اُس روایت میں دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو پر تمام اکابر امت کو حتیٰ کہ حضرت غوث اعظم
 اور اپنے پیر و مرشد مولوی احمد رضا خان صاحب کو بھی آپ کو کافر کہنا پڑے گا، اور دوسرے پہلو سے وہ ہم پر حجت
 نہیں، ہمارا عقیدہ بھی وہی ہے۔

میں نے اپنی پچھلی تقریر میں ”اشعۃ اللمعات“ سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی جو ایک فیصلہ کن
 عبارت ابن صیاد کے متعلق نقل کی تھی اس کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ اس سے مطلق علم کی نفی نہیں نکلتی بلکہ صرف
 علم بالوحی کی نفی نکلتی ہے۔

یہ جواب بھی اس قدر مہمل ہے کہ ہر معمولی سمجھ رکھنے والا بھی اس کی لغویت کو سمجھ سکتا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

در بالجملہ حال دے مبہم است و در این باب بر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی نہ شدہ ۔

ہر معمولی فارسی دان بھی اس کی روشنی میں سمجھ سکتا ہے کہ شیخ دہلوی کے نزدیک ابن صیاد کا حال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم پر پوشیدہ رہا اور وحی الہی نے بھی اس ابہام کا پردہ نہیں اٹھایا ۔

حضرت شیخ رحمہ کی یہ صاف و صریح عبارت اس بات کا زبردست قرینہ ہے کہ ان کی جن عبارتوں میں عموم و استغراق

کے الفاظ ہیں ان میں استغراق عرفی مراد ہے ورنہ اگر آپ کی طرح حضرت شیخ رحمہ بھی علم کلی کا عقیدہ رکھتے تو ابن صیاد کے

متعلق ہرگز یہ نہ لکھتے ۔ نیز وقت قیامت کے متعلق یہ نہ فرماتے کہ در آن را جز خداوند تعالیٰ کے نہ داند و دے تعالیٰ

پہنچ کس را از ملائکہ و رسل بر آن اطلاع ندادہ ۔

شرح شفاء سے آپ نے جو عبارت پیش کی تھی لَآ اِنَّ رُوْحَهُ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ

میں نے بر بنائے تسلیم اس کا جواب یہ دیا تھا کہ اس سے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا ، بلکہ دعویٰ کا دسواں بیسواں

جزء بھی ثابت نہیں ہوتا ۔ اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ اچھا جتنا ثابت ہوتا ہے پہلے اس کو مان لو ، باقی ہم

دوسرے دلائل سے ثابت کر دیں گے ۔ مجھے رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے کہ آپ اس قدر لالینی باتیں کس طرح کرتے ہیں ۔

میرے جواب کا منشا یہ تھا کہ از روئے اصول مناظرہ وہ دلیل نہیں پیش کی جاسکتی جو کل دعویٰ کو ثابت نہ کر سکے ۔ پس

یا تو آپ دلیل کو واپس لیں یا اپنے دعویٰ کو واپس لے کر اس کے مطابق محدود دعویٰ کریں ، کل کا دعویٰ کرنا اور اس

کے ثبوت میں ایسی ناقص دلیل پیش کرنا جو اس کے دسویں بیسویں حصے کو بھی ثابت نہ کر سکے اسی شخص کا کام ہے جس کو

اصول مناظرہ کی ہوا تک نہ لگی ہو ۔

میں نے ایک جواب اس عبارت کا یہ بھی دیا تھا کہ اصل میں وہ نسخہ کی غلطی ہے اور اصل عبارت یوں ہے

لَا اِنَّ رُوْحَهُ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور اہل مطبع کی غلطی یا کسی محرف کی تحریف سے بجائے اس کے

ای لَ اِنَّ رُوْحَهُ اللہ چھپ گیا ہے اور میرے پاس اس کے دوزبردست قرینے ہیں ۔ ایک یہ کہ اگر اس جگہ

” لَا “ نہ مانا جائے تو پوری عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ جب کوئی شخص کسی گھر میں داخل ہو اور اس میں اہل خانہ

موجود ہوں تو ان کو سلام کرے اور اگر گھر میں کوئی موجود نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے ۔ کیوں کہ

آپ کی روح مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے ۔ اگر غور کیا جائے تو یہ تعلیل اس صورت میں بالکل لغو ہے اس لئے کہ

روح مبارک کے ہر گھر میں حاضر ہونے کا مقتضی تو یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی گھر میں داخل ہو خواہ وہ مسکونہ ہو یا غیر مسکونہ، اس میں اہل خانہ موجود ہوں یا نہ ہوں، بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجا جائے روح مبارک کے تمام گھروں میں ہونے کا یہ مقتضی کیسے ہو سکتا ہے کہ جن گھروں میں کوئی نہ ہو پس ان گھروں میں داخل ہوتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجا جائے۔ ہاں اگر عبارت اس طرح ہوتی کہ

لَاَنَّ رُوحَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرَةٌ فِي الْبُيُوتِ الْخَالِيَةِ

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک خالی اور غیر آباد گھروں ہی میں رہتی ہے۔ تو بے شک کسی گھر میں یہ تعلیل درست ہو جاتی۔ الغرض اگر اس عبارت کو صحیح مانا جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ دلیل دعویٰ کے اور علت معلول کے مطابق نہ ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ روح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب مسلمانوں کے گھر میں ہونا بالکل بے بنیاد اور بے اصل خیال ہے۔ شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہیں۔ اور حضرت ملا علی قاریؒ سے یہ بعید ہے کہ ان کے قلم سے کوئی ایسی بے اصل اور بے بنیاد بات نکلے۔ یہ دو قرینے اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہاں عبارت میں تصحیف اور تحریف ہوئی ہے اور اصل عبارت یوں تھی لَا لِأَنَّ رُوحَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور گویا ملا علی قاریؒ یہاں ایک پیدا ہونے والے وہم کا ازالہ فرما رہے ہیں۔ متن شفاء میں جو مسئلہ مذکور ہوا تھا کہ اگر کسی خالی گھر میں کوئی جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے، اس سے یہ وہم ہو سکتا تھا کہ شاید یہ حکم اس لئے ہے کہ حضورؐ کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر رہتی ہے تو اس وہم کے دفعہ کے لئے علامہؒ نے یہ تصریح فرمادی کہ یہ حکم اس لئے نہیں ہے۔ رہا آپ کا یہ فرمانا کہ پھر اس صورت میں ”بَلَىٰ“ ہونا چاہئے تھا تو اس کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ صرف اس وہم کے دفعہ کر دینے سے یہ پہلو خود بخود متعین ہو جاتا ہے کہ یہ ایک تعبدی حکم ہے اور اس لئے ”بَلَىٰ“ کی ضرورت نہیں رہتی۔ الغرض ان زبردست قرآن کی بنیاد پر میں کہتا ہوں کہ اصل نسخہ میں اس جگہ ”لَا“ تھا اور اس صورت میں آپ کا استدلال بالکل ہی ختم ہو جاتا ہے۔

میں نے موضوعات کبیرے جو عبارت پیش کی تھی اس کے متعلق آپ نے خوف خدا سے بالکل ہی بے پرواہ ہو کر کہا ہے کہ وہ ”ابن قیم“ بد مذہب، کی عبارت ہے پھر خذ لہ اللہ تعالیٰ واصلہ علیٰ علمہ

کہہ کر آپ نے مزید ثواب حاصل کیا ہے۔ خیر اس کا انتقام تو ان کلابِ تعالیٰ خود لے گا البتہ یہاں کے حاضرین کو بھی اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ آپ کی بدگوئیوں کا نشانہ ہم گنہگار ہی نہیں ہیں بلکہ اللہ کے وہ نیک بندے بھی آپ کی اس کفرانہ کاشکار ہیں جن کے متعلق خدا کی رحمت سے امید ہے کہ اب سے پانچ چھ سو برس پہلے جنت الفردوس میں پہنچ چکے ہوں گے۔

گھاتل تری نظر کا نبوع دگر ہر ایک

زخمی کچھ ایک بندہ درگاہ ہی نہیں

میں اس وقت علامہ ابن قیمؒ کی علمی عظمت اور دینی جلالت کے متعلق کچھ زیادہ نہیں کہنا چاہتا کیونکہ وہ اصل موضوع بحث سے خارج ہے اور پھر میرے وقت میں بھی زیادہ گنجائش نہیں تاہم اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اس کے سلمِ علم نے ان کے مستقل مناقب لکھے ہیں۔ خود علامہ قاریؒ اور حافظ عماد الدین ابن کثیر صاحب تفسیرؒ نے ان کی بہت زیادہ تعریف لکھی ہے اور ان کی عظمت و جلالت کا اعتراف نہایت بلند الفاظ میں کیا ہے۔ علامہ شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ردالمحتار کتاب الجنائز میں ان کا ذکر عزت کے کلمات میں کیا ہے۔

اور ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات کبیر میں جہاں ان کا ایک طویل کلام نقل کیا ہے وہاں ان کا ذکر اسی طور پر کیا ہے جس طرح کہ ائمہ دین کا کیا جاتا ہے۔ خیر یہ تو ان کی جلالتِ قدر اور رفعتِ شان کے متعلق چند مختصر اشارات میں نے کئے ہیں۔ اب اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

میں نے جو عبارت موضوعات کبیر کی پیش کی تھی آپ نے اس کا جواب ایک تویہ دیا کہ وہ عبارت خود ملا علی قاریؒ کی نہیں بلکہ ابن قیمؒ کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آپ نے بالکل غلط اور محض جھوٹ کہا۔ جو عبارت میں نے پیش کی ہے اور جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم کلی ماننے والوں کی اجماعی تکفیر موجود ہے وہ خود علامہ قاریؒ کی ہے جو قُلْتُ کے لفظ سے شروع ہے۔ ہاں بے شک اس سے پہلے حافظ ابن قیمؒ کی عبارت ہے جس کو علامہ قاریؒ نے حق جان کر نقل کیا ہے اور اپنی کتاب کا جزہ بنایا ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ لفظ قُلْتُ سے شروع کر کے جو عبارت لکھی ہے اس سے ان کی غرض حافظ ابن قیمؒ کی تائید ہی ہے جیسا کہ ہر وہ شخص سمجھ سکتا ہے جس کو عربی کی معمولی سی بھی مناسبت ہو۔ الغرض موضوعات کبیر سے جو عبارت میں نے پیش کی ہے کہ مَنِ اعْتَقَدَ تَسْوِيَةً عَلَيْهِ

اللّٰهُ رَسُوْلُهُ يَكْفُرُ اِجْمَاعًا وَهٖ تَقِيْنًا وَقَطْعًا خُود عَلَامَةُ قَارِي هُوَ كِي هَے ۔

دوسری عجیب بات آپ نے اس کے جواب میں یہ کہی ہے کہ اللہ و رسول کے علم میں مساوات جب ہو سکتی ہے جب دونوں کے لئے ایک سا علم مانا جائے۔ یعنی دونوں کے لئے ذاتی یا دونوں کے لئے عطائی تسلیم کیا جائے۔ اور ہم چونکہ اللہ کا علم ذاتی مانتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطائی اس لئے ہمارے عقیدے کی بنا پر علم میں مساوات لازم نہیں آتی اور اس واسطے موضوعات کبیر کی عبارت ہمارے عقیدے سے غیر متعلق ہے۔ اس کا جواب بجائے اس کے کہ میں خود دوں آپ کے پیرو مرشد اعلیٰ حضرت بریلوی کی زبان سے سنا دینا چاہتا ہوں۔ سنئے! اور بگوش ہوش سنئے! وہ اپنی کتاب "الدولة المحيية" کے حاشیہ ص ۱۲ پر موضوعات کبیر کی اسی عبارت میں

اَعْتَقَدَ تَسْوِيَةَ عَلِيٍّ وَاللّٰهِ اَلَا بِرَبْحَتٍ كَرْتِهٖ يَهْرُءُ نَكْتِهٖ هِي

وَ اِنْ اَرَادَ مُجَرَّدَ التَّسْوِيَةِ فِي الْمَقْدَارِ كَمَا هُوَ ظَاهِرٌ كَلَامِهِ اَلَا

اس سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کے پیرو مرشد فاضل بریلوی کے نزدیک بھی اس عبارت میں مساوات فی المقدار مراد ہونا ظاہر کلام ہے۔ لہذا آپ نے جو توجیہ کی وہ خلاف ظاہر ہوئی۔ بہر کیف علامہ علی القاری ؒ کی وہ عبارت صراحتاً اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو علم الہی کے برابر مانتے ہیں جیسا کہ اس وقت آپ کا دعویٰ ہے وہ بالاجماع کافر ہیں۔

آپ نے مدارج النبوت کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے لوگوں کو عرفاء میں شمار کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آپ کا محض اقتراء ہے اور آپ نے حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی عبارت میں نخیانت کی ہے آپ برائے کرم مدارج النبوت میرے پاس بھیج دیجئے، اس میں اسی موقع پر حضرت شیخ ؒ نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ عقیدہ بہت سے نصوص شرعیہ کے خلاف ہے۔ اور معلوم نہیں کہ ان بزرگوں کے کلام کا مقصد کیا ہے ؟ الغرض حضرت شیخ ؒ نے اس عقیدے کو نصوص شرعیہ کے خلاف بتلایا ہے۔ البتہ چونکہ حضرت شیخ ؒ نے ان لوگوں کی عبارات خود نہیں دیکھیں اس لئے حسن ظن کے طور پر یہ سمجھا کہ شاید ان کا کچھ اور مقصد ہو اسی وجہ سے ان پر کفر وغیرہ کا حکم نہیں کیا۔ اور بے شک جب تک کہ کسی کے متعلق قطعی طور پر یہ نہ معلوم ہو جائے کہ وہ ایسا گمراہانہ عقیدہ رکھتا ہے تو محض سنی سنائی باتوں پر اس کی تکفیر یا تفصیل نہیں کی جاسکتی۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت شیخ رحمہ نے علم کلی کے عقیدے کو صائب لفظوں میں نصوص قطعیہ کے خلاف لکھ کر مسئلہ واضح کر دیا۔ اور جن بزرگوں کے متعلق آپ کو یہ بتلایا گیا کہ وہ اس کے قائل ہیں، جو کہ ان کی اصل عبارات حضرت شیخ کے سامنے نہیں تھیں اور ان کی مراد کا علم ان کو نہیں تھا اس واسطے تحیضاً للظن ان کو عارف لکھا اور یہ ظاہر کر دیا کہ معلوم نہیں کہ ان کی کیا مراد ہوگی اور ان کے کلام کا کیا مطلب ہوگا ورنہ ظاہر ہے کہ جو شخص نصوص شرعیہ کے خلاف عقائد رکھتا ہو اس کو حضرت شیخ عارف لکھ سکے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ میں آپ کی تمام چیزوں کا جواب دے چکا اور چونکہ مدعی ہونے کی حیثیت سے میری یہ آخری تقریر ہے اس لئے اب میں کوئی نئی دلیل پیش کرنا نہیں چاہتا۔ البتہ حاضرین سے یہ درخواست ضرور کر دوں گا کہ وہ غور کریں اور انصاف سے کام لیں۔

محترم سامعین! کیسا ہی باطل پرست ہو، مناظرہ میں اس کی زبان بند نہیں ہوا کرتی۔ حق و باطل کا فیصلہ دلائل سے ہوتا ہے۔ میں نے جو دعویٰ شروع میں کیا تھا کہ علم کلی محیط تفصیلی صرف حق تعالیٰ کو ہے اور جو کسی مخلوق کے لئے بھی اس کے برابر علم مانے وہ کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ الحمد للہ میں اس کے ثبوت سے سبکدوش ہو چکا اور میں نے آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور ارشادات سلف صالحین سے اس کا اتنا روشن ثبوت پیش کر دیا کہ اس کے بعد ہمارے مخالفین کے لئے کوئی عذر باقی نہیں رہ سکتا۔ میرے مخاطب مولوی حسنت علی صاحب نے بھی آیتیں اور حدیثیں پڑھیں، لیکن میں نے بحمد اللہ سلف امت ہی کے ارشادات سے ان کے جوابات دیئے کہ جن کے جواب الجواب مولوی حسنت علی صاحب کچھ نہیں دے سکے اور نہ قیامت تک دے سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ لا جواب ہیں۔ اور میرے دلائل کے متعلق مولوی حسنت علی صاحب نے جو کچھ کہا، میں الحمد للہ اس کے لفظ لفظ کا جواب دے چکا۔ یہ پہلا منظر ختم ہو چکا۔ اب دوسرا سلسلہ شروع ہوگا۔ مسئلہ یہی ہوگا۔ البتہ اس میں مولوی حسنت علی صاحب کی حیثیت مدعی کی ہوگی۔ آپ حضرات نے جس طرح اب تک صبر و سکون سے سنا میں امید کرتا ہوں کہ آخر تک آپ اسی صبر و سکون سے سنیں گے۔ اب میں مولوی حسنت علی صاحب سے درخواست کر دوں گا کہ وہ حسب قرار مدعی بلکہ وکیل مدعی کی حیثیت سے اپنے موکل صاحبزادہ صاحب کے دعویٰ و علم غیب کلی کا ثبوت پیش کریں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

خَيْرِ خَلْقٍ مُّحَمَّدٍ رَّالِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

پہلے دن کا یہ مناظرہ جس میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ
نوٹ از مرتب غفرلہ

مدعی تھے چار گھنٹے ہوا، تین گھنٹے سے کچھ کم ۱۴ ذی الحجہ کو ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ فریقین کی تقریروں کو بلا کسی کی پیشگی پیش کریں۔
تاہم اتنا تصرف ہم نے ضرور کیا ہے کہ فریقین کی تقریروں کے بعض مکرر اجزاء کو کہیں کہیں حذف کر دیا۔

نیز مولوی حسرت علی صاحب اپنے خاص انداز میں جو دل آزار فقرے حضرت مولانا شاہ حسین علی صاحب یا حضرت
مولانا محمد منظور صاحب یا مولانا منور الدین صاحب یا ان کے اکابر مرحومین کے متعلق کہہ کر اپنی مخصوص بریل یا نہ تنزیب
کا مظاہرہ کرتے تھے ان کو ہم نے یہاں بالعقد قلم انداز کر دیا کہ ان کے نقل کرنے میں طول بھی ہوتا اور وہ ناظرین کے
لئے صرف تکدر طبع ہی کا باعث ہو سکتے تھے، اس کے علاوہ کوئی تصرف ہم نے نہیں کیا۔ اور پورے وثوق کے ساتھ
ہم کہہ سکتے ہیں کہ کسی فریق کی کوئی دلیل یا مناظر کا کوئی جواب ہم نے اپنی دانست میں نقل کرنے سے نہیں چھوڑا ہے
اور نہ کسی کی تقریر میں کوئی اضافہ کیا ہے۔ بہر حال ہم نے اپنی طرف سے رد و داد تو ایسی کی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے
پوری طرح انصاف کی کوشش کی ہے۔ تاہم اگر کسی جگہ ہمارے قلم سے کوئی لغزش ہوئی ہو اور کوئی بات اصلیت
سے کم یا زیادہ لکھی گئی ہو تو اس کے لئے ہم اپنے خدا سے معافی کے خواستگار ہیں۔

❖

❖

❖

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ نے اپنی آخری تقریر میں علامہ ابن القیمؒ کے متعلق فرمایا تھا کہ
حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی بہت زیادہ تعریف کی ہے اور ان کی عظمت و جلالت کا اعتراف نہایت
شامدار الفاظ میں کیا ہے، لیکن وہاں حضرت علی قاریؒ کی وہ عبارت پیش نہیں ہوئی تھی، ہم مولانا ممدوح
ہی سے اصل عبارت حاصل کر کے تکمیل فائدے کے لئے یہاں درج کرتے ہیں۔

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ”جمع الوسائل فی شرح الشامل“ میں علامہ ابن القیمؒ

اور ان کے اساتذہ امام ابن تیمیہؒ کے متعلق ارقام فرماتے ہیں۔

”وَمَنْ طَاعَ شَرْحَ مَنَازِلِ السَّائِرِينَ تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّ مَا كَانَا مِنْ

اَكْبَرِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ وَ مِنْ اَنْبَاءِ هَذِهِ الْاُمَّةِ

(جمع الوسائل فی شرح السامع ص ۲۰۸ مطبوعہ مصر)

یعنی جو شخص ابن قیمؒ کی کتاب ”شرح منازل السائرين“ کا مطالعہ کرے اسے معلوم ہو جائے گا کہ

وہ دونوں علامہ ابن قیمؒ اور امام ابن تیمیہؒ اکابر اہل سنت و جماعت اور امت محمدیہ کے

اولیاء اللہ میں سے تھے۔“

اسی کے ساتھ علامہ سیوطیؒ کی ایک شہادت بھی ملاحظہ ہو۔ اپنی کتاب ”بغیۃ الوعاة“ میں فظ

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

صَنَّفَ وَ نَظَرَ وَ اجْتَهَدَ وَ صَارَ مِنَ الْاِئِمَّةِ الْكِبَارِ فِي التَّفْسِيرِ وَ

الْحَدِيثِ وَ الْفُرُوعِ الْخ

یعنی علامہ ابن قیمؒ نے بہت سی تصنیفیں کیں، اہل باطل سے مناظرے کئے اور مجتہدانہ طور پر شریعت

کی خدمت کی اور تفسیر و حدیث اور فقہ میں ائمہ کبار میں سے ہوئے۔“

❖

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی آخری تقریر کے بعد مولانا عبدالحقان صاحب صدر من جانب اہلسنت

نے مختصر تقریر فرمائی اور حاضرین کو بتایا کہ مناظرہ کی پہلی قسط ختم ہو گئی۔ اب دوسرا مناظرہ شروع ہوتا ہے۔ اور ساتھ

ہی مولوی حشمت علی صاحب سے درخواست کی کہ وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں تقریر شروع فرمائیں۔ لیکن پہلے مناظرہ

میں جو چیزیں پیش کی جا چکی ہیں اب ان کا ذکر کر کے پھر انہی کی تکرار کے لئے راستہ دکھولیں اور یہی استدعا آپ نے مولانا

محمد منظور صاحب سے بھی کی۔ اور اس کے بعد دوسرا مناظرہ شروع ہو گیا۔ جس کی کاروائی اب درج کی جاتی ہے۔

ناچیز مرتب غفرلہ

دوسرا مناظرہ

مولوی حسرت علی صاحب

ایک طویل مگر خالص بریلو یا نہ خطبہ کے بعد ہے

نالہ بلبلی شیدا تو سنا ہنس نہیں کر ۛ اب جگر تھام کے بیٹھو کہ میرا نمبر آیا
حضرت گرامی ! اب تک جو مناظرہ ہوا اس میں مدعی مولوی منظور صاحب تھے اور ان کا دعویٰ یہ تھا کہ ،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا اور جو حضور اقدس کے علم غیب کا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔ آپ حضرات
نے دیکھ لیا کہ مولوی صاحب دونوں باتوں میں سے کچھ بھی ثابت نہیں کر سکے۔ علم نہ ہونے پر تو انہوں نے دوچار غلط
سلط و دلیلیں پیش بھی کیں جن کی دھجیاں میں نے اڑا دیں لیکن کفر کی تو وہ کوئی برائے نام دلیل بھی پیش نہیں کر سکے۔
اب لیجئے میرا نمبر آیا ہے۔ میں پہلے اپنا دعویٰ پیش کرتا ہوں۔

بھائیو ! ہم اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق کونین نے اپنے حبیب مالک کونین کو تمام غیوب
پر مطلع فرمایا۔ اور نہ صرف غیوب پر بلکہ عالم شہادت کے بھی تمام علوم عطا فرمائے ، یہاں تک کہ علم اقدس جمیع ماکان
و مایکون کو محیط ہو گیا اور زمین و آسمان ، دنیا و آخرت کا کوئی ذرہ حضور کے علم شریف سے خارج نہ رہا۔
یہ ہے ہمارا دعویٰ اور ہم اہلسنت کا عقیدہ۔ اب تک کی تقریروں میں میں نے جو آیتیں ، اور
حدیثیں بطور معارضہ کے پیش کی تھیں وہ سب بھی میرے دعویٰ کی دلیلیں ہیں۔ لیکن اب میں دوسرے دلائل و
براہین پیش کرتا ہوں۔ سنئے ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝ (النساء، ۱۱۳)

یعنی اے محبوب ! اللہ تعالیٰ نے تم کو سکھایا ہے جو کچھ تم نہیں جانتے تھے اور تم پر اللہ کا فضل عظیم ہے ۔

دیکھئے ! اس آیت میں ” مَا “ کلام عام ہے ۔ لہذا مطلب یہ ہے کہ حضور کو جو علوم حاصل نہ تھے وہ سب آپ کے مولا تعالیٰ نے آپ کو سکھلا دیئے ۔ اب آپ غیب و شہادت کی کوئی جنتی اور ماکان و مایکون میں سے کوئی چیز بھی لیں وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس آیت کے نزول سے پہلے حضور کو معلوم تھی یا نہیں معلوم تھی اگر معلوم تھی تو اس کا علم خود ہی ثابت ہو گیا اور جو معلوم نہ تھی تو اس آیت نے بتلایا کہ جو کچھ حضور کو معلوم نہ تھا وہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلادیا ۔ بہر حال ” مَا “ کے عموم میں سب ہی چیزیں آگئیں ۔ اب جو شخص کسی ایک چیز کے متعلق بھی یہ کہے کہ اس کا علم حضور کو نہیں عطا فرمایا گیا تو وہ اس آیت کریمہ کے مضمون کا منکر ہے ۔ اور آپ جانتے ہیں کہ قرآن پاک کے ایک لفظ اور اس کے کسی ایک حکم کے انکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے ۔ لہذا ثابت ہوا کہ جو لوگ حضور کے لئے علم کلی نہیں مانتے وہ کافر ہیں ۔

لیجئے ! مولوی منظور صاحب ! آپ تو علم غیب کے مسئلہ میں صاحب زادہ صاحب کا کفر ثابت کرنے آئے تھے ، اور یہاں خود آپ کا اور آپ کے موکل منور دین اور ان کے پیر و مرشد مولوی حسین علی صاحب بلکہ حضور کے علم کلی کے منکر سارے وہابیوں کا کفر ثابت ہو گیا ۔ خدا توفیق دے تو اب بھی توبہ کر لیجئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی پر ایمان لا کر مسلمان ہو جائیے !

لیجئے اس کے بعد ایک حدیث پاک بھی سنئے ۔ مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔

جَاءَ ذِئْبٌ إِلَى رَاحِىٍّ غَنِمٍ فَأَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاحِىُّ حَتَّى
 انْتَرَعَهَا مِنْهُ قَالَ فَصَعِدَ الذِّئْبُ عَلَى تَلٍّ فَأَفْعَى أَوْ اسْتَفْرَرَ
 قَالَ قَدْ عَمِدْتُ إِلَى رِزْقِ رَزَقْنِيهِ اللَّهُ تَعَالَى أَخَذَتْ ثُمَّ انْتَرَعَتْهُ
 مِنِّي فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللَّهِ إِنْ رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ
 الذِّئْبُ أَعْجَبُ مِنْ هَذَا رَجُلٌ فِي النَّخْلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ

يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضَىٰ وَمَا هُوَ بِكَامِنٌ بَعْدَ كَيْدٍ قَالَتْ فَكَانَ
الرَّجُلُ يَهُودِيًّا فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ
وَأَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے ایک چرواہے

کی طرف آیا اور اس نے ریوڑ میں سے ایک بکری پکڑ لی۔ چرواہے نے اس بھیڑیے کو ڈھونڈا یہاں

تک کہ اس بکری کو اس سے چھڑا لیا۔ فرماتے ہیں کہ پھر وہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور اس نے

کہا کہ میں نے وہ روزی لینی چاہی تھی جو اللہ نے مجھے دی تھی اور میں نے اسے پکڑ لیا تھا مگر تو

نے اسے مجھ سے چھین لیا، چرواہے نے کہا بخدا آج کا سدا واقعہ تو کبھی بھی نہیں دیکھا کہ بھیڑیا یا تیلے

کو رہا ہے، بھیڑیا بولا کہ اس سے زیادہ قابل تعجب بات یہ ہے کہ ایک صاحب جو ان دونوں

سنگستانوں کے درمیان کھجور کے درختوں یعنی مدنیہ طیبہ میں تشریف فرما ہیں وہ تم کو ان سب

باتوں کی جو تم سے پہلے ہو چکی ہیں اور ان سب باتوں کی جو تمہارے بعد ہونے والی ہیں خبر دیتے

ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ وہ چرواہا یہودی تھا۔ یہ واقعہ دیکھ کر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی اور مسلمان بھی ہو گیا۔ اور حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کی تصدیق بھی فرمائی ۴

مسلمان بھائیو! آپ نے یہ حدیث پاک سنی، دیکھئے اللہ تعالیٰ نے بھیڑیوں تک سے اپنے محبوب مطلع

علی الغیوب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب اور علم جمیع ماکان و مایکون کی گواہی دلوائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

اس معجزہ علم غیب کو دیکھ کر کافر اسلام لانے مگر آج بہت سے مسلمان کہلانے والے انسان اس کے منکر ہیں۔ حقیقت

وہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ انہیں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ

بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيلًا ۵

لیجئے ایک حدیث پاک اور سنئے۔ صحیح بخاری شریف کتاب بدأ الخلق میں سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدِيعِ اللَّهِ
حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حِفْظًا لِلْإِيمَانِ
مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ =

یعنی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ہم میں کھڑے ہو کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جہنمیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں میں
داخل ہونے تک کی خبر دی، یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا، اور بھلا دیا اس کو جس نے
بھلا دیا =

یہ حدیث صحیح بخاری شریف کی ہے اور پہلی حدیث کی مصدق ہے اس سے صاف ثابت ہوا کہ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ملی حاصل تھا اور ابتدائے آفرینش دنیا سے لے کر حشر نشر بلکہ داخلہ جنت و نار تک کا تمام
ماکان و مایکون آپ نے اپنے صحابہ کے سامنے بیان بھی فرمایا۔

مولوی منظور صاحب ! کیا یہ حدیثیں آپ کی نظر نہیں پڑتیں ؟ کیا دیوبند کے مدرسہ میں ان حدیثوں
کی تعلیم نہیں دی جاتی جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی فضیلت ثابت ہوتی ہو ؟ کیا ان حدیثوں
پر آپ لوگوں کا ایمان نہیں ہے ؟

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد خطبہ سنونہ) اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ہے کہ

مناظرہ کا پہلا سلسلہ جس میں میں مدعی تھا بخیر و خوبی ختم

ہوا۔ اب خواہ کسی کی زبان اقرار کرے یا نہ کرے لیکن میں امید کرتا ہوں کہ فریقِ مقابل کے دلوں کو بھی اس کا اندازہ
ہو گا کہ میں نے جو دعوے پیش کیا تھا اس کو بعون اللہ کیسے دلائل و براہین کی روشنی میں میں نے ثابت کر دیا۔ لیکن
یقین کیا جائے کہ اس میں میری قابلیت کو دخل نہیں، نہ میں قابلیت کا مدعی ہوں۔ جو کچھ ہوا وہ محض حق تعالیٰ
کی تائید و نصرت سے ہوا۔ فَلَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ اب یہ دوسرا سلسلہ شروع ہوا ہے جس میں مدعی مولوی
حشمت علی صاحب ہیں خدا کرے یہ بھی بخیر انجام کو پہنچے۔ نیز میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں بھی میری زبان
سے حق ہی نکلوائے اور اس کے قبول کرنے کے لئے ہمارے مخالفین کے بھی سینے کھول دے۔

اس کے بعد اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

فاضل مخاطب مولوی حسنت علی صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں ایک آیت اور دو حدیثیں پیش کی ہیں آیت سے آپ کے استدلال کا مدار اس پر ہے کہ ”مَا“ کا عموم ہے اور اس لئے آیت کا مطلب یہ ہے کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ نہیں جانتے تھے وہ سب آپ کو اللہ تعالیٰ نے سکھلادیا۔

اس کے جواب میں میری پہلی گزارش یہ ہے کہ ”مَا“ کا ہمیشہ عموم واستفراق حقیقی کے لئے ہوتا ہے نہیں، خود قرآن مجید میں ”مَا“ بغیر عموم واستفراق کے بکثرت مستعمل ہوا ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قرآن پاک کا ارشاد ہے۔ **وَعَلَّمَكُم مَّا تَكُونُونَ** اور ہمارے رسول تم کو وہ باتیں سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے۔ دیکھئے اس آیت میں اگر ”مَا“ کو عموم واستفراق کے لئے مانا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح صحابہ کرام کے لئے یہی علم کلی ماننا پڑے گا۔ ایک اور موقع پر ارشاد ہے۔

وَعَلَّمْتُم مَّا تَعْلَمُونَ اَنْتُمْ وَلَا اَبَاؤُكُمْ یعنی تم کو ان باتوں کی تعلیم دی گئی ہے جو تم نہیں جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادے۔ (الدنعام، ۹۲)

اس آیت میں بھی وہی ”مَا“ کا کلمہ ہے اگر اس کو عموم واستفراق کے لئے مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ اس آیت میں جن لوگوں کو خطاب ہے ان سب کو بھی علم کلی دیا گیا۔

اور واضح رہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت کے مخاطب یہودی ہیں اور آیت کا سیاق و سباق بھی یہی چاہتا ہے۔ کیوں کہ اوپر سے خطاب یہودی ہی سے چلا آ رہا ہے۔ الغرض اس آیت میں ”وَمَا“ کو

عموم واستفراق کے لئے مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ عہد نبوت کے یہودیوں کو بھی علم غیب کلی حاصل تھا۔ اور سنئے قرآن پاک ہی میں۔ **عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالًا يَعْلَمُ** یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا۔

لے نسخہ منقول عنہا میں اسی طرح ہے مگر اصل عبارت یوں ہونی چاہئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی شان میں۔ (نیلمی)

اس آیت میں اگر مَا کو عموم و استغراق کے لئے مانا جائے تو پھر سارے ہی انسانوں کے لئے علم کلی مانا پڑے گا۔ یہ میں نے صرف تین آیتیں پیش کی ہیں جہاں تعلیم ہی کے ساتھ مَا کا استعمال ہوا ہے۔ اور ان میں سے کسی ایک جگہ بھی وہ عموم و استغراق کے لئے نہیں ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے ایسی باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم فرمائیں جو آپ پہلے سے نہ جانتے تھے بلکہ جن کو از خود آپ جان بھی نہیں سکتے تھے اور اس سے مراد احکام شرعیہ اور معارف النبیہ اور گزشتہ قوموں کے واقعات اور مستقبل کے وہ اہم حوادث ہیں جن کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ دی گئی اور جس کا کافی حصہ خود قرآن پاک میں موجود ہے۔

میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ کسی ایک ایسے معتبر مفسر کا نام نہیں بتلا سکتے جس نے اس آیت میں مَا کو عموم و استغراق حقیقی کے لئے لے کر اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم کلی ثابت کیا ہو۔ علاوہ انہیں اس آیت سے علم کلی ثابت کرنا خود آپ کو مشکلات میں ڈال دے گا۔ کیونکہ آپ حضرات بھی ختم نزول قرآن سے پہلے اس علم کلی کے حصول کے قائل نہیں ہیں اور یہ آیت ختم نزول قرآن سے سات برس پہلے اوائل سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔ پس اگر فی الحقیقت آپ کے نزدیک اس آیت سے علم غیب کلی ثابت ہوتا تو آپ کم از کم سلسلہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی مانتے، حالانکہ آپ لوگ اخیر زمانہ حیات میں اس کے حصول کے قائل ہیں۔ بہر حال اس آیت سے تو کسی طرح بھی آپ کا استدلال صحیح نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح جو دو حدیثیں آپ نے پیش کی ہیں ان سے بھی کسی طرح آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ پہلی حدیث جو بھیڑیے والی آپ نے پیش کی ہے اس کے وہ الفاظ جن سے آپ کا استدلال ہے یہ ہیں۔ **يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضَىٰ وَ مَا هُوَ كَائِنٌ** اس میں بھی وہی مَا کا لفظ ہے اور میں ثابت کر چکا کہ وہ ہمیشہ عموم و استغراق کے لئے نہیں ہوتا۔ اور اس حدیث میں تو بالیقین وہ عموم و استغراق کے لئے نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا مانا جائے تو حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کو بھی علم غیب کلی کی تعلیم دیتے تھے اور اس صریح میں لازم آئے گا کہ صحابہ کرام و تابعین بھی اس علم غیب کلی میں آپ کے شریک ہوں حالانکہ یہ عقیدہ خود آپ حضرات کا بھی نہیں ہے۔ لہذا حدیث کا صحیح مطلب یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی وحی سے معجزہ کے طور پر گزشتہ باتوں اور آئندہ

ہونے والے واقعات کی خبر دیتے ہیں۔ اور بے شک ہمارا ایمان ہے کہ آپ نے جو وحی الہی ماضی مستقبل کے بہت سے واقعات کی خبریں اپنے صحابہ رضہ کو دیں جو ان کی روایت سے ہم تک بھی پہنچی ہیں۔ الغرض آپؐ پر وہی وحی کی روایت کو بھی آپ کے مدعی سے کوئی تعلق نہیں۔

دوسری حدیث آپؐ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی جو پیش کی ہے اس میں تو کوئی لفظ بھی ایسا نہیں جس سے کھینچ تمان کر بھی علم غیب کلی ثابت کیا جاسکے۔ اس کا مفاد تو صرف یہ ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپؐ نے آغاز آفرینش سے روزِ آخر تک کے احوال بیان فرمائے۔ اس کا ظاہر اور واضح مطلب یہی ہے کہ روزِ اول سے روزِ آخر تک جو قابل ذکر واقعات پیش آنے والے تھے وہ آپؐ نے بیان فرمائے، نہ یہ کہ ساری دنیا کے درختوں کے پتوں، قیامت تک ہونے والی بارشوں کے قطروں، تمام دریاؤں کے منہوں، تالابوں کی مچھلیوں، مینڈکوں اور قیامت تک پیدا ہونے والی مرغیوں، بکریوں بلکہ مکھیوں، مچھروں اور زمین کے سارے کیڑے مکوڑوں کی تعداد اور ان کی سوانح عمریاں آپؐ نے بیان کی ہوں۔ اور ہر چیز کے جزئی جزئی واقعات بیان فرمائے ہوں۔ ذرا سوچئے تو کہ آپؐ کتنا لغو دعوئے کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں کے غیر مسلم حاضرین میں سے جنہوں نے آپؐ کی اس بات کو سمجھا ہو گا وہ بھی ضرور اپنے دل میں مہنتے ہوں گے۔ بہر حال صحیح بخاری کی اس حدیث میں آپؐ کے اس دعوئے کے لئے کوئی اشارہ بھی نہیں۔

یہ تو آپؐ کی پیش کردہ دلیلوں پر میری سرسری تنقید تھی۔ اب معارضہ سنئے۔ جو دس آیتیں اور چند حدیثیں میں پہلی بحث میں مدعیانہ حیثیت سے پیش کر چکا ہوں وہ سب آپؐ کے معارضہ میں پیش ہو سکتی ہیں۔ لیکن میں ان کا اعادہ نہ کرتے ہوئے دوسری آیات اور احادیث پیش کرنا چاہتا ہوں۔

سورہ لقمان کی آخری آیت ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي
الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي
نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝

ترجمہ : یقیناً اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی (اپنے علم سے) نازل فرماتا ہے بارش

اور وہی جانتا ہے اس کو جو رحموں میں ہوتا ہے ، اور کسی نفس کو پتہ نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا ، اور

کسی کو خبر نہیں کہ وہ کہاں مرے گا ، یہ تحقیق اللہ ہی ہے ان باتوں کا جاننے والا اور خبردار ۔“

دیکھئے اس آیت میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے اور ان کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ اللہ کا علم صرف اللہ ہی کو ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی آیت کے مضمون کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْآيَةُ

(رواہ الامام احمد عن برویدۃ کما فی ابن کثیر ج ۸ ص ۲۳)

پانچ چیزیں وہ ہیں جن کا علم خدا کے سوا کسی کو بھی نہیں ، وہی جو لقمان کی اس آیت (إِنَّ اللَّهَ

عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْآيَةُ) میں مذکور ہیں ۔“

نیز میں نے کل کی بحث میں صحیح بخاری وغیرہ کے حوالہ سے جو حدیث جبریل پیش کی تھی اس کے آخر میں

بھی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہی پانچ چیزوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ ان کو بجز اللہ علام الغیوب کے کوئی نہیں جانتا ۔

قرآن پاک کی ایک اور آیت میں بھی اسی مضمون کو بالاجمال اس طرح فرمایا گیا ہے ۔

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ - (انعام ، ع ۷)

ترجمہ : اللہ ہی کے علم میں ہیں ”مفاتیح الغیب“ ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔“

اس آیت کی تفسیر میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔

مَفَاتِحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ ، لَا يَعْلَمُ مَا فِي بَيْتِ اللَّهِ ، وَ

لَا يَعْلَمُ مَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ إِلَّا اللَّهُ ، وَلَا يَعْلَمُ مَا مَتَى يَأْتِي الْبَطَرُ

أَحَدٌ إِلَّا اللَّهُ ، وَلَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ، وَلَا يَعْلَمُ مَتَى

تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا اللَّهُ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ الرعد عن

ابن عمر)

مفاتیح الغیب یہ پانچ چیزیں ہیں جن کو بجز خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا ۔ خدا کے سوا کوئی نہیں

جانتا کہ کل کیا واقعات رونما ہوں گے، اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کچھ دانیوں میں کیا ہے (نریا مادہ) اور اس کے سوا کسی کو خبر نہیں کہ بارش کب ہوگی، اور کسی نفس کو معلوم نہیں کہ اس کی موت کس سرزمین میں واقع ہوگی، اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی۔
اس حدیث سے جس کو امام بخاریؒ و امام مسلمؒ اور ان کے علاوہ بھی قریباً تمام اکابر محدثین نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے صاف صریح طور پر معلوم ہوا کہ میری پیش کردہ آیت میں ”مفتاح الغیب“ کے لفظ سے یہی پانچ مخفی چیزیں مراد ہیں اور خدا کے سوا کسی کو بھی ان کا پورا علم نہیں۔

اور سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔
هُنَّ خَمْسٌ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْاَيَةُ (درشورج ۳ ص ۱۵)
”مفتاح الغیب“ وہی پانچ چیزیں ہیں جو اس آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْاَيَةُ میں مذکور ہیں۔

نیز یہی جبر امت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ انہی پانچ چیزوں کے متعلق فرماتے ہیں۔
هَذِهِ الْخَمْسَةُ لَا يَعْلَمُهَا مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُّصْطَفًى فَمَنْ ادَّعَى اَنَّهُ يَعْلَمُ شَيْئًا مِّنْ هَذِهِ فَقَدْ كَفَرَ بِالْقُرْآنِ لِاَنَّهُ خَالَفَ۔
(تفسیر خازن ج ۵ ص ۱۸۳)

یہ پانچ چیزیں وہ ہیں جن کو نہ کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ کوئی برگزیدہ نبی، پس جو کوئی ان میں سے کسی چیز کے علم کا بھی دعویٰ کرے تو اس نے قرآن کے ساتھ کفر کیا، کیونکہ اس کی کھلی مخالفت کی۔

اب حاضرین کرام غور فرمائیں کہ ان آیات و احادیث کے ہوتے ہوئے علم غیب کلی کا دعویٰ کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے، اور یہ کہ ایمان بالقرآن کے دعوے کے ساتھ اس کی کہاں تک گنجائش ہے۔
میں قائلین علم غیب کی تکفیر و عدم تکفیر کے متعلق اپنا نظریہ پہلی بحث میں پوری وضاحت سے پیش کر چکا ہوں اور جس عقیدہ کو میں کفر سمجھتا ہوں اس کے کفر ہونے پر دلائل بھی عرض کر چکا ہوں۔ اب اگر ہمارے فاضل مخاطب کے

۸۱
 ذہن میں میرے وہ دلائل نہیں رہے تو ذرا وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر بھی غور فرمائیں اور سوچیں کہ کہیں وہ
 فَقَدْ كَفَرَ بِالْقُرْآنِ کے مصداق تو نہیں ہیں۔

مولوی حسمت علی صاحب

حضرات گرامی! آپ نے مولوی سنبھلی صاحب کی جوابی تقریر سن لی

میں نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اخصیبت جلیلہ علم غیب

کلی " کے ثبوت میں قرآن پاک کی نہایت واضح اور روشن آیت وَعَلَمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ پیش کی تھی۔

اور بتلایا تھا کہ اس میں " مَا " کلمہ عموم ہے اور اس واسطے اس سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم کلی

ثابت ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں سنبھلی صاحب نے کہا ہے کہ " مَا " عموم کے لئے نہیں آتا۔ میں کتا ہوں سنبھلی

صاحب! یہ آپ کی نادانی اور جہالت ہے، آپ کسی " اصول الشاشی " پڑھنے والے طالب علم سے بھی چھپیں

گے تو وہ آپ کو بتلا دے گا کہ " مَا " عموم کے لئے آتا ہے اور شریعت مطہرہ میں وہ موجبہ کلیہ کا سور ہے۔

دیکھئے قرآن پاک میں جابجا ہے لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ہمارے نزدیک

تو اس کا مطلب یہی ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو بھی کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ لیکن آپ کے

نزدیک جب " مَا " کلمہ عموم نہیں تو مطلب یہ ہو گا کہ آسمان و زمین میں بعض چیزیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ حالانکہ

جو شخص زمین و آسمان کی ساری چیزوں کو خدا کی مخلوق و ملک نہ مانے وہ کافر ہے، لیجئے " مَا " کے عموم کا انکار

آپ کا ایک اور مستقل کفر ہو گیا۔

آپ نے جو تین آیتیں اپنی سند میں پیش کی ہیں وہ بھی آپ کی جہالت ہی کا کرشمہ ہے درحقیقت ان تینوں

آیتوں میں بھی " مَا " عموم ہی کے لئے ہے ایک آیت آپ نے عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ پیش کی

ہے اور بیان کیا ہے کہ یہاں اگر " مَا " عموم کے لئے ہو گا تو ہر انسان کے لئے علم غیب کلی ثابت ہو گا۔ ارے!

آپ کو اتنی بھی خبر نہیں کہ جب عام لفظ مطلق بولا جائے تو اس سے اس کا فرد کامل مراد ہوتا ہے۔ اسی قاعدے

سے اس آیت میں انسان سے عام انسان مراد نہیں ہیں بلکہ نوبہ انسان کے فرد کامل حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

ہی مراد ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس انسان کامل کو وہ سب کچھ سکھلا اور بتلادیا جو یہ نہ جانتے تھے۔

سنبھلی صاحب! آپ اس آیت کو میرے مقابلہ میں پیش کر رہے ہیں، یہ تو میرے دعویٰ کی مستقل دلیل ہے۔

دوسری آیت آپ نے پیش کی ہے **وَلْيَعْلَمَكُمْ مَالَهُ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ** بے شک اس میں بھی "مَا" عموم ہی کے لئے ہے اور اس کا مطلب یہی ہے کہ حضورؐ اپنے صحابہ کرامؓ کو وہ سب کچھ تعلیم فرماتے تھے جو وہ نہیں جانتے تھے اور بے شک ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ حضورؐ تمام علوم غیب و شہادت کے عالم بھی تھے اور معلم بھی۔ اور آپ کی تعلیم سے آپ کے خدام کو بھی مالکان و مایکون کا علم حاصل تھا۔

تیسری آیت آپ نے **عَلِمْتُمْ مَالَهُ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ** پیش کی ہے اور آپ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں خطاب یہودیوں سے ہے اور اگر مَا اس میں عموم کے لئے مانا جائے گا تو ان یہودیوں کے لئے بھی علم کلی ماننا پڑے گا۔ سنبھلی صاحب ! یہ آپ کی سب سے بڑی جہالتِ فاحشہ ہے۔ دیکھئے یہ میرے پاس تفسیر ابن جریر ہے۔ اس میں امام ابن جریر طبریؒ اپنی سند سے عبد اللہ بن کثیر سے روایت کرتے ہیں۔

إِنَّهُ سَمِعَ مُجَاهِدًا يَقُولُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَعَلِمْتُمْ مَالَهُ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قَالَ هَذِهِ لِلْمُسْلِمِينَ

یعنی حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مسلمانوں کے حق میں ہے۔

مسلمان بھائیو ! آپ نے دیکھا ؟ سنبھلی صاحب نے صحابہ کرامؓ کو یہودی بنا دیا۔ یہ ان کا اور مستقل کفر ہوا۔ سنبھلی صاحب ! دیکھئے یہ خدا کا عذاب ہے آپ جب تک حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب پر ایمان نہیں لائیں گے یوں ہی آپ پر کفر چھپایا رہے گا اب بھی توبہ کر کے مسلمان ہو جائیے !

نیر یہ تو جملہ معترضہ تھا میں کہہ رہا تھا کہ آپ کی پیش کی ہوئی آیت **عَلِمْتُمْ مَالَهُ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ** بھی صحابہ کرامؓ ہی کی شان میں ہے اور اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ صحابہ کرامؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے وہ سب علوم حاصل ہو گئے جو پہلے سے ان کو حاصل نہ تھے۔ اور میں نے حضرت فاروق اعظمؓ کی جو حدیث پیش کی تھی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے ایک ہی مجلس میں صحابہ کرامؓ کے سامنے ابتدائے دنیا سے روزِ آخر تک کے سارے احوال بیان فرما دیئے۔ اور حضرت فاروق اعظمؓ نے خود ہی فرماتے ہیں کہ ہم میں سے بعض نے اس سب کو یاد رکھا اور بعض بھول گئے۔ اور قریب قریب اسی مضمون کی ایک حدیث میں پہلی بحث میں حضرت خذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے پیش کر چکا ہوں۔ اور مشکوٰۃ شریف سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ

تعالے عنہ کی بھیلے والی جو حدیث میں نے ابھی پیش کی ہے اس میں بھی صاف مذکور ہے کہ - یخبرکم
بما مضی وما ہو کابن بعدکم یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ سب چیزیں بتلاتے ہیں
جو ہو چکیں اور جو آئندہ ہوں گی۔

جب ان تمام احادیث کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام
کو تمام ماکان و مایکون اور حسب روایت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے انتہائے دنیا تک کے تمام احوال
و واقعات جزئی جزئی اور کلی کلی کر کے بتلائے اور تعلیم فرمائے۔ تو محض قیاسی باتوں سے اس کا انکار کرنا الحاد اور بے بنیاد
ہے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ کیا حضورؐ نے دریا کی پھلیوں، مینڈکوں، مرغیوں، بکریوں اور کیتے مکوڑوں کے
بھی حالات بیان کئے تھے؟ میں کہتا ہوں جی ہاں بیان کئے تھے۔ اور یہ بیان کرنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کا معجزہ تھا۔

آپ نے کہا تھا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ نے قابل ذکر باتیں بیان فرمائیں،
میں کہتا ہوں کہ یہ قابل ذکر "کا پیوند آپ کہاں سے لگاتے ہیں۔ دیکھتے یہ میرے ہاتھ میں امام علامہ بدر الدین عینی حنفی
کی صحیح بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری ہے۔ اس میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔
فَبِهِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّهُ أَخْبَرَنِي الْمَجْلِسُ الْوَاحِدَ بِجَمِيعِ أَحْوَالِ
الْمَخْلُوقَاتِ مِنْ إِبْتِدَائِهَا إِلَى انْتِهَائِهَا۔

اور لیجئے علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شریف شرح بخاری شریف میں اسی حدیث کی شرح
میں فرماتے ہیں۔

وَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّهُ أَخْبَرَنِي الْمَجْلِسُ الْوَاحِدَ بِجَمِيعِ أَحْوَالِ
الْمَخْلُوقَاتِ مِنْذُ إِبْتِدَائِهَا إِلَى أَنَّ تَبَعَتْ -

ان دونوں عبارتوں کا مطلب یہی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث میں اس امر پر دلالت
ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں تمام مخلوق کے تمام احوال ابتداء سے انتہاء اور آغاز و فریض
سے حشر و نشر تک کے بیان فرمائے۔

دیکھئے ان دونوں مسلم اماموں نے حضورؐ کے علم کی تعلیم کی اور اخبار کی کسی صاف تصریح فرمائی۔ ان ائمہ کرام کی ان جلیل القدر اور ایمان افروز تصریحات کے مقابلہ میں آپ کا ”قابل فکرم“ والا پیوند قطعاً باطل اور مردود ہے۔ اور لیجئے اسی مضمون کی میں ایک حدیث اور پیش کرتا ہوں۔ یہ میرے پاس صحیح مسلم شریف کی دوسری جلد ہے۔ اس میں حضرت ابو زید یعنی حضرت عمرو بن الخطاب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں:

صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلَّى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَأَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَأَعْلَمْنَا أَحْفَظْنَا -

(یعنی) ایک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر تشریف لے گئے اور ہمارے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا تو آپ نے اتر کر نماز پڑھی اور پھر منبر ہی پر تشریف لے گئے اور خطبہ ارشاد فرمایا یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا، آپ نے پھر اتر کر عصر پڑھی اور پھر منبر پر تشریف لے گئے اور پھر خطبہ دیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا، پس اس خطبہ میں حضرت نے ہم کو اس سب چیز کی خبر دی جو پہلے ہوا ہے اور جو آئندہ ہوئی والا ہے۔ حضرت عمرو بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سب سے زیادہ علم والا وہ ہے جس نے

اس روز کے حضرت کے بیان کو زیادہ یاد رکھا ۛ

دیکھئے اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو تمام ماکان اور دما کی تعلیم دی۔ نیز ان حدیثوں سے **يُعَلِّمُكُمْ مَا لَكُمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ** اور **عَلِّمْتُكُمْ مَا لَكُمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ** کی تفسیر بھی معلوم ہوگئی اور ثابت ہو گیا کہ ان دونوں آیتوں میں ”مَا“ عموم و استغراق ہی کے لئے ہے اور یہ کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ”عالم کل“ ہی نہیں تھے بلکہ معلم کل بھی تھے۔ اور آپ کی تعلیم سے آپ کے غلاموں کو بھی تمام ماکان دما کیوں کا علم حاصل تھا۔ اب ایک اور آیت اسی مقصد کی تائید میں سنئے! سورۃ النکور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ارشاد

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ آیت کا آپ غیب پر بخیل نہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو علم غیب آپ کو عطا فرمایا ہے اسے دوسروں کو بتلانے میں آپ بخیل نہیں فرماتے بلکہ پوری فراخ دلی کے ساتھ دوسروں کو بھی وہ سب بتا دیتے ہیں، اس آیت سے بھی صاف معلوم ہوا کہ حضور اقدس صرف عالم الغیب ہی نہیں بلکہ معلوم الغیب بھی ہیں۔ یہاں تک تو میں نے اپنی دلیلیں پیش کیں اور میری دلیلوں کے جواب میں سنہلی صاحب نے جو کچھ کہا تھا اس کا رد کیا۔ اب میں ان کی پیش کردہ آیتوں کا جواب دیتا ہوں۔

انہوں نے دو آیتیں اس مرتبہ پیش کی ہیں۔ اور دونوں کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قیامت، بارش، مافی الارحام، مافی الغدد، مقام موت۔ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو ان پانچ چیزوں کا علم ذاتی ہے یا عطائی؟ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تمام علم ذاتی ہی ہے اور عطائی اس کی جناب میں محال ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے لئے پانچ چیزوں کا علم ذاتی ثابت کیا گیا ہے تو غیر اللہ سے منفی بھی وہی علم ہوگا۔ اور اگر جانب نفی میں علم عطائی مراد لیا جائے تو جانب مثبت میں بھی وہی مراد لینا پڑے گا اور حق تعالیٰ کے واسطے بھی علم عطائی ماننا پڑے گا اور یہ کفر ہوگا۔ پس یقینی طور پر متعین ہو گیا کہ ان دونوں آیتوں میں غیر اللہ سے ان پانچ چیزوں کے صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے، اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی کے مدعی نہیں، بلکہ اس کا عقیدہ رکھنے والے کو مشرک سمجھتے ہیں۔ لہذا یہ دونوں آیتیں ہمارے خلاف نہیں ہوئیں۔

دوسری دلیل اس بات کی کہ ان آیتوں میں علم ذاتی ہی کی نفی غیر اللہ سے کی گئی ہے نہ کہ علم عطائی کی، یہ ہے کہ حدیثوں سے حضور کے لئے یہ علم ثابت ہیں۔ مثلاً علامات قیامت کی حدیثوں میں آتا ہے کہ حضور نے قیامت سے پہلے ہونے والی ایک عالم گیر بارش کی خبر دی ہے۔ اور شکوۃ شریف میں حضرت ام الفضل کی حدیث موجود ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جب بطن سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی میں تھے تو آپ نے ان کی ولادت کی خبر دی، اسی طرح غزوہ بدر میں آپ نے سردارانِ قریش کی قتل گاہیں متعین کر کے بتلا دی تھیں، اور غزوہ خیبر میں آپ نے ایک دن فرمایا تھا کہ میں یہ جھنڈا کل ایک ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ و رسول کا محبوب و محبوب ہوگا۔ اب دیکھئے یہ علوم وہی ہیں جن کا ذکر آپ کی پیش کی ہوئی آیتوں میں ہے اور ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ

حضرت اقدس علیہ السلام کو یہ سب علوم حاصل تھے تو ماننا پڑے گا کہ ان آیتوں میں علم ذاتی ہی کی نفی ہے تاکہ آیتوں اور حدیثوں میں تعارض نہ رہے۔ اسی طرح ان علوم خمس کے متعلق آپ نے جو حدیثیں یا صحاح کرام کے اقوال پیش کئے ہیں ان میں بھی علم ذاتی ہی کی نفی مقصود ہے۔ آپ ایک حدیث یا کسی صحابی کا ایک ارشاد بھی ایسا نہیں پیش کر سکتے جس سے معلوم ہو کہ حضور کو یہ پانچوں علوم بے عطائے خداوندی بھی حاصل نہ تھے۔

مولانا محمد منظور صاحب لغمانی (بعد حمد و صلوة) محترم حاضرین کرام! میرے مخاطب مولوی حسرت علی صاحب نے اپنی اس تقریر میں حسبِ عادت سخت

کلامی کر کے مجھے ہوش متعل کرنا چاہا ہے اس سب کا جواب میری طرف سے صرف یہ ہے ع

تو دشنام دہ من دعا می کنم

اس کے بعد اصل تقریر کا جواب ترتیب دار سنئے!

میں نے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ کلمہ مَا عموم و استغراق کے لئے آتا ہی نہیں، بلکہ میں نے یہ کہا تھا کہ وہ ہمیشہ عموم و استغراق کے لئے نہیں آتا، اگر آپ ان دونوں باتوں کا فرق سمجھنے سے قاصر ہوں تو اپنے کسی سمجھ دار رفیق سے سمجھ لیجئے۔

میں نے اپنے اس ادعا کے ثبوت میں تین آیتیں پیش کی تھیں۔ ایک عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ اور عرض کیا تھا کہ اگر اس آیت میں مَا کو عموم کے لئے مانا گیا تو تمام انسانوں کے لئے علم کلی ماننا پڑے گا۔ اس کے جواب میں آپ نے بڑی جرأت سے فرمایا ہے کہ۔

”عام لفظ جب مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے اس کا فردِ کامل ہی مراد ہوتا ہے۔ اور اسی قاعدہ کے مطابق

اس آیت میں لفظ انسان سے حضور مہرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں“

میں حیران ہوں کہ آپ اس قدر مہمل اور بے تکلی باتیں اتنی بے باکی کے ساتھ کیسے منہ سے نکال دیتے ہیں۔ بندہ

خدا اس پر بھی تو غور کیا ہو تا کہ اس آیت کے بعد متصلاً ہی دوسری آیت یہ ہے كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَإِطْفَافٌ (یعنی بے شک انسان سرکشی کرتا ہے)

دیکھئے یہاں وہی کلمہ ”انسان“ ہے۔ کیا معاذ اللہ آپ اپنی اس منطق کی رو سے اس سے بھی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو مراد لیں گے ؟

اگر آپ کی طرح مجھے بھی زبردستی کافر بنانے کا شوق ہوتا تو میں بھی کتا گدا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ سرکش کہہ دیا ، یہ آپ کا ایک اور مستقل کفر ہوا ۔

علاوہ ازیں یہ بھی تو سوچئے کہ یہ آیت نزول کے لحاظ سے قرآن مجید کی سب سے پہلی آیتوں میں سے ہے ۔ یعنی جس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت عطا فرمائی گئی ہے اسی وقت آپ پر یہ آیت نازل ہوئی تھی تو اگر اس آیت میں لفظ ”الناس“ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہوں اور کلمہ ”ما عموم“ واستغراق حقیقی کے لئے ہوگا اس سے اسی وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب کلی ثابت ہوگا ، حالانکہ آپ خود اس کے تیس برس بعد ختم نزول قرآن کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس علم کلی کے حصول کے قائل ہیں ۔ بہر حال اس آیت میں لفظ ”الناس“ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لینا اور کلمہ ”ما“ کو عموم واستغراق کے لئے لینا علمی اور دائمی طور پر تو غلط ہے ہی ، خود آپ کے عقیدہ اور اصول کے بھی خلاف ہے ۔

ایک آیت میں نے عَلِمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوا اَنْتُمْ وَلَا اَبَاؤُكُمْ پیش کی تھی اور عرض کیا تھا کہ اگر اس آیت میں بھی ”ما“ کو عموم واستغراق کے لئے مانا جائے تو لازم آئے گا کہ جو لوگ اس کے مخاطب ہیں ان کو بھی علم کلی عطا ہو رہا ہو ۔ اسی کے ساتھ میں نے یہ بھی بتلایا تھا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت کے مخاطب یہودی ہیں ۔

اس کے جواب میں آپ نے تفسیر ابن جریر سے حضرت مجاہدؒ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کی شان میں ہے ۔ بے شک مجھے بھی معلوم ہے کہ حضرت مجاہدؒ کی رائے یہی ہے لیکن ان کے علاوہ اکثر مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ اس کے مخاطب یہودی ہیں ۔ آپ ذرا اسی آیت کے ذیل میں عام تفاسیر کو اٹھا کر دیکھئے ، قرینا سب میں یہ تصریح ملے گی کہ اکثر ائمہ تفسیر کے نزدیک اس کے مخاطب یہودی ہیں ۔ اور میں کہتا ہوں کہ خود نظم قرآن سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اوپر کی آیات میں یہود ہی سے خطاب ہو رہا ہے ۔ بہر حال صرف حضرت مجاہدؒ یا کسی اور مفسر کا یہ رائے رکھنا کہ اس آیت کے مخاطب مسلمان ہیں میرے اس دعوے کے خلاف نہیں کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں یہودی مخاطب ہیں ۔

ہاں آپ نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ تو نے اس کا مخاطب یہودیوں کو قرار دے کر گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معاذ اللہ یہودی بنادیا اور یہ ایک اور مستقل کفر ہوا۔ آپ کی اس زالی منطق کی داد تو آپ کے بھائی رافضی دے سکتے ہیں۔ میں تو صرف یہ سوال کر دوں کہ یہ کفر صرف میرا ہے یا ان اکثر مفسرین کا بھی جنہوں نے تصریح کی ہے کہ اس کے مخاطب یہودی ہیں۔ دیکھئے تفسیر مدارک التنزیل، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر خازن۔ ان تینوں تفسیروں (کے علاوہ دوسری تفسیریں) میں بھی صاف مذکور ہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت عَلِمْتُمْ مَالَهُ تَعْلَمُوا اَنْتُمْ وَاَبَاؤُكُمْ کے مخاطب یہودی ہیں۔

اب فرمائیے کہ کیا میرے ساتھ یہ تمام مفسرین بھی کافر ہو گئے؟ اگرچہ اب میں آپ ہی کے اصول پر کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے اس لغو منطق سے اکثر مفسرین کو کافر کہہ دیا اور یہ آپ کا ایک اور مستقل کفر ہوا۔ لیکن یہ منطق جس کا نتیجہ ہمیشہ کفر ہی کفر ہو، آپ کو اور صرف آپ کو مبارک!

میں نے تیسری آیت يُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ پیش کی تھی اور عرض کیا تھا کہ اس آیت میں اگر ”مَا“ کو عموم کے لئے لیا گیا تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے بھی علم غیب کلی ماننا پڑے گا، آپ نے اس لزوم کو تسلیم کیا ہے اور اپنے اس نئے عقیدہ کا اظہار کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی یہ علم کلی حاصل تھا۔

میں کہتا ہوں کہ اگر آپ کی اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو لازم آئے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہو حالانکہ یہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تمام مخلوق سے زیادہ ہے اور آپ علم اخلق ہیں۔ اور علمائے امت نے اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والے شخص کی تکفیر کی ہے۔ لیجئے یہ آپ کا ایک اور کفر ہوا۔

پھر آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس علم کلی کے ثبوت میں جو حدیثیں پیش کی ہیں وہ کسی طرح بھی اس کی مثبت نہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی جو حدیث آپ نے پہلی بحث میں پیش کی تھی اور جس کا اس تقریر میں آپ نے پھر حوالہ دیا ہے اس کا صحیح مطلب میں حضرت علامہ قادی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے پہلے پیش کر چکا ہوں جس کے اعادہ کی اب ضرورت نہیں سمجھتا۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مطلب بھی میں پہلے بیان کر چکا ہوں، اور بتلا چکا ہوں کہ جو مطلب اس کا آپ لے رہے ہیں وہ بڑا بہت کے خلاف ہے۔ اس کا منشا درحقیقت صرف یہی ہے کہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحبت میں سلسلہ دنیا کے اہم اور قابل ذکر واقعات بیان فرمائے نہ یہ کہ ساری دنیا میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو گا حتیٰ کہ ہر ہر چیز کی پیدائش اور موت اور اس کا چلنا پھرنا، ہر کچھ کی مکھی کے تمام حالات اور اس کا پیدا ہونا، بڑھنا، ایک جگہ سے اڑ کر دوسری جگہ بٹھینا، کھانا، پینا، پیشاب اور پاخانہ پھرنا وغیرہ وغیرہ بھی حضور نے بیان فرمایا ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسا لغو، بہل اور ٹھیکہ خیز دعوائے دنیا کا کوئی عقل والا انسان ہرگز نہیں کر سکتا۔ پھر یہ ایسی بدیہی بات ہے کہ جس کے لئے کسی دلیل و برہان کی بھی ضرورت نہیں اور اگر آپ کو دلیل ہی کی ضرورت ہو تو سنئے۔

سنن ابن ماجہ و مسند احمد میں خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے آپ نے فرمایا۔
 خَرَجَ عَنَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ يُبَيِّنُ أَبْوَابَ الرَّبَا “
 یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے تشریف لے گئے اور آپ نے ربا کے ابواب کی تفصیل نہیں بیان فرمائی “

لیجئے یہ خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے کہ حضور نے تا دعات شریف ابواب ربوا کو مفصلاً بیان نہیں فرمایا، اس کی روشنی میں اس حدیث کا مطلب یہی ہو گا کہ حضور نے سلسلہ عالم کی اہم اور قابل ذکر چیزیں یعنی امت کی فلاح و نجات کے لئے جن کی ضرورت تھی بیان فرمائیں۔ ورنہ اگر حضور نے ہر ہر چیز کا پورا پورا حال پوری سے تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہوتا تو ”ابواب ربا“ کے متعلق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ نہ فرماتے کہ حضور نے ان کو تفصیل بیان نہیں فرمایا۔ لیجئے یہ میں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مطلب خود انہی کی ایک حدیث کی روشنی میں بیان کر دیا۔ اور اب اس کے سوا دوسرا مطلب ہو نہیں سکتا۔

اس مرتبہ آپ نے اسی کے ہم مضمون حضرت عمرو بن الخطب انصاری رضی اللہ عنہ کی جو حدیث صحیح مسلم شریف سے پیش کی ہے اس کا مفاد بھی صرف یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس دن بھر کے خطبہ میں تمام اہم اور قابل ذکر باتیں جن سے امت کی فلاح و البستہ تھی اور امت کو جن کے معلوم ہونے کی خاص ضرورت تھی وہ سب بیان فرمائیں۔ بہر حال آپ کی پیش کردہ کسی حدیث کا بھی یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا بھر کی چھوٹی موٹی ڈھکی چھپی خلوت کی اور جلوت کی انسانوں کی اور حیوانوں کی تمام باتیں، مکھیوں کی اور مکوٹیوں کی،

مرغیوں کی اور کبھیوں کی کیڑوں کی اور مکوڑوں کی پوری پوری سرگزشت اس خطبہ میں بیان فرمائی ہو۔

آپ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں عینی اور لغوی الکامری کی جو عبارت پیش کی ہے اس کا مفاد بھی ہرگز یہ نہیں ہے بلکہ وہی ہے جو میں عرض کر رہا ہوں، شاید اس کے لفظ ”جمع“ سے آپ کو دھوکا ہو رہا ہے۔ سو وہ ”جمع“ دہاں ایسا ہی ہے جیسا کہ آیت کریمہ **لَا مَلَأَتْ جَمْعًا مِنَ الْجَنَّةِ** وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ میں لفظ ”اجمعین“۔ میرا خیال ہے کہ اگر آپ نے میری اس بات کو غور سے سنا ہو گا تو میرے اس اشارہ کو آپ سمجھ گئے ہوں گے۔

یہاں تک تو میں نے آپ کے دلائل پر بحث کی تھی۔ اب میں اپنے دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے پہلی تقریر میں دو آیتیں پیش کی تھیں جن میں علوم خمس کا حق تعالیٰ کے لئے مخصوص ہونا اور دوسروں کو ان کا حاصل نہ ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ اور ان کی تشریح بھی میں نے خود احادیث ہی سے پیش کی تھی۔ ان آیتوں کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ ان میں غیر اللہ سے امور خمس کے صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے اور دلیل میں آپ نے یہ زالی منطق پیش کی ہے کہ چونکہ حق تعالیٰ کو ان امور کا علم ذاتی ہے لہذا جانب منفی میں بھی وہی علم ذاتی ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی اس مہمل منطق کی رو سے ایک شخص غیر اللہ کو ”خالق“ بھی مان سکتا ہے۔ اور جب کوئی مومن مسلمان اس کے سامنے وہ آیتیں پیش کرے جن میں خالقیت کا حق اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا اور کسی اور کا خالق نہ ہونا بیان کیا گیا ہے تو وہ بالکل آپ کی طرح کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو خالق بالذات ہے اور اس لئے غیر اللہ سے جو خالقیت کی نفی کی گئی ہے تو اس کا مقصد صرف ذاتی خالقیت ہی کی نفی ہے اور میں فلاں شخص یا فلاں بت یا فلاں دیوی کو خالق بظاہر اللہ مانتا ہوں۔ کہنے کیا آپ اس مشرک کی اس مشرکانه منطق سے بھی اتفاق کریں گے ؟

ہاں ایک بات آپ نے یہ بھی کہی ہے کہ احادیث سے ان امور خمس کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہوتا ہے اور اس کے لئے آپ نے چند حدیثوں کا حوالہ بھی دیا ہے جن کا جواب آپ کو پہلے مناظروں میں بھی دیا جا چکا ہے اب میں آپ کو پھر وہی جواب یاد دلاتا ہوں۔ سنئے !

جن احادیث کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے ان سے و نیز اس قسم کے جو اور واقعات احادیث میں ملتے ہیں ان سے امور خمس کی بعض منتشر جزئیات کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہوتا ہے۔ اور ہمارا دعوے یہ نہیں ہے کہ

ان امور کی کسی ایک جزئی کی اطلاع بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تھی بلکہ ہمارا دعویٰ ہے ان کے علم کلی کے متعلق ہے اور اس بارہ میں جو آیات و احادیث وارد ہوتی ہیں ان کا منشاء ہمارے نزدیک یہی ہے کہ ان امور خمس کا علم کلی یا بالفاظ دیگر ان کے اصول و کلیات کا علم حق تعالیٰ عز و اسمہ کے سوا کسی کو نہیں، نہ یہ کہ ان کی کسی جزئی کا علم بھی کسی کو عطا نہیں فرمایا گیا۔ پس آپ کی پیش کردہ احادیث ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں کیوں کہ ان سے بعض امور خمس کی صرف بعض جزئیات کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہوتی ہے اور اس سے خود ہم کو انکار نہیں۔ اب میرے ذمہ اس کا ثبوت البتہ باقی رہ جاتا ہے کہ قرآن و حدیث میں امور خمس کے علم کی غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے یا اس سے ان کے علم کلی کی نفی مقصود ہے۔ تو لیجئے اس کی دلیل سنئے !

یہاں نفس الامر میں یقین احتمالات ہیں۔

۱ : ان آیات و احادیث میں صرف علم ذاتی کی نفی مقصود ہو جیسا کہ آپ کا خیال ہے۔

۲ : مقصد یہ کہ ان امور خمس کی کسی جزئی کا علم بھی خدا کے سوا کسی کو نہیں۔

۳ : یہ مطلب ہو کہ ان امور کا علم کلی اور دوسرے الفاظ میں ان کے اصول و کلیات کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ جیسا کہ میرا دعویٰ ہے۔

بیچ کا احتمال تو آپ کے نزدیک بھی غلط ہے اور میرے نزدیک بھی۔ اور جن احادیث کا حوالہ آپ نے دیا ہے جن سے بعض امور خمس کے بعض جزئیات کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بالیقین ثابت ہوتا ہے، وہ احادیث اس احتمال کے باطل ہونے پر واضح طور پر دال ہیں۔ اب صرف اول اور آخر احتمال رہ گیا۔

پہلا احتمال جس کے آپ معنی میں یہ ہے کہ ان آیات و احادیث کا مقصد صرف یہ ہو کہ ”امور خمس کا محض علم ذاتی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور کسی کو حاصل نہیں“

اب سنئے ! کہ اس احتمال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صریح حدیث نے باطل کر دیا۔ مسند امام احمد

میں حضرت ربیع بن جراحش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے قبیلہ بنی عامر کے ایک شخص حضور کے ایک صحابی نے بیان کیا۔

إِنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ بَقِيَ مِنَ الْعِلْمِ شَيْءٌ لَا تَعْلَمُهُ ؟ قَالَ قَدْ

عَلَّمَنِي اللَّهُ خَيْرًا وَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللَّهُ الْخَمْسُ
 إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ
 وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ يَوْمٍ تُمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

کہ انہوں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ! کیا علم میں سے کوئی ایسی چیز بھی ہے جس کو آپ نہ جانتے ہوں ؟ آپ نے ارشاد فرمایا : ” بے شک مجھے اللہ نے بہت سے علوم خیر عطا فرمائے اور یقیناً بعض علوم وہ بھی ہیں جنہیں اللہ پاک کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا (مثلاً) وہ پانچ چیزیں جو سورۃ لقمان کی اس آخری آیت إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْآیۃ

میں مذکور ہیں : (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۴)

دیکھئے اس حدیث میں امور خمس کے علم عطائی کی بھی صریح نفی موجود ہے اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس موقع پر سورۃ لقمان کی یہ آیت تلاوت فرمائے تھے بھی ثابت ہو گیا کہ آیت علم عطائی کی نفی کو بھی حاوی ہے۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ استشہاد معاذ اللہ غلط اور بے موقعہ ہو گا۔

بہر حال اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امور خمس کا علم بہ تعلیم الہی بھی حاصل نہ تھا۔ اور ساتھ ہی ضمناً یہ بھی ثابت ہو گیا کہ میری پیش کردہ سورۃ لقمان کی آیت غیر اللہ سے ان امور خمس کے علم عطائی کی نفی کو بھی حاوی ہے۔ اور جب اس آیت کے متعلق یہ ثابت ہو گیا تو دوسری آیت عِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ کے متعلق بھی خود بخود ثابت ہو گیا۔ کیونکہ ان دونوں آیتوں کا ہم مضمون اور ہم مقصد ہونا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہے۔ جن میں سے بعض میں پہلی تقریر میں پیش بھی کر چکا ہوں۔ بہر حال مسند احمد کی اس صحیح حدیث نے آپ کے علم ذاتی دلے احتمال کو واضح طور پر باطل کر دیا۔ اب صرف آخری احتمال باقی رہ گیا اور وہی متعین ہو گیا۔ یعنی یہ کہ ان آیات و احادیث کا مقصد امور خمس کے علم کلی کی غیر اللہ سے نفی کرنا ہے اور نفی علم عطائی کو بھی شامل ہے اور یہی میرا دعویٰ ہے۔

اس کے بعد میں انہی علوم خمس کے مخصوص سبب تعالیٰ ہونے کے متعلق اپنے اور آپ کے واسطہ نام عالی مقام سیدنا

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد پیش کرتا ہوں۔ میرے پاس یہ تفسیر مدارک التزئیل ہے جس کے مصنف بھی ایک جلیل القدر حنفی امام ہیں۔ اس میں سورۃ لقمان کی اسی آیت **إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ** الایۃ کے ذیل میں وہ نقل فرماتے ہیں۔

وَرَأَى الْمَنْصُورُ فِي مَنَامِهِ صُورَةَ مَلَكٍ الْمَوْتِ وَسَأَلَهُ عَنْ مُدَّةِ عُمُرِهِ فَأَشَارَ بِأَصَابِعِ الْخَمْسِ فَعَبَّرَهَا الْمَعْبُورُونَ بِخَمْسِ سَنَوَاتٍ وَبِخَمْسَةِ أَشْهُرٍ وَبِخَمْسَةِ أَيَّامٍ فَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ هُوَ إِشَارَةٌ إِلَى هَذِهِ الْآيَةِ فَإِنَّ هَذِهِ الْعُلُومَ الْخَمْسَ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ - (تفسیر مدارک التزئیل ج ۳ ص ۲۱۹)

یعنی خلیفہ منصور عباسی نے ملک الموت کو خواب میں دیکھا اور اپنی مدت عمر کے متعلق ان سے سوال کیا۔ انہوں نے جواب میں صرف اپنی پانچ انگلیوں سے اشارہ کر دیا، تعبیر دینے والوں نے اس کی مختلف تعبیریں دیں کسی نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری عمر صرف پانچ برس کی اور ہے کسی نے کہا کہ پانچ مہینے، کسی نے کہا پانچ دن۔ پھر جب حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہ معاملہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سورۃ لقمان کی آخری آیت **إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ** کی طرف اشارہ ہے اور ان کا مطلب اس اشارہ سے یہ ہے کہ یہ بات ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

اس روایت سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ آیت لقمان کی روشنی میں سیدنا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

محترم حاضرین کرام! اپنے عقیدہ کی تائید میں قرآن عظیم، احادیث نبوی کریم تو میں کل سے برابر پیش کر رہا ہوں، لیکن آپ حضرات اس طرف بھی توجہ فرمائیے کہ کل میں نے فقر و تصوف اور حقیقت و معرفت کے امام علی مقام سیدنا حضرت شیخ بیلائی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد پیش کیا تھا اور آج فقہ و شریعت کے سب سے بڑے امام سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد پیش کیا ہے۔ پس بحمد اللہ تعالیٰ کتاب و سنت کے علاوہ اکابر و ائمہ کی تائید بھی ہمارے ہی ساتھ ہے۔

ہے اور ان کی اتباع کا فخر بھی ہم ہی کو حاصل ہے۔ ہمارے فاضل مخاطب مولوی حسنت علی صاحب اپنے نام کے ساتھ قادری اور حنفی تو لکھتے ہیں لیکن عقائد جو بنسبیا دین ہیں ان میں وہ ان مولوی بزرگوں سے پھرے ہوئے بلکہ ان کے کھلے مخالف ہیں **وَاللّٰهُ اَلْهَادِيّ اِلَى سَبِيْلِ الرَّشَادِ** -

سنہلی صاحب ! آپ جب ان اکابر دائمہ کو مانتے ہیں نہیں

مولوی حسنت علی صاحب

تو ان کے نام لینے کا آپ کو کیا حق ہے اور ان بزرگوں پر افسوس

کرتے ہوئے آپ کو شرم بھی نہیں آتی۔ حضرت غوث الثقلین نے کہاں فرمایا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہیں تھا۔ کل جو عبارت آپ نے غنیۃ الطالبین سے پیش کی تھی، اس کا جواب میں کل ہی دے چکا ہوں اس سے ہرگز بھی آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بڑی شان ہے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دعویٰ تو خود اپنے متعلق قصیدہ غوثیہ میں یہ ہے ۔

نَظَرْتُ لَإِلَٰهِ بِلَادِ اللَّهِ جَمْعًا

كَخَرَدَلَةٍ عَلَىٰ حُكْمٍ اِتِّصَالِ

یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو مثل رائی کے دانے کے دیکھا اور اتصال کے ساتھ دیکھا یعنی برابر دیکھتا ہی رہا۔ جب ساری دنیا خود حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی نظر میں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک سے کیا پوشیدہ رہ سکتا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر بھی آپ نے افتراء کیا ہے کہ آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی کسی کی موت کا وقت معلوم نہیں۔ لیجئے میں اس بارہ میں حضرت امام ابو حنیفہ کا عقیدہ آپ کو پڑھ کر سنا رہوں۔ میرے پاس یہ مسلم شریف ہے۔

خوف : مولوی حسنت علی صاحب نے اتنا ہی کہا تھا کہ مولانا محمد منظور صاحب لنحانی نے دوران

تقریر ہی میں ان سے دریافت کیا کہ کیا مسلم شریف میں کہیں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ کا کوئی ارشاد لکھا ہوا ہے جس سے آپ ان کا عقیدہ بیان کرنا چاہتے ہیں ؟

مولوی حسنت علی صاحب نے فرمایا کہ اس میں حضرت امام صاحب کا کوئی ارشاد تو نہیں ہے مگر میں اس سے

ایک حدیث پیش کرنا چاہتا ہوں ، اسی سے امام صاحب کا عقیدہ بھی معلوم ہو جائے گا کیونکہ ان کا عقیدہ حدیث شریف کے موافق ہی ہوگا۔

اس پر مولانا مولوی نعمانی نے مکرر دریافت کیا کہ آپ مسلم سے حضرت امام اعظم کا عقیدہ ہی پیش کرنا چاہتے ہیں نا ؟

اس کے جواب میں مولوی حسنت علی صاحب نے پھر فرمایا۔ جی ہاں میں مسلم شریف سے حضرت امام ابو حنیفہ کا عقیدہ ہی پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر ایک عام مقدمہ لگا۔ اور مولانا نعمانی نے فرمایا ، بہت اچھا پیش کیجئے۔ چنانچہ مولوی حسنت علی صاحب نے اس طرح کلام شروع کیا۔

حضرت ! یہ میرے پاس مسلم شریف کی دوسری جلد ہے۔ اس میں حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لفظ جب رجم مادر میں قرار پاتا ہے اور جب اس پر تین چلے گزر جاتے ہیں اور اس میں روح ڈالی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو حکم دے کہ بھیجتا ہے کہ چار چیزیں لکھ۔ ایک اس کا رزق ، دوسرے اس کی اجل (موت)۔ تیسرے اس کے اعمال ، چوتھے اس کی بدبختی یا نیک بختی۔۔ حدیث شریف کے اہل لفظ یہ ہیں۔

يَوْمَ مَرُّ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ بِكِتَابِ رِزْقِهِ وَاجَلِّهِ وَعَمَلِهِ وَشَقِيٍّ أَوْ سَعِيدٍ ۝

دیکھئے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ اس فرشتہ کو بھی ہر شخص کی موت کے وقت کا علم ہوتا ہے۔ لہذا یہ عقیدہ کہ کسی کی موت کے وقت کی اطلاع خدا کے سوا کسی کو بھی نہیں ہوتی غلط اور اس حدیث کے خلاف ہے۔ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی عقیدہ ہرگز کسی حدیث کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ لہذا معلوم ہوا کہ آپ نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے حضرت امام صاحب پر محض جھوٹ افرا کیا ہے۔ اور تفسیر دارک شریف کی عبارت کا مطلب غلط بیان کیا ، اس میں تو ملک الموت کا ذکر ہے ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اس میں نام بھی نہیں آیا ہے۔

مسلمانو ! آپ نے ایسا جیتا جاگتا جھوٹ اس پر پہلے کبھی نہ سنا ہوگا جیسا سنبھلی صاحب نے اس

وقت بولا۔ سنبھلی صاحب ! اگر آپ ثابت کر دیں کہ عمارک شریف کی اس عبادت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے تو میں منہ مانگا انعام دوں گا۔ کیا آپ نے حاضرین کو بالکل جاہل سمجھ لیا ہے۔ خوب سمجھ لیجئے ! میرے سامنے آپ کا جھوٹ نہیں چل سکتا، میں آپ کے جھوٹ فریب کے بجائے ادھیڑ کے رکھ دوں گا۔

حضرات گرامی ! میں نے جو حدیث مسلم شریف کی ابھی پیش کی ہے اس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ہر شخص کے رزق، اس کے عمل، اس کی سعادت و شقاوت اور اس کی موت کے وقت کی خبر، اس کی پیدائش سے بھی پہلے فرشتے کو ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن آیات و احادیث میں فرمایا گیا ہے کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، ان میں علم ذاتی ہی کے متعلق فرمایا گیا ہے، کیونکہ اگر عطائی کی بھی نفی مقصود ہوتی تو فرشتہ کو سب انسانوں کے رزق، ان کی زندگی بھر کے واقعات اور ان کی موت کی گھڑی کا علم کیسے ہو سکتا تھا۔ پس علوم خمس کے متعلق جو آیتیں اور حدیثیں اب تک آپ نے پیش کی ہیں ان سب کا جواب بھی مسلم شریف کی اسی حدیث سے ہو گیا۔ واللہ اعلم

میں نے جو دلیلیں اپنے دعوے کی پیش کی تھیں، ان کے جواب میں آپ نے پھر وہی باتیں دہرا دی ہیں جن کا جواب میں پہلے دے چکا ہوں۔ مختصراً پھر سن لیجئے۔

میں نے آیت کریمہ **عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ** پیش کی تھی آپ نے کہا کہ اس میں ”مَا عَمُوم“ کے لئے نہیں ہے اور اس کی نظیر میں تین آیتیں پیش کیں، میں نے ثابت کیا کہ ”مَا“ عموم و استغراق ہی کے لئے آتا ہے اور آپ کی پیش کی ہوئی تینوں آیتیں بھی وہ استغراق ہی کے لئے ہے۔ پھر اس کے جو دلائل قاہرہ میں نے پیش کئے تھے آپ ان کا کوئی معقول جواب نہیں دے سکے۔

میں نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت عمرو بن الخطب انصاری رضی اللہ عنہ کی صریح حدیثیں پیش کیں جن میں صاف طور پر مذکور ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے خطبہ کریمہ میں ابتدائے دنیا سے انتہائے دنیا تک کا تمام ماکان و مایکون بیان فرمایا۔ آپ ان کا بھی کوئی جواب نہیں دے سکے۔ ان حدیثوں کے جواب میں آپ نے اس مرتبہ بھی یہی کہا ہے کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے سب اہم اور قابل ذکر باتیں بیان فرمائیں، میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ آپ یہ اہم اور قابل ذکر کا پیوند کہاں

سے لگاتے ہیں ؟ کیا کسی روایت میں کوئی ایسا لفظ ہے جس سے یہ بات نکلتی ہو ؟ تو آپ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے اور نہ قیامت تک اس کی کوئی دلیل پیش کر سکتے ہیں۔ اور کبھی صاحب ! آپ کو خدا سے ڈرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم کرنی چاہئے ، آپ حدیث نبوی میں بے دلیل پیر پند اپنی طرف سے لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کر رہے ہیں حضور اقدس م فرماتے ہیں۔

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعِمِّدًا فَلْيَتَّبِعْهُ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ

یعنی جو جان بوجھ کر جھوٹی بات مجھ پر گھڑے اس کا ٹھکانا جہنم ہے ۔

میں نے اپنی پچھلی تقریر میں حضرت علامہ بدر الدین عینیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی عبارتیں پیش کی تھیں جن میں ان ہر دو مسلم بزرگوں نے تصریح فرمائی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث صاف دلالت کر رہی ہے کہ حضورؐ نے اپنے اس خطبہ کریمہ میں مبداء اور معاش اور معاد کے تمام احوال اول سے آخر تک بیان فرمائے۔ ان مسلم الثبوت اماموں کی اس تصریح کے ہوتے ہوئے آپ کے ”قابل ذکر“ کے پیوند کو کون سن سکتا ہے ؟ آپ بار بار ان حدیثوں کے متعلق کہتے ہیں کہ کیا حضورؐ نے پرندوں کا بھی حال بیان کیا تھا ؟ چرندوں اور درندوں کا بھی حال بیان کیا تھا ؟ مکھیوں اور مکڑیوں کا بھی حال بیان کیا تھا ؟ اور اس طرح آپ حدیث رسولؐ کا مذاق اڑاتے ہیں اور دعوے کرتے ہیں اسلام و ایمان کا ؟ کیا کوئی حدیث رسولؐ کا مذاق اڑا کر بھی مسلمان رہ سکتا ہے ؟ حضور اقدسؐ کے متعلق جو کچھ آپ کے دل میں ہے آپ اپنے بڑوں کی طرح صاف صاف کیوں نہیں کہتے ؟ تاکہ مسلمانوں کو آپ کے اسلام و ایمان کا حال معلوم ہو جائے۔ ارے آپ جس بات کا مذاق اڑاتے ہیں وہ ہمارا دین و اسلام ہے ، ہم کہتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ ہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر پرندے اور مکھی مچھر کا حال بیان فرما دیا تھا۔ دوسرو !

مواہب لدنیہ میں طبرانی کے حوالے سے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔

لَقَدْ تَرَكْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَحْرِكُ طَائِرًا
بِجَنَاحِيهِ إِلَّا ذَكَرْنَا مِنْهُ عِلْمًا

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں ہم سے مفارقت اختیار فرمائی کہ کوئی پرندہ ایسا

نہیں جو اپنے بازوؤں کو حرکت دیتا ہو، مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس کا حال

بھی بیان فرمادیا۔“

سنبھلی صاحب! اب بتائیے کہ کبھی اور مجھ پر بھی فضائیں اپنے پردوں سے اڑتے ہیں یا نہیں؟ اور حضور

کا سارے اڑنے والے جانوروں کے احوال بیان فرمانا اس حدیث شریف سے صاف طور پر ثابت ہو گیا نہیں؟

میں نے اپنی پچھلی تقریر میں ایک آیت کریمہ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ پیش کی تھی اور بتلایا

تھا کہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضور صرف عالم الغیب ہی نہیں بلکہ معلم الغیب بھی تھے۔ اس آیت کو

آپ نے چھوٹا ٹک نہیں اور اس کے جواب میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔

لیجئے اب ایک آیت اور پیش کرتا ہوں۔ سورۃ رحمن میں ارشاد ہے۔

الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ

یعنی بڑی رحمت والے خدا نے قرآن سکھایا، انسان کامل یعنی اپنے محبوب و مطلوب محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اور ان کو ہر چیز کا بیان سکھایا۔“

تفسیر معالم الترمذی میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔

قَالَ ابْنُ كَيْسَانَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ يَعْنِي مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَعَلَّمَهُ الْبَيَانَ يَعْنِي بَيَانَ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ

یعنی ابن کیسان نے اس آیت کی تفسیر اس طرح فرمائی کہ خَلَقَ الْإِنْسَانَ سے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق مراد ہے۔ اور عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کا مطلب یہ ہے کہ حضور کو

آپ کے رب جل جلالہ نے تمام ماکان و مایکون جو کچھ کہہ رہا اور جو کچھ کہہ آئندہ ہونے والا ہے

اس سب کا بیان تعلیم فرمایا۔“

دیکھئے اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام ماکان و مایکون کا علم ہی

نہ تھا بلکہ اب اس سب کو بہ تعلیم الہی بیان بھی فرماتے تھے اس سے بھی ان احادیث کے مضمون کی تائید ہوتی

ہے جن میں یہ بتلایا گیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رض کے جماع میں تمام ماکان و مایکون

بیان فرمایا۔ کیا اب آپ اس آیت کا بھی اسی طرح مذاق اڑائیں گے جس طرح کہ ان احادیث کا اڑایا تھا ؟
اب تو اس قرآنی آیت نے بھی تبلا دیا کہ حضور اقدسؐ بہ تعلیم الہی تمام کان دہا کیوں بیان فرماتے تھے۔ کیا اس مکان
دما کیوں میں آپ کی مرغی، بکری، مینڈک، مچھلی، ککڑی، کھٹی، کھٹمل، پستو، ہر قسم کے درندے، پرندے، پرندے
سب داخل نہیں ہیں ؟ کیا اس آیت سے ان کا بیان حضرت سے ثابت نہیں ہوتا ؟

مسلمانو ! آپ نے دیکھا کہ یہ ہے ان لوگوں کا ایمان، حضور اقدسؐ کے لئے جو کمالات قرآن و حدیث سے
ثابت ہوتے ہیں یہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ارے اسی پر ایمان و اسلام کا دعویٰ ہے ؟ ایسوں ہی کے حق میں
قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے قَدْ كَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ کہ یہ لوگ مسلمان ہونے کے بعد پھر مرتد ہو گئے

(بعد حمد و صلوة) حاضرین کرام !

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی

میرے مخاطب مولوی حشمت علی صاحب نے مجھے مشغل

کرنے یا اپنی گالی بازی کا کمال دکھلانے کے لئے جو بد کلامی میری ذات کے متعلق اس دفعہ کی ہے میں اس کے جواب
میں پھر یہی عرض کروں گا۔ ع

تو دشنام وہ من دُعا کی قسم

اللہ تعالیٰ ان کو آدمیت دے اور اس بری خصلت کو ان سے دور فرمائے، آپ حضرات بھی کہیں آمین !
اس کے بعد میں ان کی تقریر کی قابل جواب باتوں کا جواب عرض کرتا ہوں خود اور آپ سب حضرات بھی بخیر سنیں۔
مولوی صاحب نے اس تقریر میں مجھ پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں معاذ اللہ آیتوں اور حدیثوں کا مذاق اڑاتا ہوں
مولوی صاحب ! میرے نزدیک وہ شخص مرتد ہے جو کسی آیت یا حدیث کے کسی جز کا بھی مذاق اڑائے یا دین کی کسی
چیز کے ساتھ بھی استخفاف سے پیش آئے۔ ہمارے نزدیک تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم و ارشاد
پر سر تسلیم خم کر دینے ہی کا نام ایمان و اسلام ہے۔ قرآن حکیم نے اسی حقیقت کو اس طرح ادا فرمایا ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا

تَسْلِيمًا . (النساء ۴-۶۵)

آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جو کچھ دل میں ہے وہ صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیا جاتا ؟ آپ شاید دوسروں کو اپنے پر قیاس کرتے ہیں ۔ ہمارے نزدیک عقائد کے بارے میں جس کے دل و زبان میں مطابقت نہ ہو وہ منافق ہے ، اور ہم منافقت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں ۔

ہاں اگر میں آپ سے یہ مطالبہ کرتا تو بے جا نہ ہوتا ۔ کیونکہ آپ اس مناظرہ میں جس عقیدہ (یعنی علم غیب کی حمایت کر رہے ہیں وہ آپ کا اصل عقیدہ نہیں ہے جس کی میرے پاس تحریر بھی موجود ہے ۔ نیز یہ عقیدہ آپ کے پیروں مرشد ” اعلیٰ حضرت “ فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب کے عقیدہ کے بھی خلاف ہے ۔ وہ اپنی کتاب ۔
” الدولۃ المکیۃ “ میں فرما چکے ہیں ۔

” وَلَا تُنْبِئُ بِحَطَآءِ اللَّهِ تَعَالَىٰ أَيْضًا إِلَّا الْبَعْضَ “

یعنی ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا سے بھی بعض علم ہی ملتا مانتے ہیں نہ کہ جمیع “

بہر حال آپ کا اصل عقیدہ علم غیب کلی کا نہیں ہے لیکن آپ صرف اپنے بلانے والوں کی خاطر یہاں اپنے اصل

عقیدہ کے خلاف بول رہے ہیں ۔ اور پھر دوسروں کو بھی ایسا ہی ” رکابیا “ سمجھتے ہیں ۔

کار پا کاں را قیاس از خود مکنگیر

الفرض ہم بجز اللہ اپنے ضمیر کے خلاف کسی عقیدہ کے اظہار کو منافقت اور کسی آیت یا حدیث کے ادنیٰ اتحاف

کو کفر سمجھتے ہیں ۔ ہاں آپ جو بعض آیتوں یا حدیثوں کا اپنی طرف سے مطلب بیان فرماتے ہیں وہ ضرور قابلِ مضحکہ

ہوتا ہے ۔ اور میں نے اگر کوئی مذاقہ جملہ کہا ہے تو وہ آپ کے بیان کردہ مطلب ہی کے متعلق کہا ہے اور جو کچھ داد دی ہے

وہ آپ کی خوش فہمی کی داد دی ہے ۔ اور یقین کیجئے کہ اس بارہ میں آپ کو معاف نہیں کیا جاسکتا کہ آپ کوئی ” قابلِ تفریح “

بات کہیں اور کوئی اس سے تفریح بھی حاصل نہ کرے ، آپ کوئی مضحکہ خیز چیز کہیں اور کوئی اس پر ہنسے بھی نہیں ۔

ذرا سوچئے تو ، جب آپ کسی آیت یا حدیث کا یہ مطلب بیان کریں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی خطبہ میں

برسرِ منبر تمام مکھیوں ، مکٹیوں ، مچھروں ، پسوؤں غرض ہر قسم کے کیڑے مکوڑوں کی بھی پوری پوری سوانح عمریایں بیان

کی تھیں اور اسی طرح میرے اور آپ کے بلکہ سارے انسانوں کے سروں اور داڑھیوں کے بالوں کی تفصیلی شمار بھی نام بنام

بیان فرمائی تھی۔ اور اس دنیا میں ہونے والے اپنے اور دوسروں کے ان تمام نیکی اور پر ایسویٹ معاملات کو بھی آپ نے بیان فرمایا تھا۔ جو کوئی شریف اور معقول آدمی کسی مجلس میں بیان نہیں کر سکتا، تو بتلائے کہ کوئی سنجیدہ آدمی جو اس آیت و حدیث کا صحیح مطلب بھی سمجھتا ہو کسی طرح ہنسی ضبط کر سکے گا۔ پھر اگر آپ کی اس لغویت کی داد دی جائے اور آپ کی اس خوش فہمی کے متعلق کوئی مذاقہ جملہ کہہ دیا جائے تو آپ کے نزدیک وہ آیت یا حدیث کا مذاق ہے، گویا آپ کا ہر لفظ اور ہر ارشاد قرآن و حدیث ہے۔ ”ایاز ! قدر خود بشاس“

میرے مہربان ! ان تمام احادیث کا مطلب وہی ہے جو عرض کر چکا ہوں۔ یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس خطبہ مبارکہ میں ابتدائے دنیا سے انتہائے دنیا تک کی تمام اہم باتیں جن کے بیان کی امت کو ضرورت تھی بیان فرمائیں۔ یہ بعینہ وہ مطلب ہے جو آپ کی پیش کردہ حضرت خذلیفہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کی شرح میں حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح شفا میں بیان فرمایا ہے۔ اور حضرت علامہ عینی و حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ذیل میں جو کچھ لکھا اس کا منشاء بھی یہی ہے جیسا کہ میں پہلے بتلا چکا ہوں۔ اور اس مطلب کا واضح قرینہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ ارشاد ہے جو مسند احمد اور ابن ماجہ کے حوالہ سے پیش کر چکا ہوں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ربوا کے احکام کو تفصیل سے بیان نہیں فرمایا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد اور آپ کی بدراخلق والی روایت میں تطبیق یوں ہی ہو سکتی ہے کہ اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ حضور نے تمام وہ چیزیں بیان فرمائیں جو آپ کے نزدیک زیادہ اہم تھیں اور امت کو ان کے بیان کی خاص ضرورت تھی۔ ہاں یاد آیا مشکوٰۃ شریف میں جہاں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ بدراخلق والی حدیث مذکور ہے وہاں حاشیہ پر حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی لمحات شرح مشکوٰۃ کے حوالہ سے اس حدیث کی شرح میں یہ الفاظ نقل ہیں۔ ”اُمِّ مِمَّا يَتَعَلَّقُ بِالْدِّينِ اُمِّ حُكَايَا“ یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضور نے اس خطبہ مبارکہ میں دین کے متعلق تمام ضروری اصول اور کلیات بیان فرمائے۔

بہر حال ان احادیث سے آپ کا استناد بالکل غلط ہے، ان کا مطلب وہی ہے جو میں عرض کر رہا ہوں۔ اور جو مطلب ان کا آپ نے دہے ہیں وہ عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے۔

اس مرتبہ آپ نے بڑے ناز کے ساتھ ایک حدیث حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی اور پیش کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

لَقَدْ تَرَكْنَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا يُحَرِّكُ طَائِرٌ جَنَاحَيْهِ إِلَّا ذَكَرْنَا مِنْهُ عِلْمًا

اور اس سے آپ نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر پرندہ کا حال بیان فرمایا۔ اور گویا اس کو آپ نے مکھیوں اور کچھروں کے تفصیلی احوال کے بیان میں نص صریح سمجھا ہے، میں آپ کا اس خوش فہمی کی کیا داد دوں۔ اگر عربی دانوں کا یہ مجمع ہوتا تو عام حاضرین کی طرف سے آپ کو اس حدیث فہمی کی اچھی دامن جاتی۔ بندہ خدا! اگر محاورات عرب سے آپ کو واقفیت نہیں ہے اور خدا نے کلام فہمی کا ذوق بھی متین دیا ہے تو لفظی ترجمہ ہی پر غور کیا ہوتا۔ اس حدیث کا خالص لفظی ترجمہ یہ ہوگا کہ۔

”ہم کو چھڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حال یہ کہ کوئی پرندہ اپنے پروں کو فضا پر آسمانی میں حرکت نہیں دیتا مگر آپ نے ہمارے لئے اس سے علم لے لیا“

آپ غالباً اس کو علم سمجھتے ہیں کہ ہر پرندہ کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ دن میں کئے بار پیشاب کرتا ہے، کتنی دفعہ پاخانہ کرتا ہے، اس کے پاخانے میں کیسی بو آتی ہے، کیسا رنگ ہوتا ہے، اور اس کا کتنا وزن ہوتا ہے، حالانکہ شرعی اصطلاح میں علم صرف ان چیزوں کے علم کو کہتے ہیں جن کا تعلق شریعت سے ہو، پس تمام پرندوں کے متعلق علم بیان فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام نے تمام پرندوں کی حلت و حرمت وغیرہ شرعی احکام کے متعلق ایسے جامع اور اصولی احکام بیان فرمائے ہیں کہ ان کی روشنی میں ہر پرندہ کا حلال یا حرام ہونا، اس کے گوشت وغیرہ کا ظاہر یا غیر ظاہر ہونا معلوم ہو سکتا ہے۔ اور یہی وہ علم شریف ہے جس کے بیان فرمانے کے لئے آپ دنیا میں تشریف لائے تھے۔ — بہر حال اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضور نے ہر پرندہ اور ہر مکھی، مچھر کی پوری پوری سوانح حیات اور سرگزشت بیان فرمائی، منصب نبوت سے ناواقف اور تفقہ فی الدین سے محرومی کی دلیل ہے۔

ان احادیث کے علاوہ آپ نے دو آیتیں بھی اور پیش کی ہیں۔ ایک وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ جس کا ترجمہ ہے کہ ”حضور غیب پر بخیل نہیں“ اس کا مطلب بالکل ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے غیب کی جو باتیں آپ کو بتلائی ہیں آپ اُمیوں تک پہنچانے میں بخل نہیں فرماتے۔ اور یہی ہمارا ایمان ہے، لیکن اس سے ”علم غیب کلی“ سے کیا واسطہ؟ پھر نہ اس میں لفظ کل یا جمیع کا لفظ ہی ہے۔

دوسری آیت آپ نے پیش کی ہے خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ اور ”معالم“ کے حوالہ

سے ابن کیسان کا یہ قول آپ نے بیان کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور ان کو ماکان و مایکون کا بیان تعلیم فرمایا۔

اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ عرض کرنی ہے کہ یہ تفسیر بالکل خلاف ظاہر و باطن معراج ہے اور اسی واسطے ان مفسرین نے اس قول کو نقل بھی نہیں کیا جو صرف صحیح اقوال کے نقل کرنے کا التزام کرتے ہیں۔ اور خود بخود نے بھی ”معالم“ میں اس کو دوسرے اقوال کے بعد بالکل آخر میں صرف احتمال کے طور پر ذکر کیا ہے۔

اس کی صحیح ترین تفسیر وہ ہے جس کو ”معالم“ ہی میں اس سے پہلے نقل کیا ہے۔ یعنی یہ کہ انسان سے جنس انسان مراد ہے اور بیان سے مراد انسان کی وہ گویائی اور قوت ناطقہ ہے جس کی وجہ سے وہ تمام حیوانات سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ امام رازیؒ نے اسی کو صحیح ترکہا ہے اور تفسیر جلالین و جامع البیان جیسی معتبر ترین تفسیروں میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔ اور اگر ان تمام چیزوں سے قطع نظر بھی کر لیا جائے جب بھی اس سے آپ کا دعویٰ علم کلی کا ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ زیادہ سے زیادہ اس میں وہی کلمہ ”ما“ ہے جس کے متعلق میں ثابت کر چکا ہوں کہ وہ ہمیشہ عموم و استغراق کے لئے نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں ان دونوں آیتوں سے آپ کا استدلال اس لئے بھی غلط ہے کہ یہ دونوں کی ہیں اور اگر ان سے علم کلی ثابت ہو گا تو کی زندگی میں ثابت ہو گا۔ اور آپ حضرات مدنی زندگی کے بھی بالکل آخری ایام میں یعنی ختم نزول قرآن کے بعد حضورؐ کے لئے اس علم غیب کلی کے حصول کے قائل ہیں۔ لہذا ان آیتوں سے آپ کا استدلال اس وجہ سے بھی غلط اور خلاف قاعدہ ہے۔

یہ بحث تو آپ کے دلائل کے متعلق تھی۔ اب میں اپنے دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

میں نے علوم خمس کے متعلق دو آیتیں اور ان کی تفسیر میں چند حدیثیں پیش کی تھیں، آپ نے ان سب کے جواب میں کہا تھا کہ ان سب میں غیر اللہ سے امور خمس کے صرف علم ذاتی کی نفی ہے اور اس مرتبہ پھر آپ نے اسی چیز کو دوبارہ بیان کیا ہے۔ میں اپنی پہلی تقریر میں آپ کے اس خیال کی مدلل تردید کر چکا ہوں۔ اور میں نے مسند احمد کے حوالہ سے حضرت ربیع بن حراش رضی اللہ عنہ کی جو حدیث پیش کی تھی، اس سے تو آپ کے اس خیال کی بالکل ہی بیخ کنی ہو جاتی ہے اور اس کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی اس لئے اب اس احتمال کو زبان پر لائیے

ہی نہیں۔

ہاں ! یاد آیا سنبھل کے مناظرہ میں آپ نے اس بات کو خود تسلیم کیا تھا اس حدیث سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے امورِ خمس کے علمِ عطائی کی نفی بھی ثابت ہوتی ہے اور آپ کا یہ اقرار خود آپ کی چھاپی ہوئی روئداد میں بھی موجود ہے۔ اور میں اپنی پہلی تقریر میں ثابت کر چکا ہوں کہ اس ایک حدیث سے جب علمِ عطائی کی نفی ثابت ہوگی تو علومِ خمس کے متعلق اس کے ہم مضمون جو اور آیات یا احادیث ہیں ان سب سے بھی علمِ عطائی کی نفی ثابت ہوگی۔ میں نے اسی سلسلہ میں سیدنا امام ابو حنیفہؒ کا ایک فیصلہ کن ارشاد بھی پیش کیا تھا، اس کے جواب میں آپ نے یہ عجیب و غریب بات فرمائی ہے کہ اس میں تو ملک الموت کا ذکر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اس میں نام مبارک بھی نہیں۔

اس کے جواب میں اس کے سوا میں اور کیا کہوں کہ جواب دینے سے پہلے ذرا تفسیرِ مدارک کی عبارت کو دیکھ تو لیا ہوتا، سنئے ! اس میں حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے آخری کلمات یہ ہیں **فَإِنَّ هَذِهِ الْعُلُومَ الْخَمْسَ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ** (یعنی یہ پانچ علوم حق تعالیٰ شاذ کے سوا کسی کو نہیں)۔

فرمائیے ! کہ اس میں علومِ خمس کی نفی صرف ملک الموت سے کی گئی ہے یا کل ماسوا اللہ سے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے صحیح مسلم سے ایک حدیث بھی پیش کی تھی۔ اور اس دعوے کے ساتھ پیش کی تھی کہ میں مسلم شریف سے حضرت امام ابو حنیفہؒ کا عقیدہ پیش کرتا ہوں، جس پر میرے ساتھ اور بھی بہت سے حضرات کو ہنسی آگئی اور اس تاریخی شعر کی یاد آواز ہو گئی۔

یہ خوش گفت است سعدی در زلیخا
أَلَا يَا أَيُّهَا السَّاقِي أَدِرْ كَأْسًا دَنَا وَلَهَا

بہر حال صحیح مسلم کی اس حدیث سے آپ نے یہ ثابت کیا ہے کہ تقدیر کا نوشتہ لکھنے والے فرشتہ کو ہر شخص کی موت کے وقت کا علم ہے۔ اس کے جواب میں پہلی گزارش تو یہ ہے کہ گفتگو ان امورِ خمس کے علم کلی میں ہے جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، اور اس حدیث سے اس کا تب تقدیر فرشتہ کے لئے ہر شخص کی موت کے علم کا حصول ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنین میں نفعِ روح کا وقت آتا ہے تو اسے

وقت اس کو اس کی عمر بتلا دی جاتی ہے نہ یہ کہ اس فرشتہ کو سب کی موت کا وقت معلوم ہے۔

علاوہ ازیں اس کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ تمام پیدا ہونے والے فرشتوں کی تقدیر لکھنے کے لئے ایک ہی فرشتہ مقرر ہے ؟ ہو سکتا ہے کہ اس کے لئے فرشتوں کا ایک ٹکڑا ہو، اور یہی زیادہ تر بین قیاس ہے بہر حال اس حدیث سے کسی طرح بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ علوم خمس والی آیات و احادیث میں ”موت“ کے متعلق جس علم کلی کی نفی غیر اللہ سے کی گئی ہے وہ کاتب تقدیر فرشتہ کو حاصل ہو۔

میں نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے ساتھ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کا بھی تذکرہ کر دیا تھا۔ اور کل جوب میں نے حضرت ممدوح کی کتاب ”غنیۃ الطالبین“ سے ایک فیصلہ کُن عبارت پیش کی تھی، آج پھر اس کی طرف میں نے آپ کو توجہ دلائی تھی، آپ نے اس کے جواب میں ایک شعر پیش کیا ہے۔ اول تو وہ بحث سے بالکل غیر متعلق ہے اور زیادہ سے زیادہ اس سے حضرت شیخؒ کے لئے اس زمانہ کے آباد شدہ لوگوں کا ایک اجمالی مکاشفہ ثابت ہوتا ہے اور اس میں کوئی بحث نہیں، اور نہ کسی طرح اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔ پھر اس شعر کو حضرت شیخؒ کا شعر ثابت کرنے کی آپ کوئی یقینی دلیل نہیں پیش کر سکتے۔ اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ حضرت ممدوح کی کسی کتاب میں آپ یہ شعر نہیں دکھلا سکتے۔ اکابر امت اور بزرگانِ دین کی طرف لوگوں نے ہزاروں شعر اور قصیدے ایسے منسوب کر رکھے ہیں جو ہرگز ان سے ثابت نہیں۔

خیر یہ بحث تو اپنے اور آپ کے گزشتہ دلائل کے متعلق تھی۔ اب کچھ نئی چیزیں اور پیش کرنا چاہتا ہوں۔ قرآن مجید سورہ مثر میں ارشاد ہے۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا : (المُدَّثِّرُ ۷۷، ۷۸)

حافظ ابن کثیرؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اَيُّ مَا يَعْلَمُ عَدَدَهُمْ وَكَثْرَتَهُمْ إِلَّا هُوَ تَعَالَى : (تفسیر ابن کثیر ج ۱۰، ص ۱۱۵)

”یعنی اللہ کے لشکروں کی شمار اور ان کی کثیرت و مقدار کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں“

اس آیت کا صاف مطلب، مفہوم و منطوق یہی ہے کہ جنودِ الہی کا ٹھیک علم بس اللہ ہی کو ہے اس سے

صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو یہ ”علم محیط“ حاصل نہیں۔ اور سنئے! سورۃ نسا میں ہے

”وَرَسُولًا قَدْ قَصَصْنَا هُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرَسُولًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ

عَلَيْكَ - اور کتنے رسول ہیں ایسے کہ ہم نے ان کو تم سے (لے رسول) پہلے ہی کہہ دیا

کتنے ہی رسول ہیں کہ ہم نے تم سے ان کو بیان نہیں کیا“ (النساء: ۱۶)

علامہ خازنؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اُمّی لَمْ نُسَمِّهِمْ لَكَ وَلَمْ نَعْرِفْ لَكَ

اَخْبَارَهُمْ۔ یعنی لے رسول! بہت سے ایسے رسول ہیں جن کے نام اور ان کے احوال ہم نے تم کو نہیں

بتلائے“

اور حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ۔

”بَعَثَ اللَّهُ عَبْدًا حَبَشِيًّا نَبِيًّا فَهُوَ مِنَّنْ لَمْ يَقْصُصْ عَلَيَّ

مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - (درنثار: ص ۴۰۳)

”اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک حبشی بندہ کو نبی بنا کر بھیجا تھا اور وہ ان پیغمبروں میں سے ہیں

جن کا قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتلایا گیا“

بہر حال اس آیت اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس تفسیری ارشاد سے معلوم ہوا کہ بعض انبیاء

کے احوال بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتلائے گئے، حالانکہ اگر آپ کو علم کلی عطا ہوتا تو کسی کا کوئی

حال بھی آپ کے علم سے باہر نہ ہوتا۔ نیز اسی آیت کے ہم مضمون ایک اہمیت سورۃ مومن میں بھی ہے۔

ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ

وَمِنْهُمْ مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ = (المؤمن: ۷۸)

اور بہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو

ہم نے آپ سے بیان کیا اور بعض وہ ہیں جن کو ہم نے بیان نہیں کیا“

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہوا ارشاد میں ابھی درنثار سے پیش کر چکا ہوں وہ آپ سے اس آیت کی تفسیر

میں بھی مردی ہے۔

ان قرآنی تصریحات اور اکابر امت کے ان ارشادات کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے ”علم کلی“ کا دعویٰ کرنا کسی ایمان والے کا کام نہیں۔

آخر میں گزارش ہے کہ براہ کرم اب بار بار ان باتوں کو نہ دہرائیے جن کا جواب میں بار بار دے چکا ہوں۔ آپ کی اس فضول تکرار سے بہت وقت ضائع ہوتا ہے۔

حضرت گرامی ! آپ نے دیکھ لیا مولوی منظور صاحب مولوی حسنت علی صاحب میری باتوں کا کوئی جواب نہیں دیتے بس اپنی کسے جاتے ہیں۔

ارے مولوی صاحب ! آپ یہاں جواب دیں یا نہ دیں، خدا کے یہاں آپ کو جواب دینا پڑے گا۔ آپ میرے مطالبات قاہرہ کو مبہم کئے جاتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے نئی نئی آیتیں اور حدیثیں پڑھے جاتے ہیں، جب تک میری باتوں کا جواب آپ نہ دے لیں، آپ کو نئے دلائل پیش کرنے کا کیا حق ہے، کیا پھر میں بھی ایسے ہی بے اصولے پن سے کام لوں۔ یاد رکھئے ! میں ایک ایک تقریر میں پچاس پچاس دلیلیں پیش کر سکتا ہوں، آپ مجھے خوب جانتے ہیں۔

جو دلیلیں آپ نے پہلے پیش کی تھیں میں ان کا جواب اپنی پہلی تقریروں میں دے چکا ہوں، اور براہین قاہرہ سے ثابت کر چکا ہوں کہ ان میں صرف علم ذاتی کا ذکر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں صرف وہی ممکن ہے، علم عطائی وہاں محال قطعاً ہے۔ لہذا جن آیتوں یا حدیثوں میں کسی علم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کر کے ماسوا سے اس کی نفی کی گئی ہے ان سب میں صرف علم ذاتی ہی مراد ہو سکتا ہے۔

آپ نے جو آیتیں اور حدیثیں پہلی تقریروں میں پیش کی تھیں، ان سب کا میری طرف سے یہی دندان شکن جواب ہے۔ اگر ہو سکے تو اس کو توڑیے اور غلط ثابت کیجئے لیکن میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ اگر سارے وہابی دیوبندی بھی جمع ہو جائیں تو وہ اس کا جواب نہیں دے سکتے۔

نہ خنجر اٹھے گانہ تلوار ان سے

یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

آپ نے اس مرتبہ سورہ مدثر کی جو آیت وَمَا يَعْلَمُ جُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ پیش کی ہے اس کا جواب بھی میری طرف سے یہی ہے کہ اس میں بھی ”جنود الہی“ کے علم ذاتی کی نفی غیر اللہ سے کی گئی ہے دیکھئے اس کا ترجمہ یہی تو ہے کہ اللہ کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا ”یعنی جس اللہ تعالیٰ ہی اپنے لشکروں کی تعداد جانتا ہے۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو جو اپنے لشکروں کا علم ہے تو یہ ذاتی ہے یا عطائی کا علم ہے کہ ذاتی ہی ہے۔ ”عطائی“ تو وہاں محال ہے۔ لہذا آیت کا مطلب یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں کا علم ذاتی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اب بتلائیے کہ اس سے علم عطائی کی نفی کس طرح ثابت ہوئی؟ اس کے علاوہ جو دو آیتیں آپ نے اس مرتبہ اور پیش کی ہیں، جن سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام کے احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتلائے گئے ہیں۔

ان دونوں آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک میں ان انبیاء کے تفصیلی حالات نہیں بیان کئے گئے لیکن اس کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ وحی غیر متلو کے ذریعے بھی آپ کو ان کا علم عطا نہیں ہوا؟ میں نے سورہ نساء کی آیت وَاعْلَمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ پیش کی تھی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جن چیزوں کا علم نہیں تھا ان سب کا علم آپ کو عطا ہو گیا، پس جن انبیاء علیہم السلام کے حالات پہلے سے آپ کو معلوم نہیں تھے اس آیت سے ثابت ہوا کہ ان کے حالات بھی آپ کو بتلا دیئے گئے۔ لیجئے ان چند جملوں میں آپ کی ساری دلیوں کا جواب ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

اب میرے دلائل قاہرہ سنئے!

میں نے ایک آیت تو یہی وَاعْلَمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ پیش کی تھی اور بتلایا تھا کہ ”ما“ چونکہ عموم کا کلمہ ہے اس لئے اس آیت سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم کلی ثابت ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے جو تاویلیں کیں میں ان سب کو باطل اور مردود ثابت کر چکا ہوں۔ آپ میرے اس جواب کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔

دوسری آیت میں نے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ پیش کی تھی اور اس سے میں

نے ثابت کیا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صرف عالم الغیب ہی نہیں بلکہ معلم الغیب بھی ہیں۔ آپ نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ اس سے علم کلی ثابت نہیں ہوتا، کیوں کہ اس میں کُل کا لفظ نہیں۔

اے مولوی صاحب! آپ اتنا بھی نہیں جانتے کہ کُل کی طرح الغلام بھی استغراق کے لئے آتا ہے اور اس آیت میں بھی وہ استغراق ہی کے لئے ہے۔ لہذا آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے رسول کُل غیب بتلانے میں نکل نہیں فرماتے۔ یعنی اپنی امت کو کُل غیب کی تعلیم دیتے ہیں۔ کہئے اب بھی اس آیت سے "علم غیب کلی" بلکہ تعلیم غیب کلی کا ثبوت ہوا یا نہیں؟

تیسری آیت میں نے خَلَقَ الْإِنْسَانَ عِلْمَهُ الْبَيَانَ پیش کی تھی اور بتلایا تھا کہ تفسیر "معالم التنزیل" میں امام ابن کیسان سے اس کی تفسیر یہ نقل کی گئی ہے کہ خَلَقَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِلْمَهُ بَيَانَ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور آپ کو جو کچھ کہ ہوا اور جو کچھ کہ ہوگا اس سب کا بیان تعلیم فرمایا۔

اس کے جواب میں آپ نے کہا ہے کہ یہ تفسیر خلاف ظاہر ہے۔ بہت خوب! کیا آپ امام ابن کیسان سے بھی زیادہ علم رکھتے ہیں؟ آپ کو یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ جب ابن کیسان جیسے جلیل القدر امام نے یہ تفسیر کر دی اور امام بخاری نے تفسیر معالم التنزیل میں اس کو نقل بھی کر دیا تو اب اس کے صحیح ہونے میں کیا شبہ رہا۔ بہر حال اس آیت سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمیع ماکان دمایکون کا بیان عطا فرمایا گیا۔ یعنی آپ تمام ماکان دمایکون کے صرف عالم ہی نہیں تھے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آپ اس کو بیان بھی فرماتے تھے۔ واللہ اعلم۔

پھر اس مضمون کی تائید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کی ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جو پہلے پیش کر چکا ہوں۔ اس کا صریح مضمون یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ہر منبر تمام ماکان دمایکون یعنی دنیا کے شروع سے آخر تک کی تمام باتیں پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرمائیں۔ آپ نے ان تمام احادیث کے جواب میں کہا ہے کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ حضور نے تمام قابل ذکر اور اہم باتیں بیان فرمائیں۔ لیکن میں

نے آپ سے بار بار پوچھا کہ یہ "قابل ذکر" کا پیوند آپ کہاں سے لگاتے ہیں تو آپ ابھی تک کوئی جواب نہیں دے سکے۔

ارے مولوی صاحب! خدا سے ڈرو! حدیثوں کے معنی اپنے جی سے نہ لگو۔ ان احادیثِ پاک کا مطلب وہی ہے جو حضرت علامہ بدر الدین عینیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بیان فرمایا ہے پھر سن لو! ان بزرگانِ کرام کے الفاظ گرامی یہ ہیں۔

فِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّهُ أَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيعِ أَحْوَالِ
الْمَخْلُوقَاتِ مِنْ أَوَّلِهَا إِلَى آخِرِهَا (عینی)

اور حافظ ابن حجر ارقام فرماتے ہیں۔

وَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّهُ أَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيعِ أَحْوَالِ
الْمَخْلُوقَاتِ مِنْ أَوَّلِهَا إِلَى آخِرِهَا أَنْ تَبْعَثَ

(فتح الباری)

ان دونوں عبارتوں کا صریح مفاد بلکہ ترجمہ بھی یہی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بدرِ اُحلیٰ والی حدیث اس بات پر واضح طور سے دلالت کرتی ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اول سے آخر تک تمام مخلوقات کے تمام احوال گویا ابتدائے آفرینش سے قیامت، اور قیامت سے آخر تک کے سارے واقعات بیان فرمائے اب بتلایے ان جلیل القدر اماموں کی اس تصریح کے بعد آپ کے "قابل ذکر" کے پیوند کو کون سن سکتا ہے۔

الغرض ان تمام احادیث سے نہایت روشن طریقہ پر میرا مدعا ثابت ہے اور آپ کی ساری تاویلیں مردود و مطرود ہیں۔ لیجئے اب میں ایک آخری حدیث اسی مضمون کی اور پیش کرتا ہوں۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث مروی ہے
قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا بَعْدَ الْعَصْرِ
فَلَمْ يَدَعْ شَيْئًا يَكُونُ لِلْيَوْمِ قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا ذَكَرَهُ حِفْظُهُ

مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ (الحديث)

یعنی ایک دن عصر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ہمارے سامنے ایک خطبہ ارشاد فرمایا، پس قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں سے آپ نے کوئی چیز بھی ایسی نہ چھوڑی جس کا ذکر اس خطبہ میں نہ فرمایا ہو، جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

اس حدیث شریف سے بھی صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ختم دنیا تک ہونے والے سارے واقعات ایک ایک کر کے بیان فرمادیتے اور کوئی ایک واقعہ بھی بلا بیان کئے نہ چھوڑا۔ واللہ اعلم۔

اچھا لیجئے ایک شیطان سوز ایمان افروز حدیث اور سنئے !

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ پہلے یہ کہنا کا پیشہ کرتے تھے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی اطلاع ان کے منبر جن نے ہی دی تھی۔ اسی کی اطلاع کی بنا پر یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوتے اور اسی وقت انہوں نے حضور کی شان میں اپنا ایک نعتیہ قصیدہ عرض کیا جس کا ایک شعر یہ ہے ۔

فَأَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ لَا رَبَّ غَيْرُهُ

وَأَنَّكَ مَا مَوْتٌ عَلَى كُلِّ غَائِبٍ

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور اے رسول آپ ہر

غیب کے امین ہیں ۔

اس حدیث کو سیدی امام احمد عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے۔ اور حدیث کے آخر میں یہ بھی

ہے کہ حضور اقدس اس قصیدہ سے خوش ہوئے۔ لیجئے اس میں تو صاف ”کل غائب“ کا لفظ موجود ہے

اب اس میں آپ کیا تاویل کر سکتے ہیں۔ مسلمانو! آپ نے دیکھا جو عقیدہ ہمارا ہے وہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی

عقیدہ ہے اور وہ حضور اقدس کے سامنے اس کا اظہار بھی کرتے تھے اور آپ اس سے مسرور بھی ہوتے

تھے۔ سنی بھائیو ! تمہیں مبارک ہو، تمہارا عقیدہ وہ عقیدہ ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہیں۔ ان کا رب خوش ہے، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تمام بڑے بڑے دین خوش ہیں۔ اور وہی تمام اکابر دین کا عقیدہ ہے۔
اچھا آخر میں ایک بزرگ کا ارشاد اور سن لیجئے۔

عارف ربانی سیدی امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ کتاب الابریز شریف میں اپنے شیخ سے نقل فرماتے ہیں۔

وَأَقْوَى الْأَرْوَاحِ فِي ذَلِكَ رُوحُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَإِنَّهَا لَمْ يَحْتَجِبْ عَنْهَا شَيْءٌ مِّنَ الْعَالَمِ فَهِيَ مُطْلَعَةٌ عَلَى
عَرْشِهِ وَسُفْلِهِ وَدُنْيَاهُ وَآخِرَتِهِ وَنَارِهِ وَجَنَّتِهِ لِأَنَّ
جَمِيعَ ذَلِكَ خُلِقَ لِاجْلَالِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یعنی ساری روحوں میں قوی روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ہے۔ پس دنیا جہاں کی کوئی چیز ان سے پردہ میں نہیں۔ پس عرش اور علو و سفلی سب پر آپ مطلع ہیں اور دنیا و آخرت اور جنت و دوزخ سب پر آپ کو اطلاع ہے کیونکہ یہ سب انہی کے لئے تو پیدا کیا گیا ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

مولوی منظور صاحب ! دیکھا آپ نے یہ ہے اکابرین دین کا عقیدہ۔ لیجئے ! اسی ابریز شریف

کی ایک اور ایمان افروز شیطان سوز عبارت سنئے۔ امام شعرانی فرماتے ہیں۔

سَمِعْتُ أَحْيَانًا يَقُولُ وَمَا السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُونَ
السَّبْعُ فِي نَظَرِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ إِلَّا كَحَلْقَةِ
مُلَقَاةٍ فِي فَلَاةٍ مِّنَ الْأَرْضِ۔

یعنی ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں بندہ مؤمن کی نظر میں بس ایسی ہیں جیسے کہ ایک
لچ و دق میدان میں پھلتا پڑا ہو۔

مولوی منظور صاحب ! دیکھا آپ نے آپ کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی میں کلام ہے لیکن عرفانہ کرام فرماتے ہیں کہ ہر عبد مؤمن کو تمام آسمانوں اور زمینوں کا اس طرح شہودی علم ہوتا ہے جس طرح کہ میدان میں پڑا ہوا اچھلا ہر شخص دیکھتا ہے۔ اور بے شک ایمان کی شان یہی ہے۔ لیکن جو خود ہی مسلمان نہ ہو، جو انبیاء کرام اور سید الانبیاء (علیہم السلام) ہی کی عظمت کا محسوس ہو، وہ اس کو کیا سمجھ سکتا ہے۔ ہاں اگر آپ لوگ توبہ کر کے ابھی مسلمان ہو جائیں تو یہ باتیں آپ کی بھی سمجھ میں آ سکتی ہیں۔ اس کے بعد میں پھر کہتا ہوں، او مولوی منظور صاحب ! او منظور الدین صاحب ! اپنی اپنی ہڈیوں پر غم کرو۔ ان کو دوزخ کا ایندھن نہ بناؤ اور اب بھی توبہ کر کے مسلمان ہو جاؤ۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد حمد و صلوة) میں آپ کی اس کفر بازی اور

بے جا تعلق کے جواب میں قرآن حکیم کی صرف ایک

وہ آیت پیش کر دینا کافی سمجھتا ہوں جس میں زمانہ نبوی کے مشرکین عرب کی اسی قسم کی تعلیموں کا جواب دیا گیا ہے بلکہ حضور ص سے دلویا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَاحِشُ الْعَلِيمُ

بس خدا جانتا ہے کہ ہم میں اور تم میں کون حق پر ہے اور کون ناحق پر، کون مؤمن ہے اور کون کافر

جنتی کون ہے اور ناری کون ہے۔ اور وہی قیامت کے دن ہمارا تمہارا فیصلہ کرے گا۔ (سبا ۳۷، ۳۸)

آپ کی کفر بازی اور کفر بازی کے اس قرآنی جواب کے بعد میں اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آپ

نے اپنی اس تقریر میں بہت سا حصہ تو پہلی ہی تقریروں کا دہرایا ہے اور انہی باتوں کا پھر اعادہ کر دیا ہے جن

کا میں بار بار جواب دے چکا ہوں۔ مگر مجھے چونکہ ابھی بہت سی نئی نئی باتیں پیش کرنی ہیں اس لئے اب میں

ان کے جوابات کو بار بار دہرائیں سکتا۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرے وہ جوابات اتنی جلدی حاضرین کے حافظہ

سے محفوظ رہیں گے۔ البتہ جو نئی چیزیں آپ نے اس تقریر میں پیش کی ہیں ان کے جواب میں مجھے

کہنا ہے۔ آپ و نیز حاضرین کرام لغو سنیں۔

آپ نے آیت کریمہ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ کے متعلق دعویٰ کیا ہے کہ اس

میں غیب پر الف لام استغراق کا ہے۔

آدل تو آپ کا یہ دعویٰ محض غلط ہے۔ آپ کسی مفسر کا قول اس کی تائید میں نہیں پیش کر سکتے۔ علاوہ ازیں آپ نے غالباً غور نہیں کیا، اگر بفرض یہ الف لام استغراق کا بھی ہو جب بھی اس سے علم غیب کلی ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں آیت کا مفاد بخل کل غیب کا سلب ہوگا اور اس کے لئے صرف ایجاب جزئی لازم ہوگا نہ کہ ایجاب کلی۔ یعنی عدم بخل کل غیب کے لئے کل غیب کا اظہار ضروری نہیں بلکہ صرف بعض غیب کے اظہار سے بھی بخل کل غیب کی نفی ہو جائے گی۔ الغرض اس صورت میں بھی آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا اور پھر یہ منشاء قرآن کے بھی خلاف ہوگا۔ کیونکہ اس سے بخل کی کامل نفی نہیں ہوگی بلکہ اس کے صرف ایک فرد بخل کل غیب کی نفی ہوگی۔

آپ نے آیت کریمہ خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کی تفسیر میں معالم کے حوالہ سے ابن کیسان کا ایک قول نقل کیا تھا۔ میں نے اس کے متعلق کہا تھا کہ یہ تفسیر خلاف ظاہر اور مرجوح ہے۔ آپ نے اس کا ایک یہ جواب دیا ہے کہ کیا تم امام ابن کیسان سے بھی زیادہ علم رکھتے ہو ؟

اس جواب کی داد کچھ اہل علم ہی دے سکتے ہیں۔ بندہ خدا میں نے اس کو ان مفسرین کی تفسیر کے مقابلہ میں مجروح کہا ہے جو ابن کیسان سے بہت اونچے مرتبے کے ہیں۔ پھر آپ نے کہا ہے کہ جب ابن کیسان جیسے جلیل القدر امام نے یہ تفسیر کر دی اور علامہ بغوی نے اسے نقل کیا تو اس کے صحیح ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ بھی پتہ نہیں کہ ابن کیسان کون اور کس طبقہ کے شخص ہیں اور مفسرین میں ان کا کیا درجہ ہے۔ اور غالباً آپ کو یہ بھی پتہ نہیں کہ معالم التنزیل علامہ بغوی نے کس اصول پر لکھی ہے۔ سنئے ! نہ ابن کیسان ان لوگوں میں سے ہیں جن کی طرف کسی قول کی نسبت اس کی صحت کی دلیل ہو اور نہ معالم التنزیل ان کتابوں میں سے ہے جن میں صرف صحیح اور قابل اعتماد اقوال ہی کے نقل کا التزام ہو۔ سنئے ! اس خصوصیت کی تفاسیر میں تفسیر ابن کثیر، تفسیر جلالین اور تفسیر جامع البیان جیسی تفاسیر میں۔ ان میں صرف وہی اقوال نقل ہوتے ہیں جو ان کے مؤلفین کے نزدیک کسی درجہ میں قابل اعتبار ہوتے ہیں، اور ایسی کسی تفسیر میں بھی ابن کیسان کا یہ قول نقل نہیں کیا گیا۔

اور قطع نظر اس ساری بحث سے میں تو پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ اگر بفرض ابن کیسان کی اس تفسیر کو صحیح بھی

مان لیا جائے جب بھی اس سے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا جیسا کہ میں پہلے ثابت کر چکا ہوں۔

پھر میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ ان دونوں آیتوں دَعَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَمِّينَ اور خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ سے آپ اس لئے بھی استدلال نہیں کر سکتے کہ یہ دونوں آیتیں مکی ہیں۔ اور اگر ان سے علم کلی ثابت ہوگا تو ہجرت سے بھی پہلے ثابت ہوگا۔ اور آپ حضرات ہجرت سے قریباً دس برس کے بعد حضور مکے لئے اس علم کا حصول مانتے ہیں۔ پس ان آیتوں کا جو مطلب آپ بیان کرتے ہیں اس کی رو سے تو آپ خود ان آیات کے منکر ٹھہر گئے۔ اُنکے کو کفر کی گردان آپ خود کر لیجئے وہ آپ کو اچھی کرنی آتی ہے۔

ان آیات کے علاوہ جو احادیث آپ نے پہلی تقریروں میں پیش کی تھیں ان سب کا مفصل و مدلل جواب میں مکرر سیکر دے چکا ہوں۔ اور ان کا صحیح مطلب و روایت و درایت کی روشنی میں تبلا چکا ہوں کہ جس کا آپ کوئی رد نہیں کر سکتے ہیں۔ اس مرتبہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی جو نئی حدیث آپ نے پیش کی ہے اس کا بھی میری طرف سے وہی جواب ہے اور اس کا بھی وہی مطلب ہے جو اس کے ہم مضمون دوسری احادیث کا میں عرض کر چکا ہوں۔ چنانچہ علامہ علی قاریؒ نے مرقاة شرح مشکوٰۃ میں اس کے الفاظ فَلَمْ يَدْعَ شَيْئًا کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے اَمَى مِمَّا يَتَعَلَّقُ بِالْذِّينِ مِمَّا لَا بُدَّ مِنْهُ (مرقاۃ جلد پنجم ص ۸)

یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ نے اپنے اس خطبہ میں دین کے متعلق تمام ضروری اور اہم ترین باتیں بیان فرمائیں اور ان میں سے کوئی بات بھی حضرت نے بغیر ذکر کے نہ چھوڑی۔

کہئے ! یہ بعینہ وہی مطلب ہے یا نہیں جو میں بیان کر چکا ہوں کیا اس کے بعد بھی مجھ سے یہ پوچھئے گا کہ یہ ”اہم اور قابل ذکر“ کا پیوند کہاں سے لگاتے ہو۔ مہر حال اس قسم کی جتنی بھی احادیث مروی ہیں ان سب کا یہی مطلب ہے اور آپ جو مضحکہ خیز مطلب بیان فرماتے ہیں وہ سوائے آپ جیسے حضرات کے کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا۔ آپ نے علامہ عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارتیں پھر پیش کی ہیں۔ حالانکہ میں ان کا بھی کئی دفعہ جواب دے چکا ہوں اور تبلا چکا ہوں کہ ان کا منشاء بھی یہی ہے جو میں بیان کر رہا ہوں۔

میں نے عرض کیا تھا کہ شاید آپ کو ان کے لفظ ”جميع“ سے شبہ ہو رہا ہے۔ سو یہ ”جميع“ ایسا ہی ہے جیسا کہ آیت کریمہ لَا مَلَكٌ جَحْتَمُ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ میں لفظ ”اجمعین“ ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے میرے اس جواب کو ابھی سمجھا ہی نہیں۔ اگر واقعی آپ نہ سمجھ سکے ہوں تو صاف کہہ دیجئے میں اس کو تفصیل سے عرض کر دوں گا۔

علاوہ ازیں عینی اور فتح الباری میں بلا مبالغہ سینکڑوں جگہ آپ کے عقیدہ علم غیب کی کے خلاف تصریحات موجود ہیں۔ اگر مناظرہ کا وقت بڑھانے کے لئے آپ تیار ہوں تو میں اسی مجلس میں پیش کر سکتا ہوں۔

یاں یاد آیا، کل کے مناظرہ میں علامہ عینیؒ کی ایک فیصلہ کن عبارت علم قیامت کی نفی پر میں پیش کر چکا ہوں۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسی موقع پر حدیث جبریل ہی کے ذیل میں اور اس کے علاوہ اور دیگر مقامات پر بھی علم قیامت کے مخصوص بننا ہونے کے متعلق تصریحات کی ہیں۔ غرض عینی اور فتح الباری میں ایسی صد ہا تصریحات ہیں جن کے مطالعہ سے ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے علم غیب کلی کے عقیدہ سے ان کا دامن بالکل پاک ہے۔

بہر حال عینی اور فتح الباری کی آپ کی پیش کردہ عبارات سے علم کلی بلکہ تعلیم کلی کا نتیجہ نکالنا صرف آپ کے خوش فہمی ہے۔ آپ نے اس مرتبہ سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کا ایک شعر بھی پیش کیا ہے۔ اول تو اس روایت کی سند صحیح نہیں ہے۔ پھر عربی محاورات میں کبھی کبھی لفظ کل بمعنی کثیر بھی مستعمل ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں بعض معنوب و مضروب اقوام کے متنی میں فرمایا گیا ہے کہ فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ اور ظاہر ہے کہ یہاں ”کل شئی“ سے صرف اشیاء کثیرہ ہی مراد ہو سکتی ہیں۔ اور خود آپ کے پیرو مرشد فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں۔ ”کبھی کل سے اکثر مراد ہوتا ہے“

(فتاویٰ رضویہ، جلد اول، ص ۳۷، ۳۸)

پس اگر اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ آپ کے پیش کردہ شعر میں ”کل غائب“ کے لفظ سے امور غائبہ کی صرف مقدار کثیر مراد ہے۔ اور اس صورت میں شعر کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ غیب کی بہت سی باتوں کے امین ہیں۔ اور اس پر ہمارا ایمان ہے لہذا اس شعر میں آپ کے لئے کوئی حجت نہیں۔ پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ اگر آپ شعر کا مطلب یہ نہیں کریں گے اور کل کو اپنے اصلاحی معنی میں لے کر اس سے تمام غیب کا علم انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کریں گے تو یہ شعر آپ کے پیرو مرشد فاضل بریلوی کے عقیدہ کے بھی خلاف

ہوگا۔ میں ان کی کتابوں سے ان کی یہ تصریح پیش کر چکا ہوں کہ پیغمبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ”کل علم غیب“ کے قائل نہیں۔ اور یہی ایک شعر کیا آپ نے جو آیتیں اور حدیثیں اب تک پیش کی ہیں اور ان سے علم غیب کلی کا ثبوت جس طرح دینا چاہا ہے وہ سب آپ کے پیرو مرشد کے عقیدہ کے خلاف ہے اور گویا آپ کے اصول پر وہ ان تمام آیات و احادیث کے منکر ہیں لہذا اس مرتبہ ذرا دل کڑا کر کے یہ تو بتلا دیجئے کہ ان کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے ؟ آپ جو بڑی فیاضی کے تھیماں کفر تقسیم فرما رہے ہیں اس میں ان کا کتنا حصہ ہے ؟ ہمارے بڑوں پر تو آپ کو بڑا رحم آتا ہے لیکن اپنے مرشد کی سوکھی ہڈیوں کی بھی آپ نے کوئی فکر کی ہے یا ان کے ساتھ آپ کو کوئی ضرر نہیں، خواہ وہ کسی طبقہ میں جلیں۔ ہاں ذرا دل تھام کے اس مرتبہ میرے اس سوال کا جواب ضرور دے دیجئے۔ اس تقریر میں آپ نے ”کتاب الابریزہ“ کے حوالہ سے ایک بزرگ کا کلام بھی پیش کیا ہے اگرچہ اس کی توجیہ ہو سکتی ہے لیکن میں اس کے متعلق کچھ عرض کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتا۔ کیونکہ جن بزرگ کا وہ کلام ہے وہ ان علماء راسخین میں سے نہیں ہیں جن کے کلام سے ایسے مسائل میں استناد کیا جاسکتا ہو، وہ تو ارباب مُسکر میں سے ہیں اور اس طبقہ کے لوگوں میں سے ہیں جن کے بعض افراد نے غلبہ حال کے وقت ”انا الحق“ اور ”سبانی ما اعظم شانی“ بھی کہا ہے۔ پس شرعی مسائل اور بالخصوص عقائد کے متعلق مباحث میں ان کے اقوال پیش کرنا ان کے مقام سے بجا نہ ہے اور بے خبری کا ثبوت دینا ہے۔ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

”حجۃ در اقوال و اعمال مشائخ نیست، حجت آن ست کہ در کتاب و سنت“

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کسی ایسے ہی بزرگ کا ایک کلام ایک شخص نے پیش کیا۔ اس پر حضرت نے براہِ فرختہ ہو کر تحریر فرمایا۔

”کلام محمد عربی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام در کار است نہ کلام محی الدین اکبر بن عربی و صدر الدین قنوی و عبد الرزاق کاشی“

بہر حال شرعی مسائل و مباحث میں ان بزرگوں کے اقوال سے استناد صحیح نہیں۔ لہذا مجھے ابریز کی عبارات کا جواب دینے کی مطلق ضرورت نہیں۔

لیجئے یہاں تک آپ کی ساری دلیلوں کا جواب ہو گیا۔ مرے پہلے پیش کردہ دلائل کے متعلق اس مرتبہ بھی

آپ نے وہی ذاتی و عطائی والی بات کہی ہے جس کو میں بارہا دلائل سے روک چکا ہوں لہذا اب مجھے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ جو تین آیتیں میں نے کچھلی تقریر میں پیش کی تھیں ان کے جواب میں جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کا جواب مجھے دینا ہے۔

میں نے ایک آیت وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ پیش کی تھی۔ آپ نے کہا ہے کہ اس میں بھی غیر اللہ سے "جنود الہی" کے صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ آیت کا مقصد جنود اللہ کی کثرت بیان کرنا۔ اور گویا یہ بتلانا ہے کہ خدا کے لشکر اس قدر کثیر ہیں کہ اس کے سوا ان کی تعداد و شمار کا کسی کو علم بھی نہیں۔ اور جب اس کا مطلب آپ یہ لیں گے کہ اس کا علم ذاتی اللہ کے سوا کسی کو نہیں تو اس سے اس کی کثرت کا کچھ بھی پتہ نہیں چلے گا۔ کیونکہ علم ذاتی تو ایک ذرہ کا بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔

بہر حال آپ کے اس مطلب سے تو آیت کا مقصد ہی خبط ہو جاتا ہے۔۔۔ رہی آپ کی یہ منطق کہ اللہ تعالیٰ کو چونکہ علم ذاتی ہے لہذا جانب منفی میں بھی وہی مراد ہوگا۔ تو یہ محض مخالطہ ہے۔ آیت کا اشارہ صرف یہ بتلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں۔ گویا یہاں نفی و اثبات دونوں میں مطمح نظر نفس علم ہے ذاتی یا غیر ذاتی کی یہاں کوئی بحث ہی نہیں۔ اور یہی صورت ان تمام آیات میں ہے جو میں نے علم قیامت یا علوم خمس کے متعلق پہلے پیش کی ہیں۔

میں نے اس سے پہلی تقریر میں دو آیتیں اور بھی پیش کی تھیں جن کا مضمون یہ تھا کہ اے رسول! ہم نے کچھ انبیاء کے حالات تو آپ کو بتلائے ہیں اور کچھ انبیاء کے اور بھی ہیں جن کو ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔ ان دونوں آیتوں کا مطلب آپ نے یہ بیان کیا ہے کہ ہم نے قرآن پاک میں بعض مغیروں کے تفصیلی احوال بیان نہیں کئے۔ جب لاکھ دونوں میں سے کسی آیت میں نہ قرآن کا لفظ ہے نہ اس کا کوئی اشارہ ہی ہے، بلکہ وہاں تو صرف یہ ہے کہ لَوْ نَقْصُصُ عَلَيْكَ (یعنی ہم نے ان کو آپ سے بیان نہیں کیا)

علاوہ ازیں کل آپ نے بڑے زور و شور کے ساتھ یہ دعویٰ کیا تھا کہ قرآن پاک میں ہر چیز کی تفصیل اور ہر چیز کا بیان ہے اور اسی پر آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کلی کی بنیاد رکھی تھی۔ لیکن اس تقریر میں

آپ نے اس دعوے کو خود ہی توڑ دیا اور اقرار کر لیا کہ بعض انبیاء علیہم السلام کا بیان قرآن پاک میں نہیں ہے۔
 کل میں نے ہر چند آپ کو سمجھایا کہ آپ کا یہ دعویٰ غلط ہے۔ اور قرآن پاک کے ”تَفْصِيلاً لِّكُلِّ شَيْءٍ“
 اور ”رَبِّانَا لِكُلِّ شَيْءٍ“ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے، اور اس کے لئے میں نے ائمہ مفسرین کی تصریحات
 بھی پیش کیں، لیکن آپ نہ مانے اور بضد رہے۔ مگر سنی کا معجزہ دیکھئے کہ آپ آج خود اقرار کر رہے ہیں کہ قرآن پاک
 میں بعض انبیاء علیہم السلام کے احوال بیان نہیں فرمائے گئے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں۔ ”حق پر زبان جاری ہے۔“
 خیر یہ بحث تو میرے گزشتہ دلائل کے متعلق تھی۔ اب چند نئے دلائل اور سنئے۔

— سورہ ہود کی آخری آیت ہے

وَاللَّهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْيَ يَرْجِعُ الْأُمُورُ كُلَّهُ

یعنی زمین و آسمان کا پورا غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے اور سب کچھ اسی کی طرف لوٹنے
 والا ہے۔

— اور سورہ نحل میں ارشاد ہے۔

وَاللَّهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمَةٍ الْبَصِيرِ وَهُوَ أَقْرَبُ

یعنی زمین و آسمان کے تمام غیب صرف اللہ کے علم محیط میں ہیں اور قیامت کا معاملہ بس نگاہ
 جھپکنے کی طرح ہوگا۔ (النحل ۱۶ = ۷۷)

— اور سورہ کہف میں ارشاد ہے۔

لَهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَبْصِرُ بِهِ وَأَسْمِعُ (کہف ۱۸، ۲۶)

یعنی زمین و آسمان کے غیبوں کا علم صرف اسی اللہ کو ہے وہ کس قدر دیکھنے اور سننے والا ہے۔
 ان تینوں آیتوں میں زمین و آسمان کے کل غیب کے علم کو یعنی علم کلی کو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص
 بتلایا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ اور لہ کو مقدم کرنے سے ظاہر ہے۔ اور امام رازیؒ وغیرہ مفسرین نے اس کی
 تصریح بھی فرمائی ہے۔

غالباً ان آیات کے متعلق بھی آپ وہی فرسودہ بات کہیں گے کہ ان میں بھی صرف علم ذاتی کی تخصیص ہے

اس لئے میں پہلے ہی عرض کئے دیتا ہوں کہ علم ذاتی اگر مراد لیا جائے تو ان آیات میں غیب کا ذکر بے کار ہوگا۔ کیونکہ علم ذاتی تو دنیا کی کسی چیز کا بھی کسی مخلوق کو نہیں ہو سکتا، اس میں غیب کی کوئی خصوصیت نہیں۔ بہر حال ان تمام آیات کا مطلب یہی ہے کہ زمین و آسمان کے تمام غیوب کو اللہ تعالیٰ ہی کا علم محیط ہے۔ اس کے سوا کسی کو یہ علم کلی حاصل نہیں۔

ایک آیت اور سنئے۔ سورۃ یٰسین شریف میں ارشاد ہے۔ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ۔

یعنی ہم نے اپنے رسول کو شعر کا علم نہیں دیا اور نہ وہ ان کے لئے مناسب ہے۔ آیت ۶۹:

دیکھئے اس آیت میں کس صراحت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علم شعر کی نفی کی گئی ہے کہ وہ ہم نے ان کو نہیں دیا اور نہ وہ ان کے شایانِ شان ہے۔ پھر اس آیت کے لفظ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ نے یہ بھی واضح

کر دیا کہ بعض علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان نہ تھے اور وہ آپ کو عطا نہیں ہوتے۔

آپ نے اب تک کے مناظروں میں اس آیت کے مجھے دو جواب دیئے ہیں ایک یہ کہ اس آیت میں مکہ شعر

کی نفی مقصود ہے اور مطلب صرف یہ ہے کہ ہم نے آپ کو شعر گوئی کا مکہ عطا نہیں فرمایا۔ اور دوسرا جواب آپ

نے سنبھل اور ادبی کے مناظروں میں یہ دیا تھا کہ اس شعر سے شعر منطقی یعنی قضایا مختلہ (خیالی باتیں) مراد ہیں اور

آیت کا منشاء ان کی تعلیم کی نفی کرنا ہے۔

لیکن یہاں ان باتوں کو آپ نہ دہرائیں۔ آپ کو شاید یاد ہو میں کچھ مناظروں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی

اللہ عنہا کی وہ روایت پیش کر چکا ہوں جس میں مذکور ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مشہور شعر پڑھ

رہے تھے۔

كَفَى الشَّيْبُ وَالْإِسْلَامُ لِلْمَرْءِ نَاهِيًا
وَيَا تَيْبِكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تَزِدْ

لیکن آپ نے اس کو اس طرح الٹ پلٹ کر پڑھا کہ اس کی شعریت ختم ہو گئی اور وزن شعر باقی نہیں رہا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور! شعر اس طرح ہے..... آنحضرت نے پھر پڑھا اور پھر

اسی طرح وزن ٹوٹ گیا۔ اور اس میں رد و بدل ہو گیا۔ اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں گواہ ہوں کہ

آپ خدا کے رسول برحق ہیں۔ خدا نے آپ کی شان میں فرمایا ہے کہ میں نے اپنے رسول کو شعر کا علم نہیں دیا ہے۔ اس روایت سے آپ کی ان تاویلات کی قطعی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔

علاوہ ازیں پہلے مناظروں میں میں نے بھی عرض کر چکا ہوں کہ اگر آپ کی ان تاویلات کو مان بھی لیا جائے تو جب بھی میرے استدلال پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ شعر سے خواہ آپ ”مکہ شعر“ مراد لیں یا ”قضا یا شعر“ بہر حال میرا مدعا ثابت ہے کیونکہ آپ تو علم کلی کے مدعی ہیں جس میں یہ چیزیں بھی آجاتی ہیں۔ الغرض بہر صورت اس آیت سے میرا مدعا ثابت ہے۔

اب آخر میں ایک فیصلہ کن آیت اور سنئے! سورۃ مائدہ میں ارشاد ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا
إِنَّا نَكُنَّا عِلَامَ الْغُيُوبِ ۝ (صائدہ ۱۰۹)

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ جب ہر روز قیامت اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کرے گا تو ان سے ارشاد فرمائے گا کہ تم کو کیا جواب ملا؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم کو علم نہیں آپ ہی غیب کی باتوں کو پورے جانتے والے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر و تشریح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَعْنَاهُ لَا عِلْمَ لَنَا كَعِلْمِكَ فِيهِمْ لَكَ تَعْلَمُ مَا
أَضْمَرُوا وَمَا أَظْهَرُوا وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ إِلَّا مَا أَظْهَرُوا ۝

(تفسیر خازن: ج ۲ ص ۸۹)

انبیاء علیہم السلام کے اس جواب کا (کہ ہم کو علم نہیں) یہ مطلب ہے کہ اے اللہ! ان کے

بارے میں ہم کو آپ کا سا علم نہیں کیونکہ آپ تو اس کو بھی جانتے ہیں جو انہوں نے زبان سے

ظاہر کیا، اور اس کو بھی جو دل میں پوشیدہ رکھا، اور ہم کو ان کے صرف ظاہری حال

کا علم ہے۔

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس تفسیر و تشریح کی روشنی میں غور فرمائیے تو اس آیت سے

معلوم ہوگا کہ بروز قیامت بارگاہِ خداوندی میں تمام انبیاء علیہم السلام کا متفقہ بیان یہ ہوگا کہ اپنے امتیوں کے ظاہر و باطن کا پورا علم ہم کو نہیں ملے گا ! آپ ہی کو تمام غیب کا علم ہے۔

اصول کا مشہور مسئلہ ہے کہ جب کسی مسئلہ پر ائمہ مجتہدین کا اجماع ہو جائے تو اس سے اختلاف کرنے کی گنجائش کسی کو نہیں رہتی۔ پھر یہاں تو آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک کے تمام پیغمبرانِ الہی کا اتفاق ہو رہا ہے کہ ہم کو اپنے امتیوں کے ظاہر و باطن اور ایمان و اخلاص کا پورا علم نہیں پھر اس اجماع پیغمبران سے اختلاف کی جرأت کسی با ایمان کو کس طرح ہو سکتی ہے۔

حضرات گرامی ! آج کی بحث میں پانچ آیتیں ہیں اپنی اس سے پہلی تقریروں میں پیش کر چکا تھا اور پانچ اس تقریر میں پیش ہوئیں۔ ان کے علاوہ ضمنی طور پر بعض احادیث نبوی اور حضرات صحابہ کرام و ائمہ سلف کے ارشادات بھی بھجوا دیے ہیں۔ آخر میں چند فیصلہ کن فقہی تصریحات بھی پیش کر دینا چاہتا ہوں۔

امام ابن ہمام رحمہ اللہ جن کو فقہائے حنفیہ میں خاص امتیاز حاصل ہے اور جن کو مجتہد فی المذہب تسلیم کیا گیا ہے۔ اپنی نفیس کتاب ”مسایرہ“ میں اس تصریح کے بعد کہ انبیاء علیہم السلام کو بعض غیب کا علم حاصل نہیں ہوتا فرماتے ہیں۔

وَذَكَرَ الْحَنْفِيَّةَ فِي فُرُوعِهِمْ تَصْرِيحًا بِالتَّكْفِيرِ بِإِعْتِقَادِ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ لِمُعَارَضَةِ قَوْلِهِ تَعَالَى
قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ۔

اور فقہائے حنفیہ نے کتب فتاویٰ میں اس عقیدہ رکھنے پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”علم غیب“ تھا صراحت کفر کا (فتویٰ) حکم لگایا ہے کیوں کہ یہ عقیدہ آیت
قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ کے صریح معارض

اور منافی ہے۔

اور علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ جن کو نعمان ثانی اور محرم مذہب ابن حنیفہ کہا جاتا ہے۔ ”البحر الرائق“ میں فتاویٰ

قاضی خان اور خلاصۃ الفتاویٰ کے حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں۔

لَوْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ لَا يَنْعَقِدُ وَيَكْفُرُ لَا عِتْقَ إِلَّا
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ

یعنی اگر کسی نے اللہ و رسول کو گواہ قرار دے کر نکاح کیا تو نکاح درست نہ ہوگا اور وہ شخص
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے اعتقاد کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔

اور درمختار میں ہے۔

تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ لَوْ يَجُزُّ بَلْ قِيلَ يَكْفُرُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

یعنی اللہ و رسول کو گواہ بنا کر نکاح کیا تو درست نہ ہوگا۔ بلکہ کہا گیا ہے کہ وہ اس کی وجہ
سے کافر ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔

فقہ حنفی کی دوسری کتابوں میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ مگر میں یہاں صرف انہی تین حوالوں
پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور اپنے لائق مخاطب مولوی حسنت علی صاحب سے عرض کرتا ہوں کہ لیجئے آپ کو فتویٰ کفر
سننے کا بہت شوق تھا اب حضرات فقہائے کرامؒ کی زبان سے آپ نے دھم لیا۔ خدا توفیق دے تو اب تو اس کفر ایسی
توبہ کر لیجئے۔

حضرات گرامی! سنجھلی صاحب نے یہ بالکل جھوٹ کہا ہے

مولوی حسنت علی صاحب

کہ اللہ و رسول کو گواہ بنا کر نکاح کرنے والے کے کفر کا مسئلہ

فقہ حنفی کی تمام کتابوں کا مسئلہ ہے۔ بعض کتابوں میں بعض لوگوں کا یہ قول نقل ضرور کیا گیا ہے۔ لیکن یہ بالکل
ضعیف قول ہے۔ دیکھیے سنجھلی صاحب نے ابھی درمختار کی جو عبارت پیش کی ہے اس میں بھی قِيلَ يَكْفُرُ
کا لفظ ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ ایسے موقع پر ”قِيلَ“ کا لفظ قول کا ضعف ظاہر کرنے کے لئے ہی لایا جاتا
ہے۔ آپ نے کتنی بڑی خیانت کی ہے کہ آپ ”درمختار“ کی اس عبارت سے سند پکڑ رہے ہیں۔ حالانکہ اس سے
تو آپ کا رد ہوتا ہے۔ اس کے لفظ ”قِيلَ“ کا تو صاف مطلب یہ ہے کہ یہ قول ضعیف اور غیر معتبر ہے۔

چنانچہ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے ”رد المحتار“ حاشیہ درمختار میں اس کو کھول کر بیان کر دیا ہے اس میں ہے:

کفر والا قول نقل کرنے کے بعد علامہ شامیؒ لکھتے ہیں۔

قَالَ فِي التَّارِخَانِيَةِ وَفِي الْحُجَّةِ ذِكْرِي الْمَلَقَطِ الْقَوْلُ لَا يَكْفُرُ
إِلَّا عَلَى شَيْءٍ تَعَرَّضَ عَلَى رُوحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّهُ
الرَّسُولَ يَعْرِفُونَ بَعْضَ الْغَيْبِ قَالَ تَعَالَى عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ
عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ، قُلْتُ بَلْ
ذَكَرُوا فِي كُتُبِ الْعَقَائِدِ أَنَّ مِنْ جُمْلَةِ كَرَامَاتِ الْأَوْلِيَاءِ
الْإِطْلَاعُ عَلَى بَعْضِ الْمَغِيبَاتِ =

یعنی فتاویٰ تہارخانہ اور ”حجۃ“ میں ہے کہ کتاب ملقط میں مذکور ہے کہ خدا و رسول کو
گواہ بنا کر نکاح کرنے والا عقیدہ علم غیب کی وجہ سے کافر نہ ہوگا۔ کیوں کہ چنیزیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک پر پیش کی جاتی ہیں۔ اور بے شک خدا کے رسول علیہم الصلوٰۃ و
السلام بعض غیوب جانتے ہیں جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عالم الغیب ہے اللہ تعالیٰ۔
نہیں ظاہر کرتا کسی شخص پر اپنے غیب کو بجز اپنے برگزیدہ رسول کے۔ (انبیاء علیہم السلام
کے علم غیب کا قرآن پاک سے یہ ثبوت دینے کے بعد علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ) —
میں کہتا ہوں عقائد کی کتابوں میں تو مصنفین نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامتوں
میں سے یہ بھی ہے کہ ان کو مغیبات کی اطلاع ہو جاتی ہے۔

دیکھا سنبھلی صاحب آپ نے! فقہائے حنفیہ کا عقیدہ تو یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے
علاوہ حضرات اولیاء کرام کو بھی علم غیب ہوتا ہے۔ آپ ان پر یہ تہمت رکھتے ہیں کہ حضرات رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہتے ہیں۔ اور میں آپ کو بتلا چکا کہ نکاح والے
مسئلہ کے متعلق جو قول آپ نے درمختار وغیرہ سے نقل کیا ہے وہ ضعیف اور مرجوح ہے۔ اور خود صاحب درمختار
نے لفظ قلیل کے ساتھ اس کو ذکر کر کے اس کا ضعیف اور غیر مفتی بہ ہونا ظاہر کر دیا ہے۔ پس آپ کا اس کو
اپنی سند میں پیش کرنا یا تو دبا بیانہ نہایت ہے یا پھر ملعون جہالت۔

دوسری بات یہ ہے کہ کتب فقہ کی ان عبارتوں میں جو کفر کا حکم لگایا گیا ہے وہ صرف اس صورت کے متعلق ہے کہ جب کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب بالذات سمجھ کر نکاح کا گواہ ٹھہرائے اور ایسے شخص کو ہم بھی کافر کہیں گے۔ الغرض کتب فقہ کی ان عبارات سے آپ کا استدلال کسی طرح صحیح نہیں لیجئے۔ آپ کی تمام فقہی عبارات کا جواب ہو گیا۔

اس کے علاوہ جوئی آیتیں آپ نے اس تقریر میں جلدی جلدی تلاوت کر کے گنتی بڑھانے کی کوشش کی ہے وہ بھی محبت سے بالکل غیر متعلق ہیں۔ جو پہلی تین آیتیں آپ نے پیش کی ہیں جن میں ”غیب السموات والأرض“ کا صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا بیان کیا گیا ہے۔ ان میں اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ پھر حضور کے علم غیب کی بحث میں ان کا کیا ذکر۔ دوسرے یہ کہ ان میں بھی صرف علم غیب ذاتی کا حصر ذات حق تعالیٰ میں کیا گیا ہے، کیونکہ علم عطائی تو اس کے لئے ثابت ہی نہیں کیا جاسکتا۔ پس ان سے علم عطائی کی نفی پر استدلال محض جہالت یا دیوانگی ہے۔

ایک آیت جو آپ نے یسین شریف کی وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ پیش کی ہے۔ اس سے استدلال کرنا بھی محض آپ کی جہالت کا کرشمہ ہے۔ اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کافن نہیں دیا۔ یعنی آپ کو شعر گوئی کا ملکہ عطا نہیں فرمایا گیا۔ اور ہمارا دعویٰ علم کالی کا ہے ملکہ کا نہیں ہے اور نہ اس میں بحث ہے۔

آخری آیت آپ نے سورہ مائدہ شریف کی يَوْمَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرُّسُلَ الْخَ پیش کی تھی اس کا جواب بھی میں آپ کو کچھ مناظروں میں بار بار دے چکا ہوں۔ اب پھر سن لیجئے !

تفسیر ابن جریر میں حضرت مجاہدؒ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت سدی کبیرؒ ان تینوں تابعین کرام سے اس آیت کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ محشر میں جب حضرات انبیاء علیہم السلام سے یہ سوال ہوگا کہ مَاذَا أُجِبْتُمْ تو اس وقت ان پر مہیبت اور گھبراہٹ طاری ہوگی اور دنیا میں جو کچھ ماجرا اپنی قوموں کیساتھ گزرا تھا جس کا ان کو علم تھا وہ اس وقت انہیں یاد نہیں رہے گا اور ذہول ہو جائے گا اور اسی ذہول کی وجہ سے اس گھبراہٹ کے عالم میں ان کی زبانوں سے یہ نکل جائے گا کہ ہمیں خبر نہیں۔ پھر اس کے بعد جب

وہ گھبراہٹ دور ہو جائے گی تو وہ خود اپنی اپنی قوموں کے بارے میں بلا گاہ الہی میں گواہی دیں گے جیسا کہ خود قرآن پاک ہی میں دوسری جگہ ارشاد ہے اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيدٌ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا یعنی ہم ہر امت پر اس کے پیغمبر سے گواہی دے گا اور اے محبوب مطلع علی الغیوب تم ان سب پر گواہ ہو گے۔ (النساء ۷۱، ۷۲)

مولوی سنبھلی صاحب ! دیکھا آپ نے ! قرآن پاک تو کتاب ہے کہ ہر پیغمبر اپنی امت کے بارے میں گواہی دے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب پر گواہی دیں گے۔ اور آپ کہتے ہیں کہ نبیوں کو اپنی قوموں کے ایمان و کفر کا علم ہی نہیں۔۔۔ کیوں بھائیو ! کہیں دنیا میں ایسی بھی گواہی آپ نے سنی ہے کہ گواہ کو علم تو ہو نہیں اور وہ یونہی بلا علم کے عدالت میں گواہی دینے کے لئے پہنچ جائے، مولوی صاحب ! ایسا گواہ عدالت سے نکال دیا جاتا ہے۔ خدا کے پیغمبر اور خاص طور پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو گواہی دیں گے تو یہ علم ہی سے ہوگی۔ لیجئے یہ میرے دعویٰ علم غیب کی ایک اور دلیل ہو گئی۔ اور ساتھ ہی آپ کی دلیل کا جواب بھی ہو گیا۔ فلتہ الحمد۔

میں نے اپنی پچھلی تقریر میں کتاب الابریز سے دو عبارتیں پیش کی تھیں۔ آپ نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ صوفیائے کرام کے کلام سے دلیل نہیں پیش کی جاسکتی۔ بہت خوب ! اور کیوں صاحب ! آپ نے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ اور حضرت پیر مر علی شاہ صاحب کی عبارت کل کیوں پیش کی تھیں ؟ کیا وہ صوفیائے کرام میں سے نہیں ہیں ؟

سستی بھائیو ! آپ نے دیکھ لیا۔ اب تو مولوی سنبھلی صاحب اور ان کے ساتھیوں کی دہابیت بالکل کھل گئی کہ یہ لوگ بزرگوں کو بالکل نہیں مانتے۔ ارے یہی تو ہے دہابیت، اب تو پردہ بالکل کھل گیا۔ کیا اب بھی آپ لوگ انہیں سنی مسلمان سمجھیں گے ؟ اچھا لیجئے ! اب آخر میں میں وہ چیز پیش کرتا ہوں جس کا سنبھلی صاحب بلکہ ساری دنیا کے دہابی قیامت تک بھی جواب نہیں دے سکتے۔ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ

بَعْضٌ ظَهِيرًا - حضرات گرامی ! آپ نے سنا ہوگا قصیدہ بردہ ایک مشہور متبرک قصیدہ ہے اس کا ایک شعر ہے

فَاتِّبْ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَصَرَّتْهَا

وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمُ اللُّوْحِ وَالْقَلَمِ

یعنی اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کل دنیا اور عقبی آپ کے دریا کے علم کی ایک موج ہے اور آپ کے علوم میں سے لوح و قلم کا علم ہے :

دیکھئے ! اس میں صاف موجود ہے کہ لوح و قلم میں جو کچھ ہے وہ سب حضور کے علوم کا ایک حصہ ہے یعنی حضور کا کل علم بھی نہیں ہے حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ لوح محفوظ میں سب ہی کچھ لکھا ہوا ہے علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "شرح بردہ" میں اس شعر ہی کی شرح کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

وَكُونَ عُلُومِهِمَا مِنْ عُلُومِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ عُلُومَهُ

تَتَنَوَّعُ إِلَى الْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ وَحَقَائِقَ وَمَعَارِفَ تَتَعَلَّقُ

بِالذَّاتِ وَالصِّفَاتِ وَعِلْمُهُمَا يَكُونُ نَهْرًا مِنْ عِلْمِهِ

وَحَرْفًا مِنْ سَطُورِ عِلْمِهِ -

یعنی علوم لوح و قلم آپ کے علم میں سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے علوم کلیات و جزئیات اور ایسے حقائق و معارف کی طرف منقسم ہوتے ہیں کہ جن کا تعلق ذات و صفات النہ سے ہے اور لوح و قلم کے سب علوم آپ کے علم کے سمندروں میں سے ایک نہر اور آپ کے علم وسیع

کی سطروں میں سے ایک حرف ہیں :

دیکھئے ! علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی صاف تصریح فرمائی کہ لوح محفوظ اور قلم اعلیٰ کے

تمام علوم حضور اقدس م کے سمندر علم کی ایک نہر اور آپ کے دفتر علوم کا ایک حرف ہیں۔

اب بتلائیے کہ اس کے بعد اب کیا رہ گیا علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے نزدیک کا فرہیں ؟ یا وہ

بھی ان صوفیوں میں ہیں جن کے کلام سے استدلال نہیں کیا جاسکتا ؟ مگر یاد رہے کہ آپ خود بھی ان کے کلام سے استدلال کر چکے ہیں۔ کہئے اب تو خود آپ کے مسلم و مستند ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہی علم غیب کا فیصلہ

کر دیا۔ اب بھی آپ ایمان لائیں گے یا نہیں ؟

اچھا لیجئے اب میں خود آپ کے امام الطائفہ اسمعیل صاحب دہلوی کی ایک عبارت پیش کرتا ہوں
سنئے ! وہ صراطِ مستقیم میں لکھتے ہیں۔

”برائے کشفِ ارواح و ملائکہ و مقاماتِ آنہا وسیعہً امکنہً وزمین و آسمان و جنت و
نار و اطلاع بر لوج محفوظ شغل دورہ کند“

یعنی ارواح و ملائکہ کے کشف اور ان کے مقامات کے دریافت کرنے کے لئے اور زمین و آسمان
جنت و دوزخ اور لوج محفوظ پر اطلاع حاصل کرنے کے واسطے شغل دورہ کرے۔ یعنی
شغل دورہ سے یہ سب باتیں حاصل ہو جائیں گی“

لیجئے مولوی سنبھلی صاحب ! آپ کو تو خدا کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی سے انکار ہے اور
آپ کے امام الطائفہ ہر شغل دورہ کرنے والے کے لئے اس کو ثابت کر رہے ہیں۔ دیکھئے یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا معجزہ کہ دشمنوں سے اقرار کرالیا۔ اچھا ایسا ہی ایک اور ثبوت لیجئے اور آقائے کونین صلی اللہ علیہ و
وسلم کا اس سے بڑا معجزہ دیکھئے۔ سارے دہائیوں، دیوبندیوں کے سرگرم وہ تھانوی صاحب اپنے ملفوظات
”مجالس الحکمۃ“ میں فرماتے ہیں کہ۔

”اب ہم میں اور ان میں (یعنی دہائیوں دیوبندیوں اور سنیوں میں) خلاف ایک امر
ممکن میں رہا کہ وہ واقع ہوا یا نہیں، یعنی یہ علم الی ما یدخل اہل الجنتہ و اہل النار
النار حضور کو دیا گیا یا نہیں، ہم کہتے ہیں دیا جانا فی نفسہ ممکن ہے مگر وقوع اس کا،
شرعیات سے کہیں ثابت نہیں۔ اور وہ کہتے ہیں ”ثابت بھی ہے“

دیکھئے تھانوی صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع دنیا سے
آخرت تک کا علم تفصیلی محیط حاصل ہونا اس طرح کہ زمین و آسمان کا کوئی گوشہ، دنیا کا کوئی ذرہ، ہمندرد
کا کوئی قطرہ، دنیا بھر کے درختوں کا کوئی پتہ، غرض دنیا کی کوئی چھوٹی بڑی چیز بھی آپ کے علم اقدس سے
خارج نہ ہو، ایسا علم تفصیلی محیط جس کے ہم اہل سنت قائل ہیں تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کا حاصل ہونا ممکن ہے۔

اس کے بعد دیکھئے اپنے نانوتوی صاحب کی ”تخذیر الناس“ وہ اس کے صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں۔

”حب علم ممکن للبشر ہی ختم ہو لیا تو پھر سلسلہ علم و عمل کیسے چلے“

اب غور کیجئے ! تھانوی صاحب کی عبارت سے ثابت ہوا تھا کہ علم غیب کی محیط تفصیلی کا حصول حضور کے لئے ممکن ہے۔ اور نانوتوی صاحب رہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جو علم بشر کے لئے ممکن تھا وہ سب حضور پر ختم ہو گیا، یعنی آپ کو عطا ہو گیا۔ نتیجہ صاف یہ نکلا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو علم غیب کی عطا ہو گیا۔ فلتہ الحمد۔

مسلمان بھائیو ! دیکھا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قاہرہ۔ آپ نے علم غیب کی کاکیا اقرار اپنے دشمنوں سے کرایا۔ یہ نانوتوی اور تھانوی صاحبان دونوں، سنبھلی صاحب کے پیشوا اور سارے دہائیوں دیوبندیوں، علم غیب رسول کے منکر دلوں کے سرگردہ ہیں۔ مگر اللہ کی شان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت دیکھو کہ علم غیب کا اقرار کیسے کھلے لفظوں میں کر رہے ہیں۔ کیوں بھائیو ! کیا اس کے بعد مجھے کوئی اور دلیل پیش کرنے کی ضرورت ہے ؟ سنبھلی صاحب ! اگر آپ قرآن کو نہیں مانتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نہیں مانتے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات اور بزرگان دین کے اقوال کو نہیں مانتے تو اپنے دیوبندی دھرم کے ان پیشواؤں، نانوتوی اور تھانوی صاحبان کی تو مانتے ! یا آج آپ قسم کھا کے آئے ہیں کہ کسی کی مانیں گے ہی نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب لغمانی (بعد حمد و صلوة) مولوی حسنت علی صاحب کے لب و لہجہ اور ان کی ”مذہب“ گفتار کی شکایت فضول ہے معلوم

ہوتا ہے کہ ان کی یہ عادت پڑ چکی ہے اور اب اس بدگفتاری کی قباحت کا احساس بھی غالباً ان کو نہیں رہا۔ میری یہ آخری تقریر ہے۔ میں چلتے چلتے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد اس بارے میں سنا دینا چاہتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی چند علامتیں ایک حدیث میں ارشاد فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ”اذا خاصم فجر“، یعنی منافق کی نشانی ہے کہ وہ نزاعی باتوں میں بدزبانی کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہر مسلمان بندے کو اس منافقانہ عادت سے بچا دے۔

مولوی صاحب نے بڑے ناز سے اس مرتبہ حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ اور حضرت مولانا مہمانوی مدظلہ

کی دو عبارتیں پیش کی ہیں اور ایک صریح مغالطہ دے کر دونوں کو ملا کے علم غیب کی ثابت کرنا چاہا ہے۔

اجی جناب! تحذیر الناس کی عبارت میں جس ”علم ممکن للبشر“ کا ذکر ہے اس کے مراد وہ علم اعلیٰ ہے

جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب خاتمیت مبنی ہے۔ اسی کا ”تحذیر الناس“ صفحہ ۱۳ پر ذکر ہے۔ اور

وہ بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ اگر آپ جان بوجھ کر دھوکہ نہیں دے رہے ہیں تو خدا تعالیٰ کے

کی اس عبارت کو سیاق و سباق کے ساتھ دیکھتے آپ کو خود ہی اپنے مطالعہ کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

دوسری بات یہ سمجھے کہ حضرت مولانا مہمانوی مدظلہ نے صرف ”داخلۃ جنت و نار“ تک کے علم کو ممکن

غیر ثابت الوقوع کہا ہے اور وہ محدود اور متناہی علم ہے۔ اور اس وقت آپ کا دعویٰ علم کلی کا ہے جو غیر متناہی

ہے اور جو مقدار اور کثرت کے لحاظ سے علم الہی کے برابر ہے۔ اور اس کا حصول ہرگز کسی بھی مخلوق کے لئے ممکن نہیں۔

حضرت مولانا مہمانوی مدظلہ تو بھلا اس کو کیوں کر ممکن کہہ سکتے ہیں۔ خود آپ کے پیر و مرشد فاضل بریلوی اپنے

رسالہ ”الدولۃ المکیۃ“ میں فرماتے ہیں۔

إِنَّا لَا نَدَّعِي أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَحَاطَ بِجَمِيعِ مَعْلُومَاتِ

اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فَإِنَّهُ مَحَالٌ لِلْمَخْلُوقِ۔

یعنی ہم ہرگز اس کے مدعی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام معلومات الہیہ کا علم محیط

حاصل تھا کیونکہ وہ تو مخلوق کے لئے قطعاً محال ہے۔

اب میں بھی آپ کی زبان میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر قرآن و حدیث پر آپ کا ایمان نہیں ہے تو اپنے اعلیٰ حضرت

بھی کی مان لیجئے وہ علم کلی کو محال فرما رہے ہیں۔

علیٰ ہذا ”صراط مستقیم“ کی عبارت میں بھی آپ نے خوب مغالطہ آفرینی کی ہے۔ فی الحقیقت اس فن میں

آپ کو پورا پورا کمال حاصل ہے۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ شغل دورہ کرنے والے کو جمیع مافی اللوح کا علم تفصیلی حاصل

ہو جاتا ہے۔ اس کے الفاظ ”و اطلاع بر لوح محفوظ“ کا مقصدنا تو صرف مندرجات لوح پر فی اجمالہ اطلاع ہے اور

اگر بالفرض جمیع مافی اللوح پر اطلاع مراد ہوتی تب بھی اس سے آپ کا علم کلی کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ

روح محفوظ بھی کل علوم غیر متناہیہ پر حاوی نہیں ہے۔ اس کی تصریح بھی خود آپ کے اعلیٰ حضرت نے اپنی اسی
 رد الدولۃ المکیہ " میں کی ہے۔ (دیکھئے الدولۃ المکیہ ص ۳۲ کی آخری سطریں)

آپ نے اپنی تقریر میں قصیدہ بردہ کا ایک شعر اور اس کی شرح میں علامہ علی نقوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک
 عبارت بھی پیش کی ہے۔ اس کا بھی ایک مختصر جواب تو یہی ہے کہ آپ کا دعویٰ اُس علم کی کا ہے جو غیر متناہی
 ہے اور کسیت کے لحاظ سے علم خداوندی کے برابر ہے اور لوح و قلم کے تمام علوم اس کا لاکھواں، کروڑواں حصہ بھی
 نہیں۔ پس اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ اس شعر سے حضور کے لئے جمیع مافی اللوح و القلم کا علم تفصیلی محیط
 ثابت ہوتا ہے جب بھی اس سے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ لوح و قلم میں جو کچھ بھی ہے وہ متناہی
 ہے۔ اور کل علم غیب سے اس کو کوئی نسبت نہیں جیسا کہ خود آپ کے اعلیٰ حضرت فیاض بریلوی نے الدولۃ المکیہ
 میں لکھا ہے۔

یہ جواب تو اس تقدیر پر ہے کہ اس شعر میں علم اللوح و القلم سے جمیع مندرجات لوح کا علم تفصیلی محیط مراد
 ہو۔ اور یہ مراد لینا اس لئے ضروری ہے کہ اس شعر کا مضمون نصوص شرعیہ کے خلاف نہ ہو۔ علیٰ ہذا علامہ علی نقوی
 کی شرح کی عبارت میں بھی علم لوح و قلم سے یہی علم محتہ مراد ہے نہ کہ ان کے کل علوم کا احاطہ۔ اور اس کی دلیل خود
 علامہ موصوف کی وہ عبارات ہیں جو میں پہلے پیش کر چکا ہوں۔ جس سے صراحتہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کو نہ علم غیب کلی حاصل تھا اور نہ جمیع ماکان و مایکون الی یوم القیامہ کا علم محیط تفصیلی جس پر روح محفوظ
 مشتمل ہے۔

یہ تو آپ کی نئی پیش کردہ چیزوں کا مختصر جواب ہوا۔ میرے دلائل کے جواب میں آپ نے جو کچھ کہا ہے اگر
 چہ اس کے جواب کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ میں نے پیش بندی کے طور پر پہلے ہی آپ کی ان تادیلوں کا جواب دے
 دیا تھا۔ لیکن پھر مختصر کچھ عرض کئے دیتا ہوں لغو نہ سمجھئے!

میں نے تین آیات میں وہ پیش کی تھیں جن میں زمین و آسمان کے غیب کے علم کو معنی تعالیٰ کے ساتھ خاص بیان
 کیا گیا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے وہی ذاتی و عطائی کی لغو اور فرسودہ بات کہی ہے۔ میں پہلے ہی عرض کر چکا تھا کہ
 علم ذاتی تو عالم شہادت کے کسی ذرہ کا بھی غیر اللہ کو نہیں پھر غیب اور وہ بھی غیب السموات و الارض ہی کی کیا

خصوصیت ہے ؟

بہر حال ان تینوں آیتوں کا مفاد یہی ہے کہ زمین و آسمان کے تمام غیوب کا علم صرف حق تعالیٰ کو ہے الغرض ان آیات میں ذاتی اور عطائی کی تقسیم مد نظر ہی نہیں ہے اگرچہ فی الواقع حق تعالیٰ کے سارے علوم ذاتی ہی ہیں اور عطائی کا اس کی جناب میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

ایک آیت میں نے یسین شریف کی وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ پیش کی تھی اس کے جواب میں بھی آپ نے دہی فرسودہ بات کہی ہے کہ اس کا مقصد ملکہ شعر کی نفی کرنا ہے۔

میں پہلے ہی جواب دے چکا ہوں کہ اس کا میرے استدلال پر کوئی اثر نہیں۔ کیونکہ جب یہ مان لیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملکہ شعر یعنی بقول آپ کے شعر گوئی کا فن عطا نہیں ہوا تھا تو یہ ثابت ہو گیا کہ حضور کو علم کلی عطا نہیں ہوا۔ کیونکہ آپ کے کلی دعوے میں تو فن شعر بھی داخل ہے۔ بہر حال اس آیت سے میرا مدعی نہایت روشن طور پر ثابت ہے۔

آخری آیت میں نے سورہ مائدہ کی پیش کی تھی جس میں مذکور ہے کہ بروز قیامت امتوں کے متعلق جب انبیاء علیہم السلام سے سوال ہو گا تو وہ جواب دیں گے لَا عَلَّمْنَا ہِمِّنْ عِلْمِ نَحْنِ۔

اس کے جواب میں آپ نے بعض ائمہ تفسیر کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ روز قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے اس دن انبیاء علیہم السلام کو سخت گھبراہٹ ہوگی اور اسی گھبراہٹ میں ان کو دنیا کی بہت سی باتوں کا ذہول ہو جائے گا اور اسی ذہول و نسیان کی وجہ سے وہ جواب میں لَا عَلَّمْنَا کہیں گے۔ مجھے اس سے انکار نہیں کہ یہ بھی بعض اکابر سے منقول ہے لیکن محققین مفسرین نے اس پر سخت اعتراضات کئے ہیں اور اس کو ضعیف ثابت کیا ہے۔ دیکھئے ! میرے ہاتھ میں یہ تفسیر کبیر ہے۔ اس میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی قول کو نقل کر کے اس طرح

اس پر تنقید کرتے ہیں۔

هَذَا الْجَوَابُ وَإِنْ ذَهَبَ إِلَيْهِ جَمْعٌ عَظِيمٌ مِنَ الْأَكَابِرِ فَهُوَ عِنْدِي ضَعِيفٌ لِأَنَّهُ تَعَالَى قَالَ فِي صِفَةِ أَهْلِ الثَّوَابِ لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَقَالَ أَيْضًا وَجَّهَ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةً ضَاكِكَةً مُسْتَبْشِرَةً

بَلْ إِنَّهُ تَعَالَى قَالَ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى
وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ
أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ فَلَكَفَ
يَكُونُ حَالُ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ وَمَعْلُومٌ أَنَّ
أَنَّهُمْ لَوْ خَافُوا كَانُوا أَقَلَّ مَنَزِلَةً مِنْ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَخْبَرَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَنَّهُمْ لَا يَخَافُونَ اللَّيْثَةَ ۝

(تفسیر کبیر: جلد ۳، ص ۴۶۸)

امام رازیؒ کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ یہ خیال کہ قیامت کے دن حضرات انبیاء علیہم السلام کو اس قدر
گھبراہٹ ہوگی کہ ان کو دنیا میں اپنے ساتھ گزرے ہوئے واقعات بھی یاد نہ رہیں گے اور اسی گھبراہٹ کے عالم میں
وہ سوال خداوندی کے جواب میں ”لَا عَلَمَ لَنَا“ کہہ دیں گے، اگرچہ بہت سے اکابر نے ظاہر کیا ہے اور وہ حضرت
اس آیت کی توجیہ میں اس طرف گئے ہیں، لیکن یہ بہت کمزور خیال ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی شان تو بہت
بڑی ہے، قرآن پاک تو عام اہل ثواب کے حق میں کتاب ہے کہ وہ فزع اکبر سے کچھ بھی پریشان نہیں ہوں گے اور
دوسری جگہ فرمایا گیا ہے کہ مومنین صالحین کے چہرے اس روز چمکتے ہوں گے، ہشاش بشاش ہوں گے —
اور ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے کہ تمام مومنین صالحین کو وہاں نہ خوف ہوگا نہ حزن و ملال۔ پس جب کہ حسب بیان
قرآن عظیم تمام مومنین صالحین بے خوف ہوں گے، اور ہشاش بشاش ہوں گے تو پھر انبیاء علیہم السلام کے متعلق
یہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ وہ وہاں اس قدر سرسیمہ اور پریشان ہوں کہ دنیا میں اپنے اوپر گزرے ہوئے واقعات
کابھی ذہول ہو جائے اور وہ بھی انہیں یاد نہ رہیں ۝

علامہ خازنؒ نے بھی اس بارہ میں یہی خیال ظاہر کیا ہے۔ اور اس قول کو نقل کر کے فرماتے ہیں۔

هَذَا فِيهِ ضَعْفٌ وَنُظْرٌ لَا إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ فِي حَقِّ الْأَنْبِيَاءِ

لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ (تفسیر خازن: ج ۱، ص ۸۹)

یعنی یہ خیال بہت کمزور ہے کیوں کہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

ان کو فرجِ اکبر (بڑی گجراہٹ) کا کوئی غم نہ ہوگا۔
 پھر میں کہتا ہوں کہ اگر بالفرض اور انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ان کو دہاں کچھ
 خوف و ہراس ہوگا تو خاتم النبیین، شفیع المذنبین، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو ایسی بھی ثابت
 نہیں کہ قیامت کے دن آپ پر بھی ایسا خوف و ہراس اور ایسی گجراہٹ طاری ہو کہ اپنے واقعات اور معلومات
 کا ذہول ہو جائے۔ ذرا سوچئے تو کہ آپ اپنے خاندان ساز عقیدہ کی حمایت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی
 عظیم الشان اس فضیلت کو قربان کر رہے ہیں جو احادیث صحیحہ سے آپ کے لئے ثابت ہے کہ قیامت میں جب کہ ساری
 مخلوق پریشان اور سراسیمہ ہوگی تو آپ کو اس وقت بھی پوری استقامت اور دل جمعی حاصل ہوگی۔

آپ نے سورۃ ماندہ کی آیت کا جواب دیتے ہوئے ضمنیہ آیت بھی پیش کی تھی۔ اِذَا جِئْنَا مِنْ
 كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا اور امم سابقہ کے متعلق حضور ص کی شہادت
 سے یہ نتیجہ نکالنا چاہیے کہ حضور اقدس ص کو علم کلی تھا۔ کاش آپ نے کچھ غور کیا ہوتا، قرآن پاک
 میں تو یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بھی اگلی امتوں کے متعلق شہادت دے گی۔ چنانچہ ارشاد ہے
 وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شٰهَدًا عَلٰی النَّاسِ
 وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِيدًا (المائدہ - ۱۷۳)
 پس اگر اس شہادت سے علم کلی ثابت ہوتا ہے تو پھر ہر امتی کے لئے بھی علم کلی مانتے! اور سب کو عالم الغیب

بنا دیجئے!

بندۂ خدا اس شہادت کی تفصیل تو خود حدیثِ پاک میں بھی وارد ہوئی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت
 نوح علیہ السلام وغیرہ کی بعض اگلی کافر امتوں کا معاملہ جب بارگاہِ خداوندی میں پیش ہوگا اور ان کے پیغمبر یہ شہاد
 دیں گے کہ ہم نے ان کو آپ کا پیغام پہنچایا تھا مگر انہوں نے تکذیب کی اور انکار کیا، تو وہ لوگ صاف مُکْر جاتیں گے
 اور کہیں گے مَا جَاءَنَا مِنْ نَّذِیْرِ یعنی ہمارے پاس کوئی نبی نہیں پہنچا۔ اس پر ان پیغمبروں سے فرمایا
 جلتے گا کہ کیا آپ کوئی گواہ پیش کر سکتے ہیں؟ تو وہ کہیں گے کہ ہاں آپ کے محبوب ترین پیغمبر حضرت محمد
 (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت ہمارے گواہ ہیں۔ چنانچہ پہلے حضور ص کی امت گواہ کی حیثیت سے پیش

ہوگی اور گواہی دے گی۔ اس پر ان منکر قوموں کی طرف سے یہ اعتراض ہوگا کہ یہ تو ہزاروں برس بعد دنیا میں پیدا ہوئے تھے انہیں ہمارے معاملہ کی کیا خبر اور ان کی گواہی کا کیا اعتبار ؟

اس پر وہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے صادق و مصدق پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خبر دی تھی اور ان کی خبر میں غلطی کا احتمال نہیں۔ اس پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غلبہ ہوں گے اور آپ اپنی امت کے بیان کی تصدیق فرمائیں گے کہ ہاں بے شک میں نے ان کو یہ خبر دی تھی۔ اور مجھے یہ چیز وحی الہی سے معلوم ہوئی تھی۔

بہر حال یہ ہے حقیقت اس شہادت کی جس سے آپ علم کلی ثابت فرما رہے ہیں۔ معلوم نہیں کہ آپ نے یہاں کے حاضرین کو اتنا بے وقوف کیوں سمجھ لیا ہے جو آپ ایسے صریح مغالطے دینے کی جرات کرتے ہیں۔ میں نے حضرات فقہانے کرامؒ کی جو بعض عبارات عقیدہ علم غیب کلی کے کفر ہونے کے متعلق پیش کی تھیں ان کے جواب میں آپ نے عجیب و غریب مضحکہ خیز خط کا ثبوت دیا ہے۔ پہلے تو آپ نے یہ کہا کہ یہ قول ”ضعیف“ اور غیر مفتیؒ ہے اور پھر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ان عبارات میں علم غیب ذاتی کے عقیدہ کو کفر کہا گیا ہے تو گویا آپ کے نزدیک علم ذاتی کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہنا بھی ضعیف اور غیر مفتیؒ ہے۔ دلائل و دلائل قوۃ الالباب اللہ العلیٰ اعظم۔ بندہ خدا کچھ تو سوچ سمجھ کر بات کہا کیجئے یا محض بولے جانے کا نام آپ نے مناظرہ سمجھا ہے۔

شامی کی عبارت پیش کر کے بھی آپ نے اپنی خوش فہمی کا ثبوت دیا ہے۔ اس سے تو خود میرا دعویٰ اور ثابت ہوتا ہے۔ دیکھئے غور کیجئے ! اس میں مطلقاً وغیرہ کے حوالے سے جو نقل کیا گیا ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ نکاح کے مذکورہ بالا مسئلہ میں تکفیر نہ کی جائے کیونکہ بعض غیوب کا علم تو انبیاء علیہم السلام کے لئے ثابت ہے۔ شامی کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں اَنَّ الرَّسُلَ يَعْرِفُونَ بَعْضَ الْغَيْبِ * الغرض اس عبارت کا مفاد خود یہی ہے کہ جب کوئی شخص بعض علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہوئے حضورؐ کو گواہ قرار دے کہ نکاح کرے تو وہ کافر نہ ہوگا۔ اس سے تو میرے اس دعویٰ کی اور تائید ہوگئی۔ کہ علم غیب کلی کا عقیدہ رکھنے کی صورت میں وہ کفر سے نہیں بچ سکے گا۔

بہر حال صاحب ملقط وغیرہ حضرات کی عدم تکفیر کی جو رائے ہے وہ بعض غیب کا عقیدہ رکھنے والے کے حق میں ہے نہ کہ علم غیب کلی کا عقیدہ رکھنے والے کے حق میں۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ فقہائے حنفیہ میں کسی ایک ایسے بزرگ کا نام نہیں بتلا سکتے جنہوں نے علم غیب کلی کا عقیدہ رکھ کر جوئے سے اختلاف کیا ہو۔ اور کیوں کر کوئی اس سے اختلاف کر سکتا ہے جب کہ وہ تمام امت کا اجماعی مسئلہ ہے۔ آپ حضرت علامہ علی قاریؒ کی تصریح سن چکے۔

وَمَنْ اعْتَقَدَ تَسْوِيَةَ عَلِيِّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ يَكْفُرُ اِجْمَاعًا كَمَا لَا يَخْفَىٰ ۝

یعنی جو ایسا اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم برابر ہے یعنی

اللہ کی طرح حضور کو بھی علم کلی حاصل ہے وہ بالاجماع کافر ہے۔

یہجئے! آپ کی تمام قابل جواب چیزوں کا جواب میں دے چکا۔ فضولیات اور لغویات کا جواب مجھے

دینا نہیں، ان کو حاضرین کے ایمان والہ صاف پرچھوڑتا ہوں اور چونکہ یہ میری آخری تقریر ہے اس لئے میں

اب کوئی نئی دلیل بھی پیش کرنا نہیں چاہتا۔ البتہ حاضرین کرام سے اللہ در رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم)

کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ ایمان کی روشنی میں فیصلہ کریں۔ اگر کچھ نہیں تو کل سے آج تک یہ اندازہ انہوں نے ضرور

کیا ہو گا کہ مولوی حسنت علی صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں جتنی بھی آیتیں، حدیثیں یا اکابر امت کے

ارشادات پیش کئے اچھ لہ اس ناچیز نے ان سب کے تحقیقی اور تشفی بخش جوابات دیئے۔ اور ادھر سے جو

چیزیں پیش کی گئیں ان میں سے کسی ایک کا بھی صحیح جواب اُدھر سے نہیں ہو سکا۔ اور یہ اس لئے کہ میں نے

بعونہ تعالیٰ صرف وہی دلائل پیش کئے جو بالکل اٹل تھے اور جن میں کوئی تاویل و توجیہ چل ہی نہیں سکتی

تھی۔ مجھے اس سے انکار نہیں کہ میرے فریق مخالف مولوی حسنت علی صاحب نے بھی اس کے

کوشش کی کہ میرے دلائل و براہین کا جواب دیں۔ اور ہر نئی دلیل کے متعلق انہوں نے کچھ نہ کچھ ضرور کہا۔

لیکن بھدا اللہ میں نے ہر چیز کا جواب الجواب دیا اور ان کے ہر مغالطہ اور تاویل و تحریف کا پردہ چاک کر کے

رکھ دیا۔ یہاں تک کہ اچھ لہ ثم اچھ لہ متقی واضح سے واضح تر ہو گیا۔ اور اس مناظرہ میں ”مسئلہ علم غیب“

اس قدر صاف ہو گیا کہ اب ہمارے جو مخالفین یہاں موجود ہیں اور انہوں نے کل اور آج کی ساری بحث سنی ہے اب ان کے لئے بجز توبہ کے کوئی چارہ نہیں۔ اور اگر وہ اب صلے کے یہاں یہ عذر کریں گے کہ ہم نے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی کا یہ عقیدہ کسی غلط فہمی سے یا اپنے مولیوں کے کہنے سے قائم کر لیا تھا تو ان کا یہ عذر ہرگز مسوع نہ ہو گا۔ اس حق افروز مناظرہ نے ان پر خدا کی محبت تمام کر دی اور آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہو گیا کہ علم غیب کلی کا عقیدہ بالکل بے اصل اور محض بے دلیل ہے۔ بہت سی قرآنی آیات و بکثرت احادیث نبویؐ کے صریح خلاف ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنا اللہ کی کتاب عزیز قرآن پاک سے کھلی بغاوت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی صریح مخالفت ہے۔ اور اسی واسطے فقہائے حنفیہ کی تصریحات کے مطابق کفر ہے بلکہ بقول علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ایسے عقیدہ رکھنے والوں کے کافر ہونے پر امت کا اجماع ہے۔

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔

لہذا جن لوگوں کا اب تک ناواقفی کی وجہ سے یہ عقیدہ تھا ، میں ان سے پورے اخلاص اور دلسوزی کے ساتھ اپیل کرتا ہوں کہ وہ ضد اور سخن پرستی کو چھوڑ کر حق کو قبول کریں۔ یہاں عزت و ذلت ، ہار اور جیت کا سوال نہیں ہے بلکہ اپنی عاقبت کا سوال ہے۔ عزت اسی کی ہے جو خدا سے ڈر کر حق کو قبول کر لے۔ اور اس سے زیادہ ذلت اور خسارہ کسی کے لئے نہیں جو اپنی جھوٹی عزت کا بھرم قائم رکھنے کیلئے حق واضح ہو جانے پر بھی باطل پر چار ہے۔ اَلَا إِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ؟

اب میں آخر میں اپنے دلائل بلکہ اپنے گواہوں کی اجمالی فہرست پیش کر کے اپنی

میرے شاہد

تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ سنئے ! میرے شاہد جن کے ارشادات و بیانات سے

میرا دعویٰ ثابت ہوتا ہے ، یہ ہیں۔

۱ : جس کی کتاب عزیز سے آج اور کل کے مناظرہ میں میں نے میں

حق تعالیٰ جل جلالہ

آیات اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کیں۔

۲ : حضرت سید الرسل خاتم الانبیاء
صلی اللہ علیہ وسلم رجن کی بہت سی

حضرات انبیاء و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم

احادیث کریمہ پیش ہوئیں۔

۳ : حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام۔

۴ : حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام۔

۵ : حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام (شب معراج کے متعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی جو حدیث مسند احمد

وغیرہ کے حوالہ سے پیش ہو چکی ہے اس میں ان تینوں حضرات کا اس امر پر اتفاق مذکور ہے کہ وقت

قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں)۔

۶ : سیدنا حضرت جبریل امین علیہ السلام (حدیث جبریل میں

علائکہ اللہ سلامہ علیہم آپ کی شہادت مذکور ہوئی)۔

۷ : حضرت عزرائیل یعنی ملک الموت (ان کی شہادت خلیفہ مفسور کے خواب والی اس روایت سے معلوم

ہوئی جو تفسیر بارک کے حوالہ سے پیش ہو چکی ہے)۔

۸ : حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جن کی شہادت آیت و ما علمنا الا انہ

کی تشریح کے سلسلہ میں مذکور ہوئی۔

۹ : حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جن کی روایت سے حدیث جبریل مروی ہے۔

۱۰ : حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ آپ کا ارشاد بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا حَبَشِيًّا وَهُوَ مِمَّنْ

لَمْ يَقْصْ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مذکور ہو چکا ہے۔

۱۱ : حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ جن کی روایت سے شب معراج کا انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ

در بارہ علم قیامت مذکور ہوا۔

۱۲ : حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔ جن کی روایت در بارہ عدم علم وقت قیامت صحیح مسلم کے حوالہ

سے پیش ہو چکی ہے۔

- ۱۳ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ آپ کے متعدد فیصلہ کن ارشادات پیش ہو چکے ہیں۔
- ۱۴ : حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ۔ آپ کی روایت دربارہ عدم علم قیامت مسئلہ کے حوالہ سے پیش ہو چکی ہے۔
- ۱۵ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ آپ کی روایت علوم خمس کے متعلق مذکور ہو چکی ہے۔
- ۱۶ : رجل من بنی عامر من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کی حدیث بھی علوم خمس ہی کی بحث میں مذکور ہو چکی ہے۔

۱۷ : حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ۔ آپ کی روایت بھی علوم خمس کے متعلق مذکور ہو چکی ہے۔

حضرات ائمہ مفسرین و محدثین و فقہاء اہل امتؒ

- ۱۸ : حضرت قتادہ تابعیؒ - ۱۹ : حضرت سدی کبیر تابعیؒ -
- ۲۰ : حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعیؒ - ۲۱ : حضرت امام احمدؒ -
- ۲۲ : امام بخاریؒ - ۲۳ : امام مسلمؒ - وغیرہ حضرات جنہوں نے وہ احادیث روایت کیں جو اب تک پیش ہوئیں۔

۲۴ : امام ابن جریرؒ - ۲۵ : امام ابن کثیرؒ - ۲۶ : امام نجاشیؒ

۲۷ : امام رازیؒ - ۲۸ : علامہ خازنؒ - ۲۹ : علامہ نسفیؒ

مفسرین عظامؒ

- ۳۰ : علامہ ابوالسعودؒ - ۳۱ : قاضی بیضاویؒ - ۳۲ : خطیب شریانیؒ - ۳۳ : علامہ معین بن صفیؒ - ۳۴ : علامہ جلال الدین سیوطیؒ - ۳۵ : جلال الدین محلیؒ - ۳۶ : حضرت شاہ عبد العزیزؒ - ان تمام حضرات کی عبارات مختلف آیات کی تفسیر میں پیش ہو چکی ہیں۔

۳۷ : حافظ ابن حجر عسقلانیؒ - ۳۸ : علامہ بدر الدین

محدثین اور شارحین حدیث

عینیؒ - ۳۹ : علامہ قسطلانیؒ - ۴۰ : شیخ الاسلام

ذکر یا صاحب تحفۃ الباری شرح بخاری - ۴۱ : علامہ علی قاریؒ - ۴۲ : شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

ان تمام حضرات کی تصریحات پیش کی جا چکی ہیں۔

میں سے علاوہ سید الفقہاء امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ان حضرات کی

عبارات پیش ہو چکی ہیں۔

فقہائے کرام

۴۳ : امام ابن ہمام رحمہ - ۴۴ : علامہ ابن نجیم صاحب بحر - ۴۵ : ۴۶ : قاضی خان صاحب

خلاصۃ الفتاویٰ - جن کے حوالہ سے تجر میں نکاح کا مسئلہ نقل ہوا - ۴۷ : صاحب درمختار - ۴۸ : علامہ شافعی

میں سب سے زبردست اور فیصلہ کن ۴۹ : شہادت

ائمہ طریقت اور طبقہ عارفین

قطب ربانی سیدنا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ

کی ہے جو پوری تفصیل سے پیش ہو چکی ہے۔

میرے یہ انچیس شاید تو وہ ہیں جو میرے اور آپ کے درمیان یکساں مسلم ہیں۔ پچاسویں شہادت

پیر مر علی شاہ صاحب کی سمجھ لیجئے۔ اور میرا ایک نواں گواہ اپنے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو سمجھ

لیجئے جن کی متعدد صاف صریح شہادتیں علم کلی کے خلاف میں پیش کر چکا ہوں۔

اپنے ان معزز اور مسلم الثبوت گواہوں کی فرست پیش کرنے کے بعد میں اپنے مخاطب مولوی حسرت علی

صاحب اور ان کے اعوان و انصار کو بیانگاہ دہل چلیج کرتا ہوں۔

أُولَٰئِكَ أَشْهَادُكُمْ فَجِئْنَا بِمِثْلِهِمْ

إِذَا جَمَعْتُنَا يَا حَرِيفُ السُّجَّامِ

یہ آخری تقریر ختم کرتے ہوئے میں پھر ایک دفعہ اپنے مخالفین کو محض لٹھی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ سخن

پرستی اور ہیٹ دھرمی چھوڑ کر محض اللہ کے لئے حق و ناحق کو پہچاننے کی کوشش کریں اور جس عقیدہ کا

باطل اور خلاف کتاب و سنت و خلاف ائمہ امت ہونا آفتابِ نیروز کی طرح واضح ہو چکا اور جس کے کفر

ہونے پر وہ فقہاء کی تصریحات بلکہ علامہ علی قاریؒ کی زبان سے اجماع امت کا حوالہ بھی سن چکے ہیں اس

سے تائب ہو کر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کریں کہ اسی پر انسان

کی نجات کا مدار ہے۔

باز ۱ ، باز ۱ ہر چہ ہستی باز ۱ کافر و گنہگار ہر چہ ہستی باز ۱

کین در گہ مادر گہ نومیدی نیست صد بار اگر تبہ شکستی باز ۱

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ صَلَّی اللّٰهُ وَسَلَّمْ
عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهٖ وَ نَوْرٍ عَرْشِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝



حضرت مولانا نعمانی مدظلہ کی اس آخری تقریر کا موافقین و مخالفین سب
از مرتبہ غفرلہ پر گرا اثر پڑا۔ معاند مخالفین نے اپنی فاحش شکست محسوس کی۔ اور موافقین

یعنی گردہ اہلسنت و جماعت کا اور زیادہ شرح صدر ہو گیا۔ اور انہوں نے فرط جوش و مسرت میں ”اللہ اکبر“
حق کا بول بالا “ اور ”اسلام زندہ باد“ مولانا محمد منظور نعمانی زندہ باد “ کے فلک شکاف نعرے لگائے
جس سے میدان مناظرہ گونج اٹھا۔

مخالفین کو اول تو مولانا نعمانی کی اس آخری تقریر ہی نے بہت زیادہ سراسیمہ اور شکستہ دل کر دیا تھا
پھر اہلسنت کے اس فاتحانہ مظاہرہ نے اور بھی ان کی کمر توڑی۔ اس وقت مولوی حسمت علی صاحب اور
ان کے رفقاء کی صورتیں قابل دید بھئیں۔ اہلسنت فرط مسرت سے اس قدر از خود رفتہ ہو رہے تھے کہ صدر
اہلسنت جناب مولانا عبدالحسان صاحب اور مولانا نعمانی کے کوشش کرنے کے باوجود نعروں کا مظاہرہ کئی
منٹ تک جاری رہا۔ اور بڑی جدوجہد کے بعد جلسہ میں سکون پیدا کیا جاسکا۔ مولوی حسمت علی صاحب
اس منظر سے اس قدر بھنبھلا گئے تھے کہ انہیں گویا کچھ خبر ہی نہ رہی تھی کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ اسی جھنبھل ہٹ
کے عالم میں آپ نے اس طرح تقریر شروع فرمائی :



بھائیو ! آپ نے سنبھلی صاحب کی شرارت اور چالاک

مولوی حسمت علی صاحب

دیکھی۔ اپنی شرمناک شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے خود

تو اپنے ساتھ والوں سے نعرے لگوانے اور پھر خود ہی دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں کہ بھائیو! چپ ہو۔

خاموش ہو جاؤ ! ارے سنبھلی صاحب ! میں آپ کی ان چالوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ آپ کو شرم نہیں آتی ؟ آپ ہم کو توبہ کا وعظ کتے ہیں۔ آپ کو اور آپ کے بڑوں کو تو حرمین شریفین تک کے علمائے کافر کہا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آپ کے بڑوں نے جو بدگوئیاں کی ہیں، کیا وہ آپ کو یاد نہیں رہیں، اور کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا ان کو بھول گئی، اب تک تو صرف حضور کے علم غیب شریف کی بحث ہوئی۔ اب لیجئے ! میں آپ کے ناپاک عقیدوں کا پول کھولتا ہوں۔

بھائیو ! سنبھلی صاحب کے مقتدا بلکہ سارے دہائیوں دیوبندیوں کے پیشوا مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی نے اپنی کتاب ”براہین قاطعہ“ میں شیطان کے لئے تو علم کی وسعت کو تسلیم کیا ہے اور حضور کی وسعت علم سے انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ شیطان کے علم کی وسعت نص سے ثابت ہے اور حضور کے علم کی وسعت کی کوئی کوئی دلیل نہیں۔ ذرا سنئے ! اس کی اصل عبارت یہ ہے۔

”شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی

نص قطعی ہے، جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے۔“

دیکھئے ! اس عبارت میں شیطان اور ملک الموت کی وسعت علمی پر تو ایمان لایا جا رہا ہے اور حضور کی وسعت علمی سے قطعی انکار کیا جا رہا ہے بلکہ اس کو شرک بتلایا جا رہا ہے۔ بھائیو ! کیا کوئی مسلمان ایسی ناپاک بات منہ سے نکال سکتا ہے ؟

اور سنئے ! سنبھلی صاحب سارے دہائیوں کے ایک دوسرے زندہ پیشوا اور تمام دیوبندیوں کے مقتدا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ”حفظ الایمان“ میں لکھا ہے کہ جیسا علم غیب حضور اقدس علیہ السلام کو ہے ایسا ہرزید و عمرو اور ہر بچے اور ہر یا گل بلکہ جانوروں کو بھی ہے کہ کتوں بلیوں کو بھی ہے یہ دیکھتے ہیں ان کی اصل عبارت پڑھتا ہوں۔

مولوی حسنت علی صاحب کی یہ بے جوڑ اور جلالی تقریر یہاں تک پہنچی تھی

کہ مولانا نعمانی مدظلہ کھڑے ہو گئے۔ اور آپ نے مولوی حسنت علی صاحب

از مرتب غفرلہ

کی تقریر میں مداخلت کرتے ہوئے پر زور طریقہ پر کہا۔

جناب ! یہ مناظرہ مسئلہ علم غیب نبوی پر ہو رہا ہے اور آپ کی آخری تقریر ہے جس کے بعد میری کوئی تقریر نہیں ہے۔ لہذا اس میں تو آپ اصولاً مسئلہ علم غیب کے متعلق بھی کوئی نئی چیز پیش نہیں کر سکتے، چہ جائیکہ آپ اپنی کھلی شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے ”براہین قاطعہ“ اور ”حفظ الایمان“ کی عبارات کے بحث شروع کر رہے ہیں جس کا یہاں کے موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ درحقیقت یہ آپ کی استہانی عاجزی اور لا چاری کی دلیل ہے کہ جب میرے براہین قاطعہ کا کوئی جواب آپ کے پاس نہیں ہے، اللہ جب آپ کی یہ آخری تقریر ہے اور آپ کو اطمینان ہے کہ اس کے بعد محمد منظور کو جواب دہی کا بھی موقع نہیں ملے گا تو آپ ایک بالکل نئی بحث شروع کر رہے ہیں۔ آپ اس آخری تقریر میں ہرگز اس قسم کی کوئی نئی بات کہنے کے مجاز نہیں ہیں۔

علاوہ انہی عباراتِ براہین قاطعہ اور حفظ الایمان کی اس بحث کے تو ذکر سے بھی آپ کو شرم آنی چاہئے۔ کیوں کہ ان کے متعلق میرا آپ کا تحریری مناظرہ جاری ہے۔ اور ان کتابوں کی عبارات پر آپ حضرات کو جو یہ اعتراضات ہیں، میں ان کا مفصل اور کافی شافی رد لکھ کر اب سے تین سال پہلے ”معرکہ اقلیم“ کے عنوان سے شائع بھی کر چکا ہوں۔ اور آپ کی جماعت کے تمام ذمہ دار حضرات کو اور خاص طور پر آپ کو مخاطب کر کے اس کے جواب الجواب کی بار بار دعوت دے چکا ہوں۔ مگر آج تک آپ کی ساری جماعت اس سے عاجز ہے۔ خود آپ نے میرے مطالبہ اور کھلے چیلنج ہی سے مجبور ہو کر جمادی الاول ۱۳۵۶ھ میں اس کا جواب لکھنے کا اعلان کیا تھا، اور جواب ہی کے وعدے پر مجھ سے اس کا ایک نسخہ منگوایا تھا جو اسی وقت میں نے رجسٹری سے بھیج دیا تھا اور اس کی رسید بھی آپ نے مجھ کو لکھ دی تھی جو یہاں بھی میرے پاس موجود ہے۔ لیکن آج اس واقعہ کو ڈیڑھ برس گزر گیا مگر ابھی تک آپ اس کا جواب نہیں دے سکے، پس جب تک کہ آپ ”معرکہ اقلیم“ کے جواب سے سبکدوش نہ ہو جائیں اس وقت تک تو آپ کو اس بحث کے تذکرے سے بھی شرمانا چاہئے، بشرطیکہ آپ کے نزدیک حیا و شرم کوئی چیز ہو۔

بہر حال اس آخری تقریر میں آپ کو براہین قاطعہ و حفظ الایمان وغیرہ کی کسی نئی بحث کا کوئی حق نہیں۔ ہاں اگر فی الحقیقت آپ ان مباحث پر بھی گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو ایک صورت یہ ہے کہ علم غیب کی

بحث تو اب ختم ہو گئی۔ اب ان دوسری بحثوں کے لئے ابھی وقت ہے اگر لیجئے میں حاضر ہوں۔ اور ابھی دن کا کافی حصہ باقی ہے۔ انشاء اللہ حاضرین کو ان مباحث کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی اور پتہ چل جائے گا کہ کس کے عقیدے گندے ہیں ؟ کون اصل مجرم ہے ؟ اور کون مفتری و کذاب ہے ؟ لیکن خلیط بحث کے طور پر اس تقریر میں آپ ہرگز کوئی نئی بحث شروع نہیں کر سکتے۔ اس میں تو اگر آپ کو کچھ کہنا ہو تو صرف علم غیب ہی کے متعلق کہہ سکتے ہیں اور اسی کے متعلق سنا جاسکتا ہے۔



حضرت مولانا نعمانی جس وقت یہ تقریر فرما رہے تھے، اور جس وقت آپ ”معرکہ اقلیم“ کے جواب کا مطالبہ کر رہے تھے، مولوی حسنت علی صاحب نے ایک نیا رسالہ نکالا اور ایک عجیب اور قابل دید انداز میں اس کا گوشہ پیکر لٹکاتے ہلاتے رہے۔ اور حبیب مولانا نعمانی اپنی مندرجہ بالا تقریر ختم فرما چکے تو آپ نے کہا، لیجئے آپ کے ”معرکہ اقلیم“ کا جواب یہ موجود ہے۔ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے سمجھا اور تمام حاضرین کو بھی یہی خیال ہوا کہ مولوی حسنت علی صاحب جو رسالہ پیش کر رہے ہیں وہ واقعی ”معرکہ اقلیم“ کا جواب ہو گا۔ چنانچہ مولانا نے فرمایا کہ آپ کو یہ جواب چھپنے کے بعد سب سے پہلے میرے پاس بھیجنا چاہئے تھا۔ اگر یہ میرے پاس یہ پہنچ چکا ہوتا تو بعون اللہ اب تک اس کا جواب الجواب بھی تیار ہو چکا ہوتا۔ خیر ! اب یہ مجھے دے دیجئے اور جی چاہے تو ہاتھ کے ہاتھ نقد جواب زبانی سن لیجئے ! اور اگر تحریری جواب مطلوب ہو تو انشاء اللہ جلد سے جلد ”الفرقان“ میں ملاحظہ فرما لیجئے گا۔ مولوی حسنت علی صاحب نے فرمایا میں ابھی آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ مولوی حسنت علی صاحب کے وقت کا زیادہ حصہ اسی گفتگو میں گزر گیا۔ اس کے بعد انہوں نے مولانا نعمانی مظلّم کے فرمانے کے مطابق ”براہین قاطعہ اور حفظ الایمان“ کی عبارات کی بحث چھوڑ کر علم غیب کے متعلق اپنے پہلے پیش کئے ہوئے دلائل کی فرست پیش کرنی شروع کی۔ اور ان آیات و احادیث اور اقوال و عبارات کو گناہا شروع کیا جو وہ دونوں دن کے مناظرہ میں پیش کر چکے تھے۔ لیکن ابھی یہ فرست پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ طے شدہ وقت ختم ہو گیا۔

موصوف وقت ختم ہو جانے کے باوجود تقریر کو ابھی جاری رکھنا چاہتے تھے مگر مقامی ذمہ داران اس نے

جنہوں نے پہلے مناظرہ کا انتہائی وقت فریقین کے کہنے کے مطابق نوٹ کر لیا تھا، آپ کو روک دیا اور اس طرح آپ اپنے دلائل کی پوری فہرست بھی پیش نہ کر سکے۔ ہم ناظرین کرام سے درخواست کریں گے کہ وہ اس پوری روایت کو ملاحظہ فرما کر ان کے تمام دلائل پر پھر ایک اجمالی نظر ڈال لیں تاکہ وہ پوری فہرست ان کے سامنے آجائے۔



مولوی حسرت علی صاحب کی اس آخری تقریر کے اختتام پر جب مجلس مناظرہ برخاست ہونے لگی تو مولانا نعمانی مدظلہ نے پھر ان سے فرمایا کہ جناب وہ ”معرکہ اقلیم“ کا جواب ابھی تک میرے پاس نہیں پہنچا۔

”انہیں جواب دیا کہ میں ابھی بھیجتا ہوں۔“ چند منٹ کے بعد جب وہاں سے قیام گاہ کی طرف واپسی ہونے لگی تو پھر ان سے کہا گیا۔ ”انہوں نے کہا کہ میں نے ایک آدمی کو ابھی دیا، وہ آپ کو دے دیں گے؟“

چنانچہ قیام گاہ پر پہنچنے کے بعد جب وہ رسالہ مولانا کے پاس پہنچا تو یہ دیکھ کر حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ اس رسالہ کا کوئی تعلق ”معرکہ اقلیم“ سے نہیں تھا، اور نہ وہ مولوی حسرت علی صاحب کا تصنیف کردہ ہی تھا، بلکہ مولوی سردار احمد گورداس پوری مدرس مدرسہ رضا خانیہ بریلوی کا نام اس پر بحیثیت مصنف لکھا ہوا تھا۔ سب لوگ مولوی حسرت علی صاحب کی اس دیدہ دلیری اور دل دہاڑے اس دھوکہ بازی کو دیکھ کر ذمہ گئے۔

گورداس پوری صاحب کے اس رسالہ کا نام تھا ”موت کا پیغام دیوبندی مولویوں کے نام“ حضرت مولانا مدظلہ نے یہ رسالہ اسی وقت جواب کے لئے ناچیز راقم الحروف کے حوالہ فرما دیا۔ اور اس عاجز نے جونہی انہی ایام میں اس کا جواب ”جہنم کی بشارت“ لکھ دیا جو پہلے مجلہ جلیلہ ”الفرقان“ میں اور اس کے بعد کتابی شکل میں بھی شائع ہو گیا۔ فلسفۃ الحمد۔

یہ ہیں مناظرہ سلا نوالی کے کوائف

جو لوگ اس مناظرہ میں شریک تھے انہوں نے تو حق نیابتی

کے اس معرکہ کو برآسی العین دیکھا۔ اور امید ہے کہ دوسرے لوگ اس روایت کے مطالعہ سے بھی قریب قریب وہی لطف اٹھا سکیں گے، اور وہی فائدہ حاصل کر سکیں گے۔ کیونکہ ہم نے ہر فریق کے دلائل اور ہر مناظر کی تقریریں کو کابل دیانت داری سے پیش کرنے کی پوری پوری سعی کی ہے۔ اس پر بھی جو کوتاہی رہ گئی ہو، اس کے لئے ہم اپنے پروردگار

سے عفو خواہ ہیں۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ تَسِينَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْبِلْنَا
مَالًا طَاقَةً لَّنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاعْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اِنَّكَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا
عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ .

وَاَنَا الْعَبْدُ الْمَذْنُبُ

اسقر عباد اللہ محمد عطا اللہ کان اللہ

صاحب کتاب کا مختصر تعارف

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم ۱۸ شوال ۱۳۳۵ھ کو لاہور ۱۹۰۵ء میں ضلع سنبھل میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم پہلے سنبھل اور چند دن مدرسہ عبدالرب دہلی میں پائی۔ بعد ازاں دارالعلوم مٹوا، ضلع اعظم گڑھ میں پڑھتے رہے۔ ابتدائی تعلیم سے فارغ ہو کر مرکز علوم اسلامیہ انڈیا ہند دارالعلوم دیوبند میں دو سال تک کسب فیض کے بعد ۱۳۲۵ھ میں دورہ حدیث شریف کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کر کے اول پوزیشن حاصل کی، فراغت کے بعد امر وہہ کے مدرسہ میں تین سال تدریس کے فرائض انجام دیے بعد ازاں چار سال تک دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔

۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۲ء میں بریلی سے مابیناۃ الفرقان، جاری کیا۔ ۱۳۶۰ھ - ۱۹۴۱ء میں منعقد ہونے والے جماعت اسلامی کے تاسیسی اجلاس میں آپ کو نائب امیر منتخب کیا گیا اور تاسیسی اجلاس کے ۶ ماہ بعد جماعت اسلامی کے مرکز بٹھان کوٹ کی بستی دارالاسلام میں ہجرت کی نیت سے مستقل قیام کے لیے تشریف لے آئے۔ افسوس مولانا مودودی کو فریب دینے کے بعد آپ متنفر اور بد دل ہو گئے اور صرف ۶ ماہ کی قلیل مدت کے بعد شعبان ۱۳۶۱ھ میں واپس وطن سنبھل چلے آئے اور جماعت اسلامی سے علیحدگی اختیار کر لی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "مولانا مودودی کے ساتھ میری رفاقت کی سرگزشت اور اب میرا موقف"۔

۱۳۶۲ھ سے تبلیغی جماعت سے وابستہ ہیں۔

رابطہ عالم اسلامی (مکہ مکرمہ) کے مستقل رکن ہیں۔

۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے۔

مولانا نعمانی اردو کے صاحب طرز ادیب اور مصنف ہیں آپ کی تصانیف عام فہم سوتی ہیں

لرزنگارش سادہ سلیس اور شگفتہ ہے یہی وجہ ہے کہ وہ عوام و خواص دونوں حلقوں میں مقبول اور پسندیدہ ہیں۔

تصانیف :

مولانا کی مقبول عام چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔

- (۱) اسلام کیا ہے (۲) دین و شریعت (۳) قرآن آپ سے کیا کہتا ہے
- (۴) معارف الحدیث سات جلد (۵) کلمہ طیبہ کی حقیقت (۶) نماز کی حقیقت
- (۷) آپ حج کیسے کریں (۸) برکات رمضان (۹) تحقیق مسئلہ ایصالِ ثواب
- (۱۰) تصوف کیا ہے (۱۱) تذکرہ امام ربانیؒ (۱۲) ملفوظات مولانا محمد الیاس۔
- (۱۳) بوارق الغیب (۱۴) حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ پر معاندین کے الزامات (۱۵)
- خاکسار تحریک (۱۶) قرآن علم کی روشنی میں (۱۷) اسلام اور کفر کے حدود (۱۸)
- تاویانی کیوں مسلمان نہیں (۱۹) سیبِ یمانی (۲۰) مولانا مودودی کے ساتھ سری رفا
- کی سرگزشت اور اب میرا موقف (۲۱) شیخ محمد بن عبد الوہاب کے خلافت پر پیگنڈہ
- اور ہندوستان کے علماء حق پر اس کے اثرات (۲۲) ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت
- آپ کی تصانیف میں "معارف الحدیث"، احادیث نبوی (علیٰ صا جھا
- الصلوۃ والسلام کا ایک جامع اور شاہکار انتخاب ہے جس میں احادیث کی
- تشریح کے اندر جدید دور کی نفسیات اور اس کے جدید تقاضوں کا پوری طرح
- لحاظ رکھا گیا ہے،

مناظرے : حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم ایک ہ میاب ترین مناظر رہ چکے ہیں آپ نے اپنی زندگی میں بے شمار مناظرے کئے جن میں سے اکثر مناظرے بریلوی علماء کے ساتھ ہوئے۔ مولانا کی نبوی یہ ہے کہ میدانِ مناظرہ میں فریقِ مخالف کی کالم گلوچ اور سب و شتم کے مقابلہ میں کبھی بھی تہذیب و شائستگی، سنجیدگی و منانت اور وقار کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ عقلی اور نقلی دلائل کے زور پر ہی ہمیشہ فریق

۴۸
مخالف کو چاروں شانے چیت کیا ہے۔

مولانا کی اس خوبی کا اعتراف انہوں کے علاوہ غیروں نے بھی کیا ہے چنانچہ مولانا کا جو مناظرہ ۱۹۳۶ء میں سلا نوالی ضلع سرگودھا میں بریلویوں کے ساتھ ہوا اس میں بریلویوں کی طرف سے صدر مناظرہ مجاہد ملت قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کے والد ماجد مولانا کرم الدین صاحب مرحوم تھے جو مولانا کی اسی خوبی کی وجہ سے اکابر علماء دیوبند کے مسلک کی حقانیت کے قائل ہی نہیں بلکہ ان کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گئے تھے اس کی تفصیل خود حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم نے آفتاب ہدایت کے مقدمہ میں اس طرح درج کی ہے۔

” غالباً ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے کہ سلا نوالی ضلع سرگودھا میں علماء دیوبند اور علماء بریلی کے مابین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کئی ماکان و مایکون کے موضوع پر ایک معرکہ الارار مناظرہ ہوا جس میں مولانا مرحوم (مولانا کرم الدین) علماء بریلی کی طرف سے صدر مقرر ہوئے تھے اس مناظرہ سے واپس آکر آپ نے راقم الحروف سے دیوبندی مناظر مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان کی تہذیب و متانت کی بہت تعریف فرمائی اس کے علاوہ خدا جانے آپ نے اس مناظرہ سے کیا کیا اثرات لیے اگلے سال رمضان ۱۳۵۶ھ میں احقر نے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہونے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے بخوشی اجازت دے دی اور خود اعلیٰ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ کی خدمت میں اس مضمون کا عرضیہ لکھا۔

” میں اپنے فرزند کو دارالعلوم میں حضرت کے زیر سایہ تعلیم دلانا چاہتا ہوں“ حضرت والا مدظلہ نے سلیٹ آسام سے جواب تحریر فرمایا جس

کا مضمون یہ تھا کہ

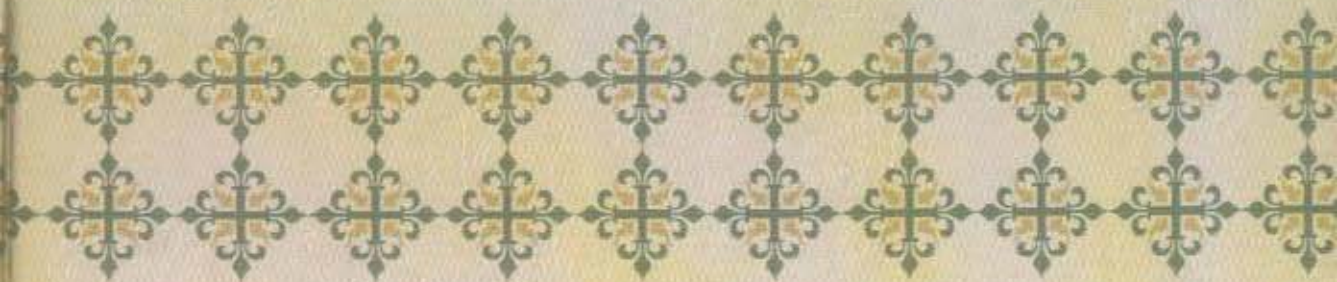
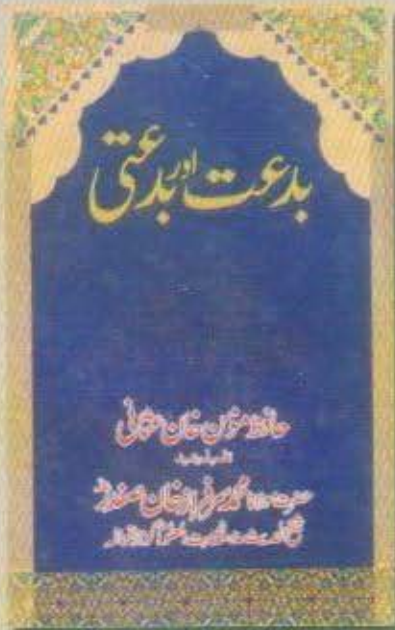
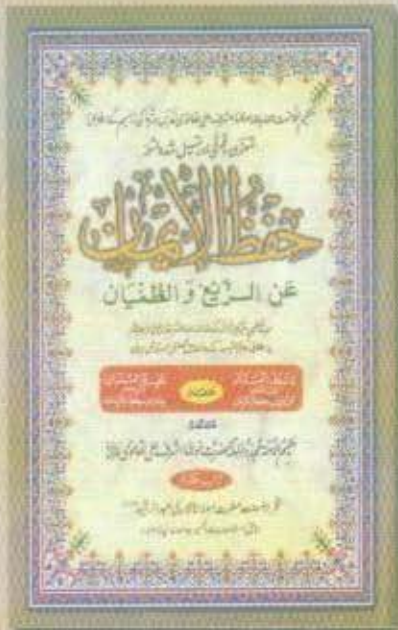
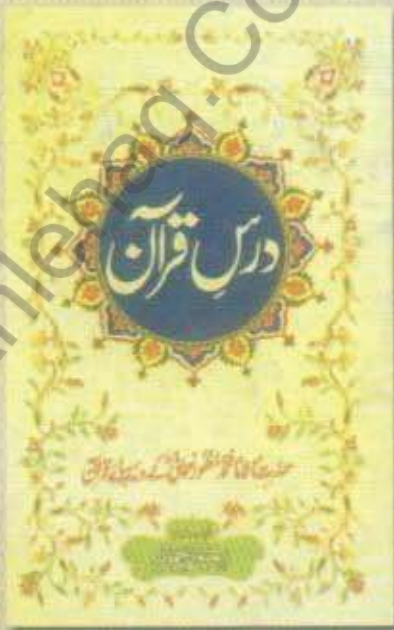
”آپ اپنے لڑکے کو ابتداء شوال میں دیوبند بھیج دیں میں نے حضرت شیخ
الادب مولانا اعجاز علی صاحب کو اس کے متعلق لکھ دیا ہے وہ مہربانی فرمائیے
حضرت کے گرامی نامہ کو مولانا مرحوم نے اپنے لیے باعث افتخار جانا اور
فرمایا کہ آج ہندوستان کی بہت بڑی شخصیت کا خط آیا ہے، یہ الفاظ آپ
نے بڑی عقیدت سے کہے تھے شوال میں بندہ دارالعلوم میں داخل ہو گیا
شعبان ۱۳۵۸ھ میں جب وہاں سے فارغ ہو کر گھر آیا تو جناب والد مرحوم
سے اکابر دیوبند کے حالات بیان کئے حضرت مدنی مدظلہ کے بعض حالات
سنائے جو میں نے قلم بند کر لیے تھے تو آپ نے حضرت کے متعلق فرمایا
کہ ”آپ ولی اللہ ہیں“۔ قطب العارفین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی
قدس سرہ اور امام العالم حضرت مولانا محمود حسن صاحب شیخ الہند کے
حالات سن کر فرط عقیدت سے والد صاحب کی آنکھیں بعض اوقات
آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھیں تمام اکابر دیوبند سے مولانا مرحوم کو عقیدت
کا تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ ایک دفعہ راولپنڈی کے کسی کتب خانہ میں آپ
کو امام الطریقیت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ
کی تفسیر بیان القرآن کے بعض مقامات سننے کا موقع ملا، راولپنڈی جیل میں
عند الملاقات بندہ کے سامنے اس تفسیر کی بہت تعریف کی اور اس کی
بعض خصوصیات بھی بیان کیں۔“

گویا مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی تہذیب و شائستگی، سنجیدگی و متانت ہی کی
وجہ سے مولانا کریم الدین مرحوم علماء دیوبند کے عقیدت مند ہو گئے اور ان کے سبب

ملت، قائد ملت ملا، حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مزید لکھتے ہیں۔

”شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ سے بیعت : مولانا مرحوم ابتدائی عمر میں کتب درسیہ سے فارغ ہو کر پنجاب کے ایک شیخ سے بیعت ہو گئے تھے لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد وہ بزرگ انتقال فرما گئے، پھر آپ دوسرے مشاغل میں پڑ گئے اور ماقاعدہ سلوک الی اللہ میں عملی قدم نہ اٹھا سکے، اب زندگی کی آخری منزل میں جب مصائب کا نزول ہوا اور منزل آخرت قریب نظر آئی تو کسی مرشد کامل سے استفاضہ ضروری سمجھا۔ اکابر دیوبند سے عقیدت تو پیدا ہو چکی تھی اس غرض سے جامع علوم و معارف قدوة الواصلین شیخ العصر حضرت مولانا حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں بیعت کے لیے درخواست بھیجی، حضرت والا مدظلہ نے اپنے کرامت نامہ میں ارشاد فرمایا۔

”تجدید بیعت کی ضرورت نہیں آپ اپنے سابق شیخ کے تلمذین فرمودہ وظیفہ پر عمل کریں میں آپ کے لیے اور آپ کے عزیز کے لیے حسن خاتمہ کی دعا کرتا ہوں۔“ اس کے بعد جناب والد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ جب سے بیعت کا تعلق اختیار کیا ہے حضرت مولانا مدنیؒ سے غائبانہ مجھ کو فیض حاصل ہوتا ہے، اس کے بعد جلد ہی مولانا مرحوم انتقال فرما گئے۔“



کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار، لاہور 042-7235094

دارالکتاب